انوار نظامیہ

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبول ومعروف دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ

شعبہ نشرواشاعت جامعہ نظامیہ حیدرآبادالہند

فون: ۲۴۴۱۶۸۴۷،۲۴۵۷۶۷۷۲ فیاکس: ۰۰۹۱_۴۰_۲۴۵۰۳۲۶۷

2019

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علوم اسلامیہ کی ۱۴۸ سالہ قدیم وعظیم اقامتی یونیورسٹی

جامعہ نظامیہ

کا علمی، تحقیقی ادبی اور اصلاحی سالانہ مجلّہ

انوار نظامیہ

جلد:۱ شمارہ ۲۸

جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ م فبروری ۲۰۱۹ء

مجلس ادارت

حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعۃ جامعہ نظامیہ (مدیر مسؤل)

مولانا ڈاکٹر محمد سیف اللہ صاحب (مدیر) مولانا حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی صاحب (مدیر عربی)

مولانا محمد فصیح الدین صاحب نظامی (نائب مدیر) مولانا حافظ محمد لطیف احمد (نائب مدیر عربی)

مولانا محمد انوار احمد (معاون مدیر)

مراسلت کا پتہ: مدیر مسؤل انوار نظامیہ، جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔ فون: ۲۴۴۱۶۸۴۷ فیاکس ۲۴۵۰۳۲۶۷

کتابت: مولوی محمد وحیدالدین کمپیوٹر آپریٹر جامعہ نظامیہ طباعت: مطبعۃ ابوالوفاء الافغانی جامعہ نظامیہ

Email: fatwa@jamianizamia.org Web: jamianizamia.org

تجلیات انوار نظامیہ

5	مدیر مسؤل	پیش لفظ	1
6	ادارہ	جامعہ کے شب و روز	2
19	بانی جامعہ نظامیہ شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز	رائے اور قیاس کی حقیقت	3
26	حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب، مفتی جامعہ نظامیہ	الافتاء	4
30	مفکر اسلام مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ، جامعہ نظامیہ	مسجد کی شرعی حیثیت: بابری مسجد مقدمہ کے تناظر میں	5
35	مولانا شاہ محمد فصیح الدین نظامی صاحب، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ	دو عالم کو مہر و کرم لے کے آئے محمد ﷺ	6
39	مولانا مفتی حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی صاحب، شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ	امن وسلامتی کے قیام وفروغ میں مدارس اسلامیہ کا کردار	7
44	مولانا محمد انوار احمد صاحب، نائب شیخ التفسیر جامعہ نظامیہ	مولانا محمد خواجہ شریفؒ برصغیر کے عظیم محدث	8
49	مولانا حافظ سید احمد غوری صاحب، استاذ جامعہ نظامیہ	حضرت شیخ الاسلامؒ بحیثیت ماہر علم نباتیات	9
59	مولانا سید محبوب قادری صاحب، استاذ جامعہ نظامیہ	اے چراغ علم وفن ہر سو تجلی ہے تری	10
63	مولوی محمد عمران عثمانی، متعلم کامل سندی	اسلامی قانون سازی میں عرف، عادت اور ضرورت کا لحاظ	11
66	مولوی حافظ محمد ذاکر حسین، متعلم کامل اول جامعہ نظامیہ	حضرت شیخ الاسلام ماہر تعلیمات	12
74	مولوی سید محمد مصباح الدین عمیر، متعلم فاضل سوم ، جامعہ نظامیہ	اسلام میں عورتوں کے حقوق اور مراعات کا تقابل....	13
83	مولوی محمد عفان حضرمی، متعلم فاضل دوم، جامعہ نظامیہ	مقاصد شریعت اسلامیہ، عصر حاضر کے تناظر میں	14
87	مولوی محمد حسین قریشی نظامی، متعلم فاضل اول	نعت گوئی کے ارتقاء میں علماء جامعہ نظامیہ کا حصہ	15

16	حضرت مولانا مفتی محمد عبدالحمیدؒ کی اردو خدمات	مولوی محمد عبدالحنان شعیب نظامی، متعلم فاضل اول جامعہ نظامیہ	94
17	کتب اسلامیہ کی ضرورت اور مجلس اشاعت العلوم	مولوی محمد عمران نظامی، متعلم عالم اول جامعہ نظامیہ	97
18	بیجاپور میں عربی کا فروغ وارتقاء	مولانا سید محمد یوسف حسینی صاحب، صدر شعبہ انجمن آرٹس کالج، بیجاپور	100
19	خوشگوار ازدواجی زندگی کیلئے اسلامی ہدایات	حمیراء فاطمہ، متعلمہ کامل الحدیث، سال دوم، کلیۃ البنات	104
20	نعت	شیخ الاسلام حضرت انورؔ	108

مقالات علمی مذاکرہ

بعنوان ''دور جدید کے طبی مسائل شریعت کی روشنی میں''

منعقدہ 3/فبروری 2019 بروز یکشنبہ، بمقام جامعہ نظامیہ

1	سروگیسی: حقیقت، مختلف شکلیں اور شرعی احکام	مولانا حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی صاحب، شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ	110
2	کلوننگ اور اس کی شرعی حیثیت	مولانا ڈاکٹر حافظ سید بدیع الدین صابری صاحب، پروفیسر وصدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ	125
3	سرجری کی اقسام اور صورتیں، شریعت کی روشنی میں	مولانا حافظ سید واحد علی صاحب، نائب شیخ المعقولات، جامعہ نظامیہ	132
4	طبی مشورہ کی بنیاد پر قتل اور اسقاط حمل اسلامی نقطہ نظر سے	مولانا محمد امین الدین صاحب، نائب مفتی جامعہ نظامیہ	142

محتويات العدد

1	منهج الإمام أبى الوفاء الأفغاني فى البحث والتحقيق	الدكتور سعيد بن مخاشن أستاذ مساعد بقسم اللغة العربية وآدابها جامعة مولانا آزاد الأردية الوطنية	154
2	مساهمة أدباء الدكن فى حفظ التراث الثقافي والأدبي	الاستاذ سيد أحمد الغورى عضو هيئة التدريس بالجامعة النظامية	166
3	التدريس العربي فى الثوب التجريبي	الاستاذ غلام خواجه سيف الله عضو هيئة التدريس بالجامعة النظامية	173
4	تطور المقالة فى الأدب العربي دارسة أدبية	الاستاذ حامد بن محمد القريشي معلم الجامعة النظامية	179
5	أسباب انحطاط المسلين و حله فى ضوء القرآن والسنة	الاستاذ محمد فيروز خان (المعلم بالجامعة النظامية)	182
6	وصف المآثر الدينية والمؤسسات العلمية الإسلامية للدكن الإسلامي	الحافظ سيد مدثر الحسينى الكامل السنة النهائية بالجامعة النظامية	185
7	ضرورة التلقى عن الأساتذة	الحافظ وهاج أحمد طالب صف الكامل السنة النهائية	190
8	الهجرة النبوية نور الحياة والحماس و درس العزيمة والإقدام	سيد محمد بهاء الدين زبير النقشبندي من صف الفاضل السنة الثالثة	194
9	إستعراض إزياد الجرائم والسيئات وارتكاب الكبائر خلال استخدام البرامج والشبكات للتواصل الإجتماعي	الحافظ محمد سعيد الدين الفاضل السنة الثانية	196
10	لمحة موجزة عن نهضة الحديث الشريف فى الهند	فضل أحمد ،طالب صف الفاضل السنة الاولى	202

پیش لفظ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین و علی آلہ الطبیین و اصحابہ الاکرمین اجمعین۔ امابعد!

حضرات! اس سال بھی سالنامہ انوار نظامیہ منصۂ شہود پر آ رہا ہے، یہ سالنامہ بھی حسب سنین ماضیہ اردو، عربی پر مشتمل ہے۔ اس میں علماء نظامیہ کے تحقیقی مضامین شامل کئے گئے ہیں، اس کی اہمیت وافادیت کا اندازہ قارئین کو مطالعہ کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔ سال حال عرس شریف شیخ الاسلامؒ سے پہلے جو سمینار منعقد کیا گیا اس کا عنوان ''دور جدید کے طبی مسائل، شریعت کی روشنی میں'' رکھا گیا تھا اس میں پانچ اسکالرس نے مختلف عنوانات پر اپنے تحقیقی مقالات پیش کئے جنہیں تمام سامعین نے پسند کیا۔

قارئین کے لئے بھی اضافہ معلومات کا باعث ہے۔ جامعہ کی تعلیمی رپورٹ بھی شامل ہے اس سے آپ حضرات کو جامعہ نظامیہ کی تعلیمی سرگرمیوں کا اندازہ ہوگا۔ مالی رپورٹ سے موازنہ کی نوعیت وکیفیت سے آگاہی ہوگی۔

ایک سو پچیس سالہ جشن تاسیس جامعہ کے موقع پر دس نکاتی پروگرام بنایا گیا تھا جن میں اہم کلیۃ البنات کا قیام اور آڈیٹوریم کی تعمیر تھی۔ کلیۃ البنات کے ذریعہ دختران ملت کی دینی تعلیم کا بہتر انتظام کیا گیا ہے جہاں سے اب تک سینکڑوں طالبات نے فراغت پائی۔ اسی طرز پر محبوب نگر، بیدر، گلبرگہ شریف، پربھنی، اورنگ آباد میں بھی لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کا آغاز کیا گیا۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس سالنامہ کو مقبول ومفید بنائے۔۔

آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ الطیبین واصحابہ أجمعین۔ فقط۔

مدیر مسؤل

(حضرت مولانا) مفتی خلیل احمد عفی عنہ
شیخ الجامعہ، جامعہ نظامیہ

جامعہ نظامیہ کے شب وروز

ادارہ

”ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا“

- تعلیمی رپورٹ بابت 1439ھ م 2018ء
- حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ کا سانحۂ ارتحال
- حضرت عمدۃ المحدثین کے وصال پر شیوخ جامعہ ازہر کا خراج
- عمدۃ المحدثین کا وصال، جامعہ نظامیہ کا ناقابل تلافی نقصان
- حضرت مفکر اسلام کے تعزیتی کلمات
- جامعہ نظامیہ میں 1000 نشستی فضیلت جنگ آڈیٹوریم تعمیر کے آخری مراحل میں

حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ کا سانحۂ ارتحال

حیدرآباد۔14 دسمبر (پریس نوٹ) یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ دی جارہی ہے کہ حیدرآباد کی ممتاز علمی شخصیت، ملک کے معروف محدث، جامعہ نظامیہ کے عالمی شہرت یافتہ عالم دین مولانا محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ نے آج 14 ڈسمبر بروز جمعہ صبح 11 بجکر 15 منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا۔ مولانا موصوف علم حدیث کے حوالہ سے برصغیر میں اپنی خاص شناخت رکھتے تھے، مولانا کئی علمی وتحقیقی کتابوں کے مصنف، عربی زبان کے صاحب دیوان شاعر، بخاری شریف کے شارح وترجمان تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور عربی ادب میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ مولانا نے جامعہ نظامیہ کی ترویج وترقی میں نمایاں کردار ادا کیا، حضرت مولانا مفتی محمد عبدالحمید علیہ الرحمہ کے دور میں 1966ء میں آپ کا جامعہ نظامیہ میں بحیثیت استاذ تقرر عمل میں آیا۔ 1988ء میں آپ کو شیخ الادب کے عہدہ پر ترقی دی گئی اور 1993ء سے تادم زیست جامعہ نظامیہ کے شیخ الحدیث کے باوقار عہدہ پر فائز رہے۔ آپ اپنی علمی صلاحیتوں اور علم حدیث میں یدطولیٰ کے سبب عرب علماء کے پاس بھی بہت مقبول تھے، 2013ء میں کویت کے ممتاز عالم دین پروفیسر حسن ہیتو کی دعوت پر شیخ الجامعہ مولانا مفتی خلیل احمد صاحب کے ہمراہ جرمنی کی عربی یونیورسٹی میں گیسٹ لکچرر کے طور پر بخاری شریف کا دس یومی توسیعی درس دیا جس میں عرب محققین، اسکالرس اور دنیا بھر کے علماء کی بڑی تعداد موجود تھی۔ مولانا کی زندگی جامعہ نظامیہ کی خدمت سے عبارت تھی، جامعہ کے مالیہ کے استحکام کے سلسلہ میں بھی گرانقدر خدمات انجام دی۔ حضرت شیخ الحدیث کے درس حدیث کو اہل علم بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ختم بخاری کے موقعہ پر جامعہ نظامیہ میں استفادہ عام کے لئے ہر سال یہ درس علماء کے ساتھ ساتھ عوام وخاص کے لئے بھی مقرر کیا جاتا۔ مولانا نے ثروۃ القاری من انوار البخاری کے عنوان سے بخاری شریف کی شرح کا عظیم الشان کام کیا جس کے کئی حصے اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ کے زیر اہتمام شائع ہوئے۔ مولانا محمد خواجہ شریف صاحب کا تاریخ ساز کارنامہ ''امام اعظم امام المحدثین'' کی تالیف ہے۔ یہ کتاب مولانا کے علم وفضل اور نقد وتحقیق کا آئینہ اور شاہکار ہے جو مولانا کے پچاس سالہ علمی تجربات کا نچوڑ ہے، جسے عربی زبان میں بھی منتقل کیا گیا، اس کتاب میں مولانا نے ثابت کیا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ فن حدیث میں بھی امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مولانا نے محدث دکن حضرت عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ تالیف ''زجاجۃ المصابیح'' کا حصہ نہم تا ختم کتاب جملہ 14 حصوں کا ترجمہ کیا یہ ترجمہ بھی برصغیر میں عام ہے۔ شیخ الحدیث نے بے شمار مدارسِ اسلامیہ کا احیاء وانشاء کیا 1405ھ میں المعہد الدینی العربی کو محض 10 طلبہ سے ایک کرایہ کی عمارت میں قائم فرمایا آج یہ ادارہ ملک کے ممتاز تعلیمی اداروں میں شامل ہے، مولانا حافظ محمد جواد صدیقی اس ادارہ میں بحیثیت ناظم خدمات انجام دے رہے ہیں، ان کے علاوہ مولانا محمد ولی اللہ شریف ادریس ناظم تعلیمات ہیں اور چالیس سے زائد کاملین جامعہ نظامیہ اس ادارہ میں بحیثیت استاذ خدمت انجام رہے ہیں۔ اس ادارہ سے مولانا کو قلبی تعلق تھا جس کی ترقی کے لئے بھی آپ نے بڑی خدمت انجام دی۔ شیخ

الحدیث مولانا خواجہ شریف صاحب نے قصیدہ بردہ شریف کی اردو شرح کا پراجکٹ گزشتہ دس سال قبل شروع کیا اور تادم وصال اس پر کام کرتے رہے اور اس کو مکمل کیا، مولانا کی یہ کتاب علماء وفضلاء کے ساتھ ساتھ عامۃ المسلمین کے لئے ایک سوغات ثابت ہوگی۔عنقریب اس کی اشاعت عمل میں آئے گی۔حضرت بندہ نواز علیہ الرحمہ کی نایاب تفسیر ''الملتقط'' کی تصحیح وتعلیق آپ ہی کی نگرانی میں عمل میں آئی۔مولانا کو علوم تصوف اور سلاسل طریقت سے خاص تعلق تھا۔سلسلۂ قادریہ میں صدر الشیوخ حضرت علامہ مولانا سید شاہ طاہر رضوی القادری علیہ الرحمہ سے بیعت واجازت حاصل تھی۔ مولانا کو دلائل الخیرات سے بھی قلبی لگاؤ تھا عرصہ دراز سے اس کے ورد کا معمول تھا نیز اپنے ہزارہا شاگردوں اور محبین کو یومیہ ورد کی تلقین فرمائی۔پیران پیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان سے بھی دلی محبت فرماتے اور اپنے محبین کو معمولات قادریہ پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب فرماتے۔ورثاء میں اہلیہ محترمہ کے علاوہ ایک فرزند مولانا محمد ولی اللہ شریف صاحب ادریس مولوی کامل جامعہ نظامیہ کے علاوہ سات صاحبزادیاں ہیں۔نماز جنازہ بعد نماز عشاء احاطہ جامعہ نظامیہ میں ادا کی گئی اور تدفین آبائی قبرستان احاطہ درگاہ سید سکندر علی درویش رحمۃ اللہ علیہ پوٹلا پلی رنگا ریڈی گوڑہ ضلع محبوب نگر میں عمل میں آئی۔

☆☆☆

حضرت عمدۃ المحدثین کے وصال پر شیوخ جامعہ ازہر کا خراج

عمدۃ المحدثین حضرت علامہ مولانا محمد خواجہ شریف صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر شیوخ جامعہ ازہر (مصر) نے گہرے رنج کا اظہار کیا اور حضرت کے وصال کو عالم اسلام کا عظیم نقصان قرار دیا۔ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر ابراہیم صلاح سید سلیمان الھدھد سابق امیر جامعہ ازہر نے ایک خصوصی نشست میں کہا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد خواجہ شریف صاحب علوم حدیث میں آپ کو ید طولی حاصل تھا، آپ عربی زبان کے ماہر تھے، جامعہ نظامیہ میں طویل عرصہ تک علوم حدیث کی تدریس انجام دیتے رہے۔ ڈاکٹر ہدہد نے مزید کہا کہ صد سالہ عرس شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر مجھے جب جامعہ نظامیہ میں مدعو کیا گیا، اس وقت میری ملاقات حضرت شیخ الحدیث سے ہوئی اور میں نے انہیں ایک عظیم عالم دین اور محدث پایا، اور انہوں نے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ سے اظہار تعزیت کیا اور دعاء کی کہ اللہ تعالی حضرت شیخ الحدیث پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل کرے اور جامعہ نظامیہ کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔ مولانا حافظ محمد خالد علی قادری صاحب نائب شیخ الادب جامعہ نظامیہ کے جامعہ ازہر مصر کے دورہ کے موقع پر فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر جاد عبد الرب امین عبد المجید صاحب عمید کلیۃ الدراسات ال إسلامیۃ والعربیۃ جامعہ ازہر نے علاحدہ نشست میں علماء ازہر اور کلیۃ الدراسات کے وکیل ڈاکٹر معوض اور دیگر شیوخ کے درمیان حضرت شیخ الحدیث کے سانحۂ ارتحال کو عالم اسلام کے لئے عظیم سانحہ قرار دیا، انہوں نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث، علم حدیث میں بلند پایہ مقام رکھتے تھے، آپ نے تدریس حدیث کے لئے خلیج اور یورپ وغیرہ کا سفر کیا اور وہاں علماء عرب کو حدیث کا درس دیا۔ آپ ہندوستان کے کبار علماء میں شمار کئے جاتے تھے، صد سالہ عرس شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے مرکزی اجلاس میں مجھے خطاب کے لئے مدعو کیا گیا تھا، اس وقت مجھے حضرت سے تفصیلی ملاقات و گفتگو کا موقع رہا میں نے آپ کو ایک متبحر عالم، عظیم محدث اور اسلاف کا نمونہ پایا۔

اللہ تعالی آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین، بجاہ سید المرسلین، صلی اللہ علیہ آلہ و صحبہ اجمعین۔

☆☆☆

عمدۃ المحدثین کا وصال

جامعہ نظامیہ کا ناقابل تلافی نقصان

دنیا بھر میں تعزیتی نشستیں، یوروپ، امریکہ، مشرق وسطٰی اور ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں جلسہ ہائے خراج عقیدت۔

عمدۃ المحدثین حضرت مولانا خواجہ شریف شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ کا انتقال جامعہ نظامیہ اور علمی دنیا کا عظیم خسارہ ہے۔ مولانا کے تلامذہ ومحبین کا دائرہ کار نہایت وسیع تھا۔ چنانچہ دنیا بھر میں جلسہ ہائے خراج عقیدت کا انعقاد عمل میں آیا۔ یوروپ وامریکہ اور مشرق وسطٰی کے مختلف شہروں میں مولانا کی خدمات کو بھرپور خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ جس کی روئیداد مختلف اخبارات میں وقفہ وقفہ سے شائع ہوتی رہی۔

☆☆☆

جامعہ نظامیہ میں 1000 نشستی فضیلت جنگ آڈیٹوریم

تقریبا دیڑھ صدی قدیم دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ میں تمام عصری سہولتوں سے مزین عصری آڈیٹوریم تکمیل کے آخری مراحل میں ہے اور توقع ہے کہ آئندہ ماہ اس کا باقاعدہ افتتاح عمل میں آئیگا۔ ریاستی حکومت کی جانب سے 14.60 کروڑ روپیوں کی لاگت سے تعمیر کیا جانے والا یہ آڈیٹوریم وقف بورڈ کے زیر نگرانی تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ اگزیکیٹیو انجنیئر روڈ اینڈ بلڈنگس ڈپارٹمنٹ محمد حفیظ الدین فاروقی نے بتایا کہ آڈیٹوریم کی تعمیر کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ لفٹ اور مابقی چند امور کی تکمیل جلد از جلد مکمل کرلی جائیگی۔ 1000 نشستوں کی گنجائش پر مشتمل اس آڈیٹوریم کی کشادگی سے جامعہ نظامیہ میں دینی پروگرامس کے علاوہ تعلیمی پروجیکٹس پر مشتمل اجتماعات وغیرہ کے لئے سہولت ہوجائے گی۔ ہمہ منزلہ آڈیٹوریم کی بلڈنگ بین الاقوامی معیارات کے مطابق تعمیر کی گئی ہے۔ جس میں اوپری منزل پر ضعیف العمر افراد کے پہونچنے میں سہولت کی خاطر لفٹ تنصیب کی جارہی ہے اور بہت جلد آڈیٹوریم میں بین الاقوامی معیار کا ساؤنڈ سسٹم بھی نصب کیا جائیگا۔ چیف اگزیکیٹیو آفیسر تلنگانہ اسٹیٹ وقف بورڈ جناب شاہ نواز قاسم نے کہا کہ آڈیٹوریم کے کام تکمیل کے قریب ہیں اور ہم نے حکومت کو اس کی اطلاع دے دی ہے جس کا رسمی طور پر افتتاح چیف منسٹر کے ہاتھوں عمل میں آئیگا۔ اس بارے میں ہمیں چیف منسٹر آفس سے جواب کا انتظار ہے۔ جامعہ نظامیہ کا قیام شیخ الاسلام حضرت مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ نے 1876ء میں عمل میں لایا۔ جسے نظام سابع میر عثمان علی خان کی مکمل سرپرستی حاصل تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ دینی ادارہ پھلتا پھولتا گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ جامعہ نظامیہ کی شہرت پورے ملک کے علاوہ دنیا بھر میں پھیلتی گئی اور آج جامعہ ازہر (مصر) کے بعد جامعہ نظامیہ دینی تعلیم اور درس وتدریس کے لئے خاص شہرت کا حامل ہے جسے اب ایک اسلامی یونیورسٹی کا موقف بھی حاصل ہے۔

☆☆☆

عمدۃ المحدثین حضرت مولانا **محمد خواجہ شریف** صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ

کی **فاتحہ سیوم** کے موقع پر منعقدہ **جلسہ تعزیت** سے

مفکر اسلام حضرت مولانا **مفتی خلیل احمد** صاحب شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ

کا خطاب

بمقام: جامعہ نظامیہ ۔ بتاریخ: 19/ڈسمبر 2018ء مطابق 9/ربیع الثانی 1440ھ بروز پیر

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین ۔ اما بعد

بزرگان ملت، برادران عزیز! آج جس شخصیت کی تعزیت کے لئے ہم جمع ہیں، وہ ہمہ پہلو شخصیت کے حامل تھے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ ان کے زندگی کے کس پہلو پر اظہار خیال کروں۔ وہ عالم شریعت بھی ہیں اور پیر طریقت بھی، مثالی معلم بھی ہیں اور نکتہ رس محقق بھی۔ وہ ایک عظیم شاعر بھی ہیں اور عالی قدر نثر نگار بھی۔ جہاں وہ کئی اداروں کے بانی ہیں، وہیں انگنت علمی و تحقیقی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ ان ہمہ جہت اوصاف اور عظمتوں کا ایک ہی شخصیت میں جمع ہونا بہت ہی کم نظر آتا ہے۔ لیکن مولانا محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ کی ذات گرامی ان تمام صفاتِ خیر کا مجموعہ تھی۔

آپ کی شخصیت کا کمال یہ تھا کہ ایک طرف عجم کے طلبہ آپ سے تحصیل علوم کو سعادت تصور کرتے تو دوسری طرف عرب علماء آپ کے آگے زانوے تلمذ طے کرنے کو باعث فخر سمجھتے۔ ان سب کمالات کے ساتھ آپ جامعہ نظامیہ کے مالیہ میں اضافہ، جامعہ کے استحکام اور اس کی علمی ترقی میں تادم زیست ہمہ تن مصروف رہے۔

محترم حاضرین! مولانا محمد خواجہ شریف صاحب جامعہ نظامیہ کی جماعت سوم میں شریک ہوئے۔ زمانۂ طالب علمی میں آپ جسمانی طور پر کمزور، دبلے پتلے تھے، لیکن علمی لیاقت میں سب سے آگے اور متفوق تھے، طالب علمی کے دور سے ہی آپ بلند عزائم کے مالک اور صاحب حوصلہ تھے۔

آپ کا جب جامعہ نظامیہ میں تقرر ہوا تو ابھی جامعہ سے فارغ التحصیل بھی نہیں ہوئے تھے، صرف لیاقت وصلاحیت کی بنیاد پر ادارہ نے

آپ کو استاذ مقرر کیا۔ آپ نے بعد میں امتحانات دیئے۔ یہ ان لوگوں کیلئے مثال ہے، جو محض ڈگریوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ پھر آپ استاذ سے نائب، پھر شیخ الادب، پھر شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

مولانا خواجہ شریف صاحب کی شخصیت مثالی نوعیت کی تھی۔ آپ کی ذات علم، اخلاص وللّٰہیت سے معنون تھی، زمانہ طالب علمی سے ہی آپ فعال ومتحرک شخصیت تھے۔ آپ نے کبھی پست ہمتی کا مظاہرہ نہیں کیا، بڑے بڑے معرکے آئے، بڑے سے بڑے ہنگامے ہوئے لیکن ہر معرکہ میں، ہر معاملہ میں آپ ثابت قدم رہے اور اولوالعزمی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا۔

میں نے مدینہ منورہ میں دیکھا کہ وہ عرب علماء جو عالم عرب کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں سے اعلی ڈگریاں حاصل کئے ہوئے تھے۔ کوئی ڈاکٹر تھا، کوئی انجینیر تھا اور کوئی کچھ تھا۔ تمام اہل زبان اور انتہائی لائق فائق تھے۔ لیکن ان سب نے مولانا خواجہ شریف صاحب کے آگے عقیدت واحترام سے زانوے تلمذ طے کیا۔ اور آپ کے حلقۂ درس کو قدردانی اور اہتمام کے ساتھ کبھی مسجد نبوی میں، کبھی کسی ہوٹل میں اور کبھی اپنی اپنی قیامگاہوں پر منعقد کیا۔ یہ مولانا کے فضل وکمال کا بین ثبوت ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا ان عرب اسکالرس کو ذی استعداد اساتذہ میسر نہیں تھے؟ کیا عرب دنیا میں قابل معلمین نہیں ہیں؟ نہیں، ایسی بات نہیں۔ بات یہ ہے کہ وہ اصحاب صلاحیتوں اور کمالات کے قدردان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے مولانا خواجہ شریف صاحب کی عظمتوں کو پہچان لیا تو ان کے علم وفضل کے معترف ہوگئے۔

اسی طرح عرب امارات، کویت اور جرمنی میں بھی ممتاز عرب علماء نے آپ کے علم وفضل سے خوب استفادہ کیا۔ آپ کے حلقہ درس کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ عرب وعجم کے لائق فائق طلبہ جو متقدمین کی کتابوں پر گہری نظر رکھتے ہیں، آپ کے نکات سن کر حیران رہ جاتے اور یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہتے کہ مولانا جو تشریح کرتے ہیں وہ ہمیں کسی اور کتاب میں نہیں نظر آتی۔

میرے بزرگو اور دوستو! مولانا خواجہ شریف صاحب کہیں اور سے پڑھ کر نہیں آئے۔ ان کا علم وفضل کسی اور کا مرہون منت نہیں، بلکہ یہ جامعہ نظامیہ ہی کی دین ہے۔ ہاں انہوں نے جدوجہد کی اور اپنے آپ کو منوایا اور لوگوں کے دلوں کو جیت لیا۔

یہ بات بھی آپ کو معلوم ہونی چاہئے کہ سعودی عرب میں جہاں غیر مقلدین کا غلبہ ہے مولانا خواجہ شریف صاحب جب وہاں درس حدیث دیا کرتے تو جرأت کے ساتھ اہل سنت کے مسلک کا دفاع کرتے، مخالف ماحول میں بھی حق بات بیان کرتے۔

مولانا کا اس دنیا سے رخصت ہوجانا جامعہ کیلئے، طلبہ علوم اسلامیہ کیلئے اور خاص طور پر میرے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ جامعہ کے معاملات میں میں ان سے مشورہ لیا کرتا۔ اب میں مشورہ کروں تو کس سے کروں؟ رائے لوں تو کس سے لوں؟ کوئی علمی مسئلہ ہوتا تو میں آپ سے رجوع کرتا۔ انتظامی، ملی یا جامعہ کا کوئی مسئلہ ہوتو مولانا سے مشورہ ہوتا۔ مولانا کے وصال سے یہ باب بند ہوگیا ہے۔ سوچتا ہوں اب کس سے مشورہ کروں؟ یہ میرے لئے ایک تکلیف دہ معاملہ ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ اس نظام کو چلانے والا ہے وہ چلا رہا ہے اس میں کوئی شک نہیں' جیسا کہ ابھی بڑے بڑے اساتذہ کا ذکر کیا گیا اب وہ اساتذہ تو موجود نہیں لیکن اب اساتذہ کا نمونہ اگر کوئی دیکھنا چاہتا ہے وہ مولانا خواجہ شریف صاحب کو دیکھ لیتا۔ ان سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب یہ ایسے تھے تو ان کے اساتذہ کیسے تھے۔

لیکن اب طلبا پر ہمارے لوگوں پر یہ ذمہ داری ہے کہ سمجھیں کہ حضرت نے اپنے آپ کو کیسے بنایا وہ اس میدان میں کیسے آگے بڑھے۔ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ علم ایک کاغذ کا نام ہے' کاغذ کی سند کا نام ہے۔

آپ کی سادگی کا جیسے ذکر ہورہا تھا' ایک مرتبہ میں مسجد چمکورہ گیا وہاں آپ چھوٹے بچوں کو یسرنا القرآن پڑھا رہے ہیں۔ میں عرض کیا کہ مولوی صاحب آپ کو اللہ نے یسرنا القرآن کے لئے پیدا نہیں کیا آپ کو بیضاوی وکشاف کے لئے پیدا کیا۔ یسرنا القرآن پڑھانے کے لئے بہت سارے لوگ ہیں' یہ آپ کا کام نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ محلہ کے بچے ہیں اگر نہ پڑھ سکے تو ایسے ہی رہ جائیں گے اس لئے کچھ وقت ان کے لئے نکالتا ہوں۔

آپ کا جو معاملہ تھا علم' کا فضل کا' فہم کا' فراست کا دین کا' دیانت داری کو کوئی بھی آپ کی برابری نہیں کرسکتا تھا۔ جس وقت آپ کی شدید علالت کی اطلاع ملی تو میں مدینہ شریف میں تھا کافی دعائیں کرتا رہا' لیکن قضا وقدر کوئی روک نہیں سکتا' جیسا کہ قرآن وحدیث میں ہے کہ ہر ایک کو جانا ہے' لیکن وہ جانا مبارک ہے جس کو سب یاد کریں۔ آپ کے جنازہ میں جم غفیر نے آپ سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کی دعاؤں کو قبول کرے۔ مولانا کی قبر کو انوار سے معمور فرمائے' اللہ آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کا نعم البدل ہم کو عطا فرمائے۔

و صلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ و علی آلہ الطیبین و اصحابہ الأکرمین أجمعین۔

☆☆☆

تعلیمی رپورٹ جامعہ نظامیہ

بابتہ ماہ شعبان 1439ھ ماہ مئی 2018ء

شرکاءامتحان کی جملہ تعداد 6759

الحمدللہ' جامعہ نظامیہ کو عارف باللہ شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہ اشارہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲۹۲ھ میں تقویٰ وتوکل کے اساس پر قائم فرمایا۔ یہ ایک اقامتی دینی درسگاہ ہے جو (۱۴۸) سال سے علم دین کی تعلیم واشاعت میں مصروف ہے۔ مورخہ ۹رشوال المکرم ۱۴۳۹ھ م ۲۴رجون ۲۰۱۸ء کو نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوا۔ اس سال (۶۹۵) جدید طلبہ کو داخلہ دیا گیا دارالاقامہ میں (۷۰۰) طلبہ کے لئے مفت قیام وطعام کی گنجائش رکھی گئی ہے ماںقی طلبہ بیرونی حیثیت سے تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ اسطرح کل تعداد (۱,۰۶۰) رہی۔ سال حال زیر تعلیم کلیۃ البنات کی طالبات کی جملہ تعداد (۵۵۹) ہے اس طرح کُل تعداد (۱,۶۱۹) رہی۔

امتحانات سالانہ منعقدہ ماہ شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ م ماہ مئی ۲۰۱۸ء میں جملہ (۶,۷۵۹) طلبہ شریک ہوئے جنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) سال آخر سندی درجات میں شرکاءامتحان کی جملہ تعداد (۵۸۱) رہی اور کامیاب (۳۶۴) نتیجہ کامیابی ٪۶۷ فیصد رہا۔ جن میں مولوی (۲۵۳) عالم (۱۶۰) فاضل (۱۳۳) کامل الحدیث (۲۸) کامل الفقہ (۳)۔ کامل التفسیر (۱)۔ کامل الادب (۲)' کامل التاریخ (۱)

(۲) مولوی تا کامل سال اول غیر سندی درجات میں شریک امیدواروں کی تعداد (۹۳۶) رہی جن میں کامیاب امیدواروں کو سال آخر سندی درجات میں شرکت کا اہل قرار دیا گیا۔ کامیاب طلبہ کی تعداد (۴۶۵) رہی اور نتیجہ کامیابی ٪۵۶ فیصد رہا۔

(۳) تحتانی' وسطانی واہلخدمات شرعیہ وحفاظ درجات میں شریک امیدواروں کی تعداد (۴۷۴) رہی جن میں (۳۹۱) طلبہ نے کامیابی حاصل کی۔ کامیاب طلبہ کو آگے کی جماعت میں شرکت کا اہل قرار دیا جاکر ترقی دی گئی اور نتیجہ کامیابی ٪۹۰ فیصد رہا۔ نیز جامعہ کے ملحقہ مدارس دارالعلوم عربیہ کاورم پیٹہ' دارالعلوم النعمانیہ شاہ علی بنڈہ نئی روڈ انوارالعلوم الحبیبیہ عثمان باغ' مدرسہ عربیہ انوارالعلوم بھوانی نگر' مدرسہ انوارالعلوم لطیفیہ' امان نگر (بی)۔ دارالعلوم البرکاتیہ چندرائن گٹہ' مدرسہ انوار عثمان عنبرپیٹ' دارالعلوم سیف الاسلام مسجد تیغ جنگ خلوت' مدرسہ انوارالعلوم کریم نگر' مدرسہ عربیہ سراج العلوم رائچور' سے شعبہ وسطانی میں (۸۷) طلبہ شریک رہے اور مختلف درجوں سے کامیابی حاصل کی۔

(۴) جامعہ کے شعبہ ''تحفیظ القرآن الکریم'' میں (۱۹) طلبہ نے حفظ قرآن مجید کی تکمیل کی۔ نیز جامعہ کے ملحقہ مدارس سے (۳۰۹) طلباء شریک رہے جن میں (۲۴۸) طلباء نے حفظ قرآن مجید کی تکمیل کی جن میں (۶۵) طالبات بھی شامل ہیں۔

(۵) امتحانات قراءت سبعہ وعشرہ وقرات سیدنا امام عاصم کوفیؒ کے شرکاء امتحان کی تعداد (۲,۳۳۰) رہی جن میں ذکور کی تعداد (۸۹۹) اناث کی تعداد (۱۴۱۲,) ہے امتحانات قرات میں جملہ (۱۵۷۵,) امیدواروں نے مختلف درجوں سے کامیابی حاصل کی اور نتیجہ کامیابی %۶۷ فیصد رہا

(۶) امتحانات نصاب ''اہل خدمات شرعیہ'' ان امتحانات میں شریک امیدواروں کی تعداد (۱,۲۴۷) رہی۔

جنکی تفصیل حسب ذیل هے۔

نام امتحان	تعداد شرکاء امتحان	کامیاب شدگان
نائب قضاءت	۲۷۹	۱۹۹
خطابت	۱۱۰	۹۵
امامت	۸۲۶	۶۴۸
مؤذنی	۲۵۳	۱۷۷
ملا	۲۵۶	۱۷۶
جملہ شرکاء امتحان	۱,۲۴۷	کامیاب۔ ۱,۲۹۵

نتیجه کامیابی 82 فیصد رہا۔

الحمدللہ امسال بھی جدہ (سعودی عربیہ) میں بھی شعبہ ''امامت'' اور ''قرأت عاصم کوفیؒ'' کا سنٹر قائم کیا گیا۔

ہر سال کی طرح امسال بھی قرأت سیدنا امام عاصم کوفیؒ اور نصاب اہل خدمات شرعیہ کے امتحانی مراکز شہر کے علاوہ اضلاع وتعلقہ جات' کاورم پیٹ' جڑ چرلہ' محبوب نگر' کولم پلی' یمگنور' کرنول' کاماریڈی'' رائچور' گلبرگہ شریف' بیجاپور' ہنے گاوں' بیدر شریف' گنگاوتی' ناندیڑ' پربھنی' اورنگ آباد وغیرہ میں قائم کئے گئے۔

(۷) ''ڈپلوما ان عربک'' یہ امتحان عربی زبان سیکھنے کے خواہشمند اصحاب کیلئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ عوام میں عربی زبان اور قرآن فہمی کا شوق پیدا ہو۔

سال حال اس امتحان میں جملہ (۴۱۲) طلبہ و طالبات شریک رہے جن میں (۳۴۴) امیدواروں نے کامیابی حاصل کی اور نتیجہ کامیابی ٪91 فیصد رہا۔ الحمدللہ اس سال جدہ (سعودی عربیہ) میں ڈپلوما ان عربک کا سنٹر قائم کیا گیا۔

(۸) کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ: کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ واقع قاضی پورہ لڑکیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم وتربیت کا مرکز ہے جس کو جامعہ نظامیہ نے 1997ء میں قائم کیا۔ الحمدللہ کلیۃ البنات ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔امسال شریک امتحان طالبات کی تعداد (۸۵۲) رہی جن میں (۷۶۶) طالبات نے کامیابی حاصل کی' کامیاب طالبات کو آگے کی جماعتوں میں ترقی دی گئی۔ اور نتیجہ کامیابی ۹۰% فیصد رہا۔

مولوی (۲۸۵)' عالم (۱۷۰)' فاضل (۸۹)' کامل الحدیث (۱۶)' کامل التفسیر (۱) کامل الادب (۲) ڈپلوما ان عربک (۵۷)' قرأت عاصم کوفیؒ (۸۱)' اہل خدمات شرعیہ (۱۵۱)۔ سال حال زیر تعلیم طالبات کی تعداد (۵۵۹) ہے۔

مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں شرکاء امتحانات سالانہ منعقدہ ماہ مئی ۲۰۱۸ء کی جملہ تعداد (۷۵۹,۶) رہی جن میں کامیاب طلبہ کی تعداد (۶۸۲,۴) رہی اور نتیجہ کامیابی ۹۷ فیصد رہا۔

سندی درجات مولوی تا کامل میں جملہ (۳۶۴) امیدواروں اور حفظ قرآن مجید میں جملہ (۲۴۸) طلبہ وطالبات فراغت حاصل کئے ہیں جن میں حسب روایت قدیم (۶۶) فاضلین جامعہ اور (۲۴۸) حفاظ جامعہ کو دستار فضیلت وخلعت حفظ شیوخ کرام جامعہ نظامیہ کے دست مبارک سے بموقع عرس شریف بانی جامعہ نظامیہ وجلسہ تقسیم اسناد وعطائے خلعت ودستار بندی منعقدہ ۵ رفبروری ۲۰۱۹ء عطا کئے گئے۔ اور مولوی تا کامل میں جملہ ۳۶۴ طلبا وطالبات کو اسنادات عطا کئے گئے۔

☆☆☆

گولڈ میڈلس Gold Medels (طلائی تمغہ جات)

جامعہ نظامیہ کے امتیازی درجہ سے کامیاب طلبہ وطالبات کو گولڈ میڈلس بزم طلبائے قدیم ومحبان جامعہ نظامیہ (جدہ) ودیگر کی جانب سے دیئے جاتے ہیں الحمدللہ سال حال حسب ذیل اصحاب کی جانب سے دس (۱۱) گولڈ میڈلس دیئے جارہے ہیں۔

سلسلہ	نام امیدوار	جماعت	منجانب	گولڈ میڈل
۱	سید جمیل الدین بن سید امام الدین	کامل الفقہ	محترم محمد مصلح الدین جاوید صاحب بتوسط بزم طلبا قدیم ومحبان جامعہ (جدہ)	حضرت شیخ الاسلام حافظ محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ بانی جامعہ نظامیہ
۲	سید خواجہ معین الدین بن سید قادر محی الدین	کامل الفقہ	خانقاہ روضۃ الاصفیاء شاہ ولی اللہیؒ سکندر آباد	حضرت شاہ ولی اللہ صوفی محدث دہلویؒ
۳	محمد ریحان بن محمد تسلیم انصاری	کامل الفقہ	محترم حکیم مظفر علی سجاد صاحب	حضرت سید شاہ وجیہ اللہ حسینی قادری ملتانیؒ
۴	سید انوار اللہ حسینی بن سید سلطان محمد پاشاہ	کامل الفقہ	مولوی سید خلیل احمد قادری صاحب معلم ریاضی جامعہ نظامیہ	نواب احمد یار جنگ
۵	عبدالقادر تبریز بن محمد مولانا کلبکری		محترم بیرسٹر اسدالدین اویسی صاحب صدر کل ہند مجلس اتحادالمسلمین ورکن پارلیمنٹ حیدرآباد	حضرت شاہ آغا محمد داؤد ابوالعلائیؒ
۶	محمد ذاکر حسین بن محمد غوث الدین	فاضل	خانقاہ روضۃ الاصفیاء شاہ ولی اللہیؒ سکندرآباد	حضرت شاہ عبدالعزیز صوفی محدث دہلویؒ
۷	محمد اسامہ بن محمد وحید الدین	فاضل	خانقاہ روضۃ الاصفیاء شاہ ولی اللہی، سکندرآباد	حضرت شاہ عبدالقادر صوفی محدث سکندرآبادؒ
۸	محمد عبدالقادر حسین بن محمد فضل حسین	فاضل	محترم سراج محمد خان صاحب (صدر الحراء ایجوکیشنل سوسائٹی)	محترم سرتاج محمد خان صاحب مرحوم
۹	محمد مظہر بن محمد اکبر	فاضل	محترم سید شاہ محمود رضوی قادری صاحب	حضرت علامہ سید شاہ ابراہیم ادیب رضویؒ
۱۰	اسماء ذیشان بنت محمد ذاکر علی	فاضل	انتظامی کمیٹی درگاہ حضرت خواجہ محبوب اللہ شاہؒ	حضرت خواجہ محبوب اللہ شاہ علیہ الرحمہ
۱۱	اسماء عمر صدیقی بنت محمد امجد حسین صدیقی	فاضل	محترم بیرسٹر اسدالدین اویسی صاحب صدر کل ہند مجلس اتحادالمسلمین رکن پارلیمنٹ، حیدرآباد	حضرت امام سُبکی علیہ الرحمہ
۱۲	شاہانہ بیگم بنت محمد ابراہیم	فاضل	محترم حکیم مظفر علی سجاد صاحب	حکیم سجاد صاحب

علاوہ ازیں امتیازی درجہ سے کامیاب شدہ طلبہ وطالبات کو انعام تعلیمی وگولڈ میڈلس اور انعامات تقریری بدست مہمانان خصوصی عطا کئے گئے۔

رائے اور قیاس کی حقیقت

افادات :

شیخ الاسلام حضرت مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی المخاطب بہ فضیلت جنگ قدس اللہ سرہ بانی جامعہ نظامیہ

اہل حدیث فقہ کی توہین میں اول من قاس ابلیس نہایت جرأت سے کہا کرتے تھے۔ سو بفضلہٖ تعالیٰ یقینی طور پر ثابت ہوگیا کہ مجتہدوں کے قیاس پر اس کا اطلاق غلط محض ہے وہاں یہ کہنا صادق ہے اول من قاس النبی صلی اللہ علیہ و سلم و تبعه الصدیق وغیرہ من الصحابة رضی اللہ عنهم۔

نیل الاوطار میں قاضی شوکانی نے جو اس مقام میں لکھا ہے، ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے جس کا مطلب اسی کے قریب ہے جو بیان کیا گیا۔ **وھو هذا و قد اجتمع فی هذه القضية الاحتجاج من عمر بالعموم و من ابی بکر بالقياس و دل ذلک علی ان العموم يخص بالقياس و ان جميع ما تضمنه الخطاب الوارد فی الحکم الواحد من شرط و استثناء مراعی فيه و معتبر صحة فلما استقر عند عمر صحته رای ابی بکر و بان له صوابه تابعه علی قتال القوم و هو معنی قوله فعرفت انه الحق يشير الی انشراح صدره بالحجة التی اتی بها و البرهان الذی اقامه نصا و دلالة۔** قاضی شوکانی نے لکھا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحت رائے عمر رضی اللہ عنہ پر ظاہر ہوگئی اِس سے ظاہر ہے کہ باوجودیکہ عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں کان رایه موافقاً للوحی و الکتاب وارد ہے۔ مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے اُن سے بھی بڑھی ہوئی تھی۔

لقب ''اہلِ رائے'' مدح ہے

امام صاحب جو اصحاب الرائے کے سرگروہ مانے جاتے ہیں اُس کی وجہ یہی تفاضل رائے ہے یعنی اکابر محدثین نے دیکھا کہ صاحب الرائے تو سبھی ہیں مگر اس قابل کہ اصحاب الرائے کہے جائیں ابوحنیفہ اور اُن کے اتباع ہیں اس وجہ سے وہ اُن کا لقب ہی ٹھہرا دیا مگر اہل حسد نے بجائے مدح اُس میں مذموم معنی پیدا کئے جیسے اہل کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو راعنا کہہ کر اُس سے مذموم معنی مراد لیتے تھے۔

''عن عبد الله قال لما قبض رسول الله صلی الله عليه و سلم قالت الانصار منا امير و منكم امير فاتاهم عمر رضی الله عنه فقال يا معشر الانصار أ لستم تعلمون ان رسول الله صلی الله عليه و سلم قد امر ابابکر رضی الله عنه ان يؤم الناس فايكم تطيب نفسه ان

یتقدم ابابکر رضی اللہ عنہ فقالت الانصار نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر رضی اللہ عنہ رواہ الامام احمد فی المسند"یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے ساتھ ہی انصار نے مہاجرین سے کہا کہ اب ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں سے یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ لوگ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ لوگوں کی امامت کریں۔ اب کہئے کہ آپ حضرات میں کس کا نفس گوارا کرتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے بڑھے انصار نے کہا 'نعوذ باللہ' ہم ہرگز ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔

دیکھئے: عمر رضی اللہ عنہ نے اس نازک موقع میں قیاس ہی سے کام لیا کہ جس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت میں مقدّم کئے گئے تھے امارت و خلافت میں بھی مقدم کئے جائیں اور انصار اِس قیاس کو رد نہ کر سکے اور کسی کو یہ کہنے کی مجال نہ ہوئی کہ حضرت ہمیں اُن کی خدمت میں پیش امامی میں کلام نہیں ہر نماز میں ہم اُن کی اقتداء کیا کریں گے۔ مگر ہمارا کلام امارت وخلافت میں ہے جس سے تمام اہل اسلام کے جان و مال وحقوق اور حکمرانی اور اشاعت اسلام وغیرہ امور متعلق ہیں۔ اب قیاس کی وقعت و برکت کو دیکھئے کہ کیسے عظیم الشان معاملہ کو جس میں لاکھوں جانیں تلف ہوا کرتی ہیں کس آسانی سے طے کر دیا۔ وجہ اس کی کیا تھی انصار رضی اللہ عنہم کا تدین اور احقاق حق کی خواہش۔ جب انہوں نے اس قیاس میں غور کیا اور آثار حقانیت اُن سے نمایاں ہوئے از راہ تدین فوراً اس کو قبول کر لیا گو اُس میں اُن کا سراسر نقصان تھا۔ غور کیجئے کہ اسلام میں پہلا مہتم بالشان واقعہ جو پیش آیا وہ امر خلافت تھا۔ اور وہ بمقابلہ مہاجرین وانصار صرف قیاس سے طے ہوا۔ یہ واقعہ تمام صحابہ کی گواہیاں پیش کر رہا ہے کہ کل صحابہ قیاس کو فقط مانتے ہی نہ تھے بلکہ بڑے بڑے مہتم بالشان مسائل کا فیصلہ اُسی پر محول کرتے تھے اور اہل رائے کے اتباع اور امتثال کو اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اب اس سے بڑھ کر قیاس کے مشروع ہونے پر کونسا اجماع ہوسکتا ہے۔؟

"عن ابن عباس قال قلت لعثمان ماحملکم علی ان عمدتم الی سورۃ الانفال و ھی من المثانی و الی سورۃ براءۃ وھی من المئین فقرنتم بینھما و لم تکتبوا بینھما سطر ابسم اللہ الرحمن الرحیم فوضعتموھا فی السبع الطوال فما حملکم علی ذلک قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما یاتی علیہ الزمان و ھو ینزل علیہ من السور ذوات العدد فکان اذا نزل علیہ الشئ دعا بعض من یکتب لہ فیقول ضعوا ھذہ فی سورۃ التی یذکر فیھا کذا و کذا اذا نزلت علیہ الآیات قال ضعوا ھذہ الآیات فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا و کذا و اذا نزلت علیہ الایۃ قال ضعوا ھذہ الأیۃ فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا و کذا و کانت سورۃ الانفال من اوائل ما نزل بالمدینۃ و کانت سورۃ براءۃ من اواخر ما انزل من القرآن قال فکانت قصتھا شبیھا بقصتھا فظننا انھا منھا و قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و لم یبین لنا انھا منھا فمن اجل ذلک قرنت بینھما و لم اکتب بینھما سطر بسم اللہ الرحمن الرحیم و وضعتھا فی السبع الطوال رواہ امام الاحمد فی المسند"۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے سورہ انفال کو جو چھوٹی سورت ہے، سورۂ برأت کے ساتھ کیوں ملا دیا؟ کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر متعدد سورے اُترتے تھے اور جب آیتیں اُترتیں تو فرماتے کہ جس سورۃ میں فلاں قسم کا ذکر ہے اُس میں اِن آیات کو لکھ دو اور سورہ انفال مدینہ میں اوائل میں اُترا تھا اور سورہ

تو یہ قرآن کے آخر میں اُترا اور حضرت نے اُن کے بارہ میں کچھ نہیں فرمایا اور مضمون دونوں کے باہم مشابہ تھے اس لئے اُسی قیاس پر ہم نے دونوں کو ملا دیا جو حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم بلحاظ مضمون آیتوں کو سورتوں میں داخل فرماتے تھے اور دونوں کے درمیان میں بسم اللہ نہیں لکھی دیکھئے عثمان رضی اللہ عنہ نے ترتیب قرآن میں بھی قیاس کو دخل دیا۔

"عن علی رضی اللہ عنہ قال لما توفی ابو طالب اتیت النبی صلی اللہ علیہ و سلم فقلت ان عمک الشیخ قد مات قال اذهب فوار اہ ثم لا تحدث شیئًا حتی تاتینی قال فوار یتہ ثم اتیتہ قال اذهب فاغتسل ثم لا تحدث شیئًا حتی تاتینی قال فاغتسلت ثم اتیتہ قال فدعا لی بدعوات ما یسرنی ان لی بها حمر النعم و سودها قال و کان علی رضی اللہ عنہ اذا غسل المیت اغتسل رواہ الامام احمد فی مسندہ" ۔یعنی علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد ابو طالب کی وفات ہوئی تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کے بوڑھے چچا مر گئے ۔فرمایا جاؤ اُن کو خاک میں چھپا دے کر بغیر اِس کے کہ کوئی دوسرا کام کرو میرے پاس چلے آؤ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پھر فرمایا کہ جاؤ اور غسل کر کے فوراً میرے پاس آؤ! اور کوئی دوسرا کام نہ کرو جب میں غسل کر کے حاضر ہوا تو حضرت نے میرے لئے ایسی دعائیں کیں کہ اگر سرخ و سیاہ اونٹ اُن کے معاوضہ میں مجھے مل جاتے تو ویسی خوشی مجھے نہ ہوتی ۔راوی کہتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ کی عادت تھی کہ جب کسی میت کو غسل دیتے تو آپ بھی اُس کے بعد غسل کر لیتے ۔دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا تھا نہ اور کسی سے کہ غسل میت بھی موجب غسل ہے مگر علی کرم اللہ وجہہ نے اُس حکم خاص پر قیاس کر کے ہر میت کے غسل کے بعد غسل کرنے کا التزام کر لیا تھا۔

تفسیر درمنثور میں یہ روایت ہے کہ کسی عورت نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے یا امہ کہا آپ نے فرمایا۔ **انا ام رجالکم و لست ام نسائکم** یعنی میں مردوں کی ماں ہوں عورتوں کی ماں نہیں ہوں ۔ یہ اس وجہ سے فرمایا کہ قرآن شریف میں **"النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم و ازواجه امهاتهم"** وارد ہے۔ اور امہاتھم کی ضمیر مردوں کی طرف پھرتی ہے مگر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں مردوں اور عورتوں دونوں کی ماں ہوں **"کما قال و اخرج ابن سعد عن ام سلمة قالت انا ام الرجال منکم و النساء"** ۔ حاصل یہ کہ آپ نے مردوں پر عورتوں کو قیاس کیا اور فرمایا کہ جیسے مرد ویسی عورتیں؛ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں دونوں شریک ہیں ۔اس وجہ سے عورتوں کی بھی ماں ہونا ثابت ہے۔

"عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم من ابتاع طعاماً فلا یبعہ حتی یقبضہ قال ابن عباس و احسب کل شئ بمنزلة الطعام رواہ مسلم" یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص غلہ خرید کرے تو جب تک قبضہ نہ کر لے، اُس کو دوسرے کے ہاتھ نہ بیچے ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں خیال کرتا ہوں کہ ہر چیز بمنزلہ غلہ ہے جب تک قبضہ نہ کرے نہ بیچے ۔دیکھئے کہ غلہ پر سب چیزوں کا قیاس انہوں نے کیا۔

"عن ابی هریرة انه قال لمروان احللت بیع الربا فقال ما فعلت فقال ابو هریرة احللت بیع الصکاک و نهی رسول اللہ علیہ

وسلم عن بیع الطعام حتی یستوفیٰ فخطب مروان الناس فنھی عن بیعھا قال سلیمان فنظرت الی حرس یأخذونھا من ایدی الناس رواہ مسلم'' یعنی ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے مروان سے کہا تم نے بیع ربوا کو حلال کردیا انہوں نے کہا یہ تو میں نے نہیں کیا۔ فرمایا جو چک خزانہ سرکاری سے نکلتے ہیں اُن کی بیع تم نے حلال کردی حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کو قبل قبضہ بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ سنکر مروان نے خطبہ پڑھا اور چکوں کو بیچنے سے منع کردیا۔ سلیمانؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ سپاہی لوگوں کے ہاتھوں سے چک لے لیتے تھے۔

دیکھئے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے غلہ کی بیع پر چکوں کی بیع کو قیاس کیا اور اُس کی تعمیل بھی ہوگئی کہ لوگوں کے ہاتھوں سے جن میں صحابہ بھی موجود تھے چکیں چھینی جاتی تھیں اور کسی نے یہ اعتراض نہ کیا کہ حضرت یہ تو کاغذ ہیں غلہ نہیں جس کی بیع حرام ہو۔

''**عن ابی ھریرۃ قول نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجمع الرجل بین المراۃ و عمتھا و بین المرأۃ و خالتھا قال ابن شھاب فنری خالۃ ابیھا و عمۃ ابیھا بتلک المنزلۃ رواہ مسلم**'' یعنی منع فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خالہ بھانجی اور پھوپھی، بھتیجی کو کوئی شخص اپنے نکاح میں رکھے۔ ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ ہماری رائے میں باپ کی خالہ اور باپ کی پھوپی کا بھی یہی حکم ہے دیکھئے ابن شہابؒ نے بھی اس مسئلہ میں رائے لگائی اور قیاس کیا۔

اِن تصریحات سے ثابت ہے کہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو رائے اور قیاس سے استنباط مسائل کرنے کا انکار نہ تھا اور کیونکر ہو سکے، رائے وہ چیز ہے جس سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خوشنودی ظاہر فرمائی جیسا کہ اس حدیث شریف میں اس کی تصریح ہے۔ ''**عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعثہ الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ قال اجتھد برائی و لا آلو قال فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صدرہ و قال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما یرضی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ الترمذی و ابو داؤد و الدارمی کذا فی المشکوۃ**'' یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر یمن کی طرف روانہ کرنا چاہا تو اُن سے پوچھا کہ اگر کوئی مسئلہ پیش آئے تو تم کیا کروگے؟ کہا کتاب اللہ سے حکم کروں گا۔ فرمایا اگر کتاب اللہ میں تم نہ پاؤ تو کیا کروگے کہا حدیث سے حکم کروں گا۔ فرمایا اگر حدیث میں بھی نہ پاؤ تو کیا کروگے؟ کہا رائے سے کام لونگا اور کوشش میں کوتاہی نہ کرونگا یہ سنکر حضرت نے اُن کو شاباشی دی اور فرمایا خدا کا شکر ہے کہ رسولِ (نمائندہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات کی توفیق دی کہ اُس سے رسول اللہ راضی ہوں۔

جوابِ ابن حزم

اس سے علاوہ تحسین رائے کے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ بہت سے مسائل ایسے بھی ہیں جن کو ہر شخص قرآن میں نہیں پا سکتا اس سے ابو داؤد ظاہری اور ابن حزم کی اس دلیل کا جواب بھی ہوگیا جو آیہ شریفہ ''**و نزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی**''۔ ''**و قولہ تعالیٰ و لا**

رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین'' پیش کر کے کہتے ہیں کہ جب قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے ہر چیز کو بیان کر دیا تو اب رائے لگانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اُس کی اجازت بھی نہیں۔

کیونکہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہے کہ آیۂ شریف کا یہ مطلب نہیں کہ ہر مسئلہ کا حکم قرآن سے بغیر رائے اور قیاس سے معلوم ہوسکتا ہے اس وجہ سے قیاس کی ضرورت نہیں، اگر ایسا ہوتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فان لم تجد فی کتاب اللہ نہ فرماتے اور نہ صحابہ میں قیاس شائع و ذائع ہوتا حالانکہ احادیث مذکورہ سے جواز قیاس پر اجماع ثابت ہے۔ اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے تصریح کی ہے کہ صحابہ عموماً رائے اور قیاس سے کام لیا کرتے تھے جیسا کہ الانصاف میں لکھا ہے۔''فانقضیٰ عصرہ الکریم علی ذلک ثم تفرقوا (ای الصحابۃ) فی البلاد و صار کل واحد مقتدی ناحیتہ من نواحی و کثرت الوقائع و دارت المسائل فاستفتوا فیھا فاجاب کل واحد حسب ما حفظہ و استنبطہ و ان لم یجد فیما حفظہ و استنبطہ ما یصلح للجواب اجتھد برایہ و عرف العلۃ التی ادار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیھا الحکم فی منصوصاتہ فاقر الحکم حیثما وجدھا لا یالو فی جھد موافقۃ غرضہ علیہ الصلوۃ والسلام فعند ذلک وقع الاختلاف بینھم علی ضروب'' اس سے ظاہر ہے کہ جب ضرورت ہوتی تھی صحابہ اپنی رائے سے قیاس کر لیتے تھے اسی وجہ سے صحابہ کے اقوال میں اختلاف واقع ہے اس کے بعد یہ کہنا کہ آیۂ موصوفہ سے قیاس کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے احادیث اور اجماع صحابہ کو باطل کرنا ہے رہا یہ کہ آیۂ موصوفہ سے ظاہر ہے کہ ہر چیز کا بیان قرآن میں موجود ہے پھر قیاس کی کیا ضرورت؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ فی الحقیقت قرآن شریف میں سب کچھ ہے مگر سمجھ کر اُس کو نکالنا مشکل ہے، کیا ممکن ہیکہ جتنے واقعات پیش ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں ہر شخص قرآن سے اُن کا حکم نکال سکے؟ ہر گز نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ اہل رائے کی ضرورت خود آیۂ موصوفہ سے ثابت ہوتی ہے جو اپنی رائے اور قیاس سے ہر مسئلہ قرآن سے نکال سکیں۔ اسی وجہ سے حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں رائے کی تحسین وارد ہے۔

مجتہدین قیاس کے لیے مامور ہیں

جس طرح آیۂ موصوفہ سے مجتہد کی رائے اور قیاس کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح اس آیت سے قیاس مجتہد کی اجازت ثابت ہے۔ ''وھو قولہ تعالیٰ فاعتبروا یا اولی الابصار'' اس آیہ شریفہ میں اعتبار کرنے کا حکم ہے۔ کشف بزدوی میں لکھا ہے کہ اہل لغت اعتبار کے معنی رد الشیئ الی نظیرہ لکھے ہیں اور محاورہ میں کہا جاتا ہے اعتبرت ھذا الثوب بھذا الثوب ای سویتہ فی التقدیر یعنی جب کسی کپڑے کے برابر دوسرا کپڑا قطع کیا جاتا ہے تو اعتبرت ھذا الثوب بھذا الثوب کہتے ہیں۔ چونکہ قیاس فقہی میں بھی رد الشیئ الی نظیرہ اور تسویۃ الشئی صادق ہے کہ اس لئے مثلاً جو چیز مسکر ہونے میں خمر کی نظیر ہو اُس کو خمر کی طرف پھیر کر اُس کے حکم یعنی حرمت میں برابر کر دیتے ہیں جیسے کپڑے میں برابری کر دی جاتی ہے۔ اس وجہ سے اعتبار کے معنیٰ پورے طور سے قیاس فقہی پر صادق آ گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطاب ''فاعتبروا یا اولی الابصار'' سے اہل بصیرت قیاس فقہی کے مامور ہیں۔

یہاں یہ اعتراض کیا جاتا ہیکہ پوری آیۂ شریفہ یہ ہے کہ ''و قذف فی قلوبھم الرعب یخربون بیوتھم بایدیھم و ایدی المومنین فاعتبروا یا اولی الابصار'' اس میں پہلے یہ ذکر کیا گیا کہ کفار کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا گیا کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتوں سے خراب کرنے لگے اور مسلمانوں نے بھی خراب کیا اس کے بعد ارشاد ہے ''فاعتبروا یا اولی الابصار'' جس سے ظاہر ہے کہ اعتبار حاصل کرنے سے مراد اتعاظ اور نصیحت لینی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اُن کی حالت کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرو۔ اسی وجہ سے اعتبار کا اطلاق عموماً نصیحت قبول کرنے والے پر ہوا کرتا ہے۔ اس صورت میں فاعتبروا کو قیاس سے کوئی تعلق نہ ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اعتبار کا اطلاق حقیقۃً ایسے معنی پر ہوتا ہے جہاں انتقال اور مجاوزت الی الغیر ہو اس لئے کہ مادۂ ع ب ر کی خاصیت ہے کہ اُس میں انتقال کے معنی ضرور ہوتے ہیں مثلاً عبور نہر وغیرہ سے گذر جانے کو کہتے ہیں۔ اور معبر پل اور اُس کشتی کو جو نہر کے پار اتار دے اور عبّار اُس اونٹ کو کہتے ہیں جو قوی السیر ہو اور عابر سبیل راستہ سے گذرنے والے کو اور عبرۃ اُس اشک کو کہتے ہیں جو آنکھوں سے نکل پڑے اور خواب کی تعبیر میں بھی یہی ہوتا ہے کہ جو چیز دیکھی جاتی ہے اُس سے دوسری چیز کی طرف عبور کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً دودھ خواب میں دیکھا جائے تو اُس کی تعبیر علم ہوگی چونکہ نصیحت حاصل کرنے میں بھی یہی ہوتا ہے کہ دوسرے کی حالت پر اپنی حالت قیاس کی جاتی ہے کہ جس طرح اُسنے کیا اگر ہم بھی کریں تو ہمارا بھی وہی حال ہوگا جو اُس کا ہوا اس لئے انتقال و مجاوزت کے معنی اُس میں بھی صادق آ گئے۔ اس وجہ سے کہ گویا اُس کی حالت کو اپنی حالت پر منطبق کر دیا یہی ہے ''رد الشیٔ الی نظیرہ'' جو عبرت کے لغوی معنیٰ ہیں اور فقہی قیاس پر بھی صادق آتے ہیں۔ پھر اگر غور کیا جائے تو اعتبار کے معنی موضوع لہ اتعاظ ہو بھی نہیں سکتے اس لئے کہ کہا جاتا ہے ''اعتبر فلان فاتعظ'' حالانکہ اعتبار پر اتعاظ مرتب ہو رہا ہے جو فائے تفریع سے ظاہر ہے اگر دونوں کے معنیٰ ایک ہی ہوں تو ترتب الشیٔ علی نفسہ لازم آئیگا جو محال ہے۔ اس لئے یہ کہنا ضرور پڑیگا کہ اعتبار کا درجہ اتعاظ پر مقدم ہے جس پر رد الشیٔ الی نظیرہ صادق آتا ہے جو حقیقت قیاس ہے اس صورت میں فاعتبروا کے معنی یہ ہوئے کہ کفار کے حال پر اپنے حال کو قیاس کرلو کہ تم بھی تمرد کروگے تو تمہارا بھی وہی حال ہوگا جو اُن کا ہوا البتہ اس اعتبار اور قیاس پر اتعاظی کیفیت مرتب ہوگی جو اثر اُس قیاس کا ہے اور اگر غور کیا جائے تو اتعاظ میں بھی مجاوزت اور انتقال کے معنی موجود ہیں۔ اس لئے کہ جو شخص کسی کے حال کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے اُس میں یہی ہوتا ہے کہ دوسرے کے حال کو معلوم کر کے اپنے حال کو معلوم کرتا ہے کہ میرا بھی وہی حال ہونے والا ہے اگر اُس کی سی کیفیت اپنے میں ہو۔ بہر حال اعتبار کے معنی رد الشیٔ الی نظیرہ ہیں جو حقیقت قیاس ہے۔

یہاں ایک اور اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کی حالت کو دیکھ کر قیاس کرے اور اُس میں اتعاظی کی کیفیت کے آثار نمایاں نہ ہوں تو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اُس نے عبرت حاصل نہیں کی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعتبار کے معنیٰ قیاس کے نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عبرت کے معنیٰ تو یہاں بھی صادق آ گئے۔ مگر چونکہ مقصود اعظم عبرت کا یعنی اتعاظی کیفیت فوت ہے اس لئے مجازاً عبرت کی نفی ہوگی۔ جس طرح آیات میں تدبر نہ کرنے والے کو اعمیٰ واصم کہا جاتا ہے اس لئے کہ بصارت وسماعت کا مقصود اصلی اُس نے فوت کر دیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُن میں

بصارت وسماعت ہی نہیں ہے اِس طرح اتعاظی کیفیت پیدا نہ ہونے سے لازم نہیں آتا کہ اعتبار کا وہاں وجود نہیں۔

یہاں یہ بھی ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ کفار کا حال بیان کر کے حق تعالیٰ نے **فاعتبروا** فرمایا اگر اُس کے معنی قیاس کرنے کے لئے جائیں تو کلام الٰہی کے یہ معنی ہوں گے کہ کفار کے حال کو دیکھ کر قیاس کرو کہ سیندھی مثلاً مسکر ہونے کی وجہ سے مثل خمر حرام ہے جس کی رکاکت پوشیدہ نہیں ۔اس کا جواب یہ ہے کہ **فاعتبروا** کا مطلب اِسی قدر ہے کہ کفار کی حالت کو دیکھ کر قیاس کرلو کہ اُن کا سا تمرد کرو گے تو تمہارا بھی وہی حال ہوگا۔ اس سے مطلق قیاس کا ثبوت ہو گیا جس کے افراد و جزئیات میں جس طرح قیاس اتعاظی داخل ہے قیاس شرعی بھی داخل ہے۔ رکاکت تو جب ہو کہ **فاعتبروا** کے وہ معنیٰ لئے جائیں جو اتعاظ کو شامل نہ ہوں اور جب ایسے معنیٰ لئے جائیں جو اتعاظ و غیر اتعاظ دونوں پر شامل ہوں تو کسی طرح رکاکت نہیں۔ اِس کی مثال یوں سمجھی جائے کہ اگر کوئی سوال کرے کہ رمضان کے روزہ میں کھانے پینے سے کفارہ لازم آتا ہے تو اس کے جواب میں اگر یہ کہا جائے کہ جماع سے کفارہ لازم آتا ہے البتہ وہ رکیک ہوگا بخلاف اُس کے اگر یہ کہا جائے کہ روزہ توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ تو اس میں کوئی رکاکت نہیں۔ کیونکہ وہ اکل وشرب کے حکم پر بھی شامل ہے اور اس کے غیر یعنی جماع کے حکم پر بھی اسی طرح **فاعتبروا** کے معنیٰ جب مطلق قیاس کے ہوئے جس میں قیاس اتعاظی بھی داخل ہے اور اس کا غیر یعنی قیاس شرعی بھی تو اُس میں کوئی رکاکت کی بات نہیں غرضکہ **فاعتبروا** سے مطلق قیاس یعنی ذات قیاس بلاتعرض صفات ثابت ہے، جس کے افراد میں قیاس شرعی بھی داخل ہے۔ گو اِس مقام میں مطلق کا تحقق فرد خاص ہی میں کیوں نہ ہو مگر قیاس شرعی بھی وہی ذات ہے جس کی اجازت نص قطعی سے ہوگئی۔ اب اس کا تحقق اس فرد میں ناجائز سمجھنے کے لئے دوسری نص قطعی درکار ہے اور جب تک وہ پیش نہ ہو یہی نص اُس کے جواز کے لئے کافی ہے۔ خصوصاً جب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیاس شرعی کی اجازت دی بلکہ اُس کا طریقہ بتلا دیا اور صحابہ برابر اُس پر عمل کرتے رہے، تو اِس قسم کے احتمالات اور شبہات سے اُس کا ابطال ممکن نہیں۔

(از حقیقۃ الفقہ، حصہ اول)

وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و الہ و صحبہ اجمعین۔

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب
صدر مفتی جامعہ نظامیہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں میت کی زمین میں تدفین کے بعد، اس میں دوسری میت کو دفن کرنے سے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟ خصوصاً جبکہ قبر کی جگہ میت کے رشتہ داروں نے خریدی ہو ؟ اگر قبرستان موقوفہ ہو تو کیا احکام ہونگے ؟ بینوا تؤجروا

الافتاء

میت کی تدفین کسی کی ذاتی مملوکہ اراضی میں، مالکِ زمین سے قبر کے موافق زمین خرید کر کی گئی ہو یا مالکِ زمین نے قبر کے موافق زمین ھبۃً یا تبرعاً دی ہو تو ان تین صورتوں میں میت کا احترام اسی طرح ہونا چاہیئے، جس طرح اسکی زندگی میں تھا۔ فتح القدیر جلد ۳ فصل فی الدفن میں ہے : **الاتفاق علی ان حرمة المسلم میتا کحرمته حیا۔** اور اگر تدفین مالکِ زمین کی اجازت کے بغیر کی گئی ہے تو مالکِ اراضی کو اختیار ہے کہ میت کو نکال لینے کیلئے کہے یا قبر کو زمین کے برابر کرکے اپنے استعمال میں لالے۔ فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۶۷ میں ہے : **اذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج المیت و ان شاء سوی الارض و زرع فیھا کذا فی التجنیس۔**

ف : قبرستان موقوفہ ہو تو اسکے کسی حصہ کو خریدنا، فروخت کرنا دونوں امور جائز نہیں۔ درمختار بر حاشیہ ردالمحتار جلد ۳ کتاب الوقف صفحہ ۴۰۲ میں ہے: **(فاذاتم ولزم لا یَملک و لا یُملک و لا یعار و لا یرھن)** اور ردالمحتار میں ھے : **(قوله لا یَملک) ای لا یکون مملوکا لصاحبه و لا یُملک ای لا یقبل التملیک لغیرہ بالبیع و نحوہ۔** اور فتاوی عالمگیری جلد ۲ کتاب الوقف صفحہ ۳۵۰ میں ہدایہ سے منقول ہے : **لا یباع و لا یوھب و لا یورث۔**

قبرستان کیلئے موقوفہ اراضی مسلمانوں کی تدفین کیلئے وقف ہوتی ہے۔ ایک بار کسی میت کی تدفین کے بعد اسمیں دوسری میت کی تدفین درست نہیں، تاہم قبرستان تنگ ہوجائے اور اسمیں جگہ باقی نہ رہے تو ایسی پرانی قبر کو جسمیں پہلا مردہ گل کر مٹی ہوجانے کا یقین ہو، کھول کر دیکھیں اگر پہلی میت جوں کی توں ہو تو اس قبر کو بند کردیں۔ اگر پہلی میت گل گئی ہے تو اس قبر میں دوسری میت کی تدفین درست ہے۔ اگر پہلی میت کے کچھ آثار (ہڈیاں) برآمد ہوں تو اسی قبر کے کسی حصہ میں ان کو رکھ دیں اور مٹی کی آڑ بنا کر بازو دوسری میت دفن کر سکتے ہیں۔ ردالمحتار جلد اول صفحہ ۶۵۹ میں ہے: **لا یدفن اثنان فی قبر الا لضرورة و ھذا فی الابتداء و کذا بعدہ قال فی الفتح و لا یحفر قبر لدفن آخر الا ان بلی الاول فلم یبق له عظم و لا ان لا یوجد بد فتضم عظام الاول و یجعل بینھما حاجز من تراب۔** اور فتاوی عالمگیری جلد ۲

صفحہ ۴۷۰ میں ھے : وسئل ھو أیضاعن المقبرة فی القری اذا اندرست ولم یبق فیھا اثر الموتی لاالعظم ولا غیرہ ھل یجوز زرعھاو استغلالھا؟قال: لا، ولھا حکم المبقرة کذا فی المحیط۔

ف : تدفین کے یہ شرعی احکام تمام قبرستانوں کیلئے ہیں۔فقط واللہ أعلم

الاســـــتفـــتــاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح ہندہ سے چند ماہ قبل ہوا۔زید ہندہ سے مجامعت نہیں کرتا، بلکہ مسلسل بدفعلی (لواطت) ہی کرتا ہے۔ہندہ، بار بار اس بدفعلی سے روکتی رہی، مگر زید باز نہ آیا۔اب ہندہ اپنے ساز وسامان کے ساتھ اپنے میکے چلی گئی۔اور یہ کہہ رہی ہے کہ اب زید کے گھر نہیں آؤنگی۔ایسی صورت میں شرعًا کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا

الافـــتـــــاء

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" انا کل شئی خلقنه بقدر "(سورۃ القمر ۵۴ آیۃ ۴۹) کہ ہم نے ہر چیز کو ایک مقررہ اندازے کے مطابق پیدا کیا۔جیسے آنکھ دیکھنے کیلئے، کان سننے کیلئے، ناک سونگھنے کیلئے، منہ کھانے، پینے اور کلام کیلئے۔اسی طرح "جماع" کیلئے بھی مخصوص اعضاء پیدا کئے، جن سے مجامعت کی جائے تو ہر دو کی تسکین شہوت ہو کر وہ عمل ثمر آور ہوگا۔ان اعضاء کو غیر طریقہ کار پر استعمال کرنا خلاف فطرت اخلاق سوز ظالمانہ عمل ہوگا۔

فقہائے اسلام نے لواطت، مخرج اجابت میں قضائے شہوت کرنا حرام قرار دیا ہے۔اور اگر شوہر اپنی بیوی کے ساتھ لواطت کرے تو قابل تعزیر عمل ہوگا اور اس پر تعزیرات لاگو کئے جائیں گے۔اگر اس کی عادت یہی ہے اور باز آنے کی امید نہ ہو تو حاکمِ وقت کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ وہ اس شخص کو مارے اور قید کروائے یا قتل کروائے۔ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۱۷۰ میں کتاب الحدود مطلب فی وطء الدبر کے تحت ھے : (أو) بوطء (دبر) وقال ان فعل فی الأجانب حد وان فی عبدہ أو امته أو زوجته فلاحد اجماعا بل یعزر قال فی الدر بنحو الاحراق بالنار وھدم الجدار و التنکیس من محل مرتفع۔اور ردالمحتار میں ھے : (قوله أو بوطء دبر) اطلقه فشمل دبرا الصبی والزوجة والأمة فانه لا حد علیه مطلقا عند الامام منع ویعزر ھدایة اور اسی صفحہ میں مطلب فی حکم اللواطة کے تحت ہے: (قوله بنحو الاحراق الخ) متعلق بقوله یعزر عبارة الدرر فعند ابی حنیفة یعزر بأمثال ھذہ الأمور واعتراضه فی النھر بان الذی ذکرہ غیرہ تقیید قتله بما اذا اعتاد ذلک قال فی الزیادات والرأی الی الامام فیما اذا اعتاد ذلک ان شاء قتله وان شاء ضربه وحبسه۔

لواطت جیسے بداخلاقی عمل پر اللہ تعالیٰ نے قوم لوط علیہ السلام کو عذاب دے کر ہلاک کر دیا۔

پس صورتِ مسئول عنہا میں مذکور شوہر کے اپنی بدکرداری سے باز آنے کی امید نہ ہوتو بیوی حرام کاری سے بچنے کی خاطر بذریعہ خلع علحدگی اختیار کرسکتی ہے۔فقط واللہ أعلم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر حیدرآباد کی مسجد کے چھت پر انگریزی اسکول کھولنے کیلئے کرایہ پر دیا جارہا ہے۔اور مسجد کے صحن میں بھی جماعتیں بنائی جارہی ہیں، جسمیں پڑھانے کیلئے عورتیں بھی متعین ہیں۔اور مسجد کا گنبد بھی بند کردیا گیا ہے۔

ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے ؟ بینوا تؤجروا

الافتاء

شرعاً مسجد کی زمین نیچے تحت الثری تک اور اوپر آسمان تک قابل احترام ہے۔مسجد میں حائضہ عورتیں،لڑکیاں نہیں آسکتیں۔فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۳۸ الفصل الرابع فی أحکام الحیض و النفاس و الاستحاضۃ میں ھے : انہ یحرم علیھما و علی الجنب الدخول فی المسجد سواء کان للجلوس أو للعبور ھکذا فی منیۃ المصلی۔نیز مسجد کے کسی حصہ کو کرایہ پر نہیں دے سکتے۔درمختار برحاشیہ ردالمحتار جلد ۳ مطلب احکام المسجد صفحہ ۴۰۶ میں ھے : و لا یجوز اخذ الاجرۃ منہ و لا ان یجعل شیأ منہ مستغلا و لا سکنی۔

لہذا بشرطِ صحتِ سوال صورتِ مسئول عنہا میں مسجد کی چھت کو کرایہ پر دے کر اسکول قائم کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ أعلم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں حنفی المسلک، اہل سنت و جماعت کی قدیم مسجد واقع ہے۔کچھ سالوں سے گاؤں کے کچھ لڑکے گمراہ فرقہ اہل حدیث میں جاملے۔اور اس سنی مسجد میں اپنے غلط عقائد کا پرچار کررہے ہیں۔بارہا منع کرنے سے بھی نہیں رک رہے ہیں۔گاؤں کے بڑے بزرگ لوگ یہ سوچ کر اب تک خاموش رہے کہ آج نہیں تو کل سدھر جائیں گے۔لیکن معاملہ بہت خراب ہورہا ہے۔شرارتاً جماعت ثانی بھی کررہے ہیں۔اور کسی اہل حدیث عالم کے اجتماع کروانے کی اجازت مانگ رہے ہیں،لیکن کمیٹی اجازت نہیں دے رہی ہے۔انہیں سخت وارننگ دیکر سمجھا دیا گیا ہے۔

ایسی صورت میں کیا انہیں مسجد میں آنے سے روکا جائے ؟

جماعت ثانی کا کیا مسئلہ ہے، جبکہ اس مسجد میں امام مقرر ہے ؟ بینوا تؤجروا

الافتاء

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایسی مسجد جس میں اوقاتِ جماعت اور امام مقرر ہو، دوبارہ جماعت مکروہ ہے۔ آپ اس حدیث سے استدلال فرماتے ہیں جس میں ذکر ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے درمیان صلح کے لئے تشریف لے گئے، آنے تک مسجد میں جماعت ہوچکی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی زوجۂ مطہرہ کے مکان تشریف لے گئے اور چند لوگوں کو جمع فرما کر جماعت سے نماز ادا فرمائی۔ اگر دوسری جماعت، مسجد میں پسند فرماتے تو ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں دوبارہ جماعت سے نماز ادا فرماتے۔ نیز کراہت کی وجہ یہ بھی ہے کہ اگر متعدد جماعتیں ہوں تو اصل جماعت کی اہمیت گھٹ جاتی ہے اور یہ فعل تقلیلِ جماعت کا سبب ہوگا۔ لوگوں کو جب یہ علم ہوگا کہ تعدد جماعت شرعاً ناپسندیدہ ہے تو تساہل سے کام نہیں لیں گے۔ جماعت میں شرکت کیلئے عجلت کریں گے اور یہ کثرتِ جماعت کا سبب ہوگا۔ ردالمحتار جلد اول صفحہ ۴۰۹ (ویکرہ تکرار الجماعۃ) کے تحت ہے : **أنہ علیہ الصلاۃ والسلام کان خرج لیُصلح بین قوم فعاد الی المسجد فقد صلی اھل المسجد، فرجع الی منزلہ فجمع اھلہ و صلی، ولو جاز ذلک لما اختار الصلاۃ فی بیتہ علی الجماعۃ فی المسجد ولأن فی الاطلاق ھکذا تقلیل الجماعۃ معنی فانھم لا یجتمعون اذا علموا انھا لاتفوتھم۔**

اہل محلہ غیر مقلد (اہل حدیث فرقہ) کے افراد کو جن کے مسجد میں آنے سے فساد پیدا ہوتا ہو اور مسلمانوں کو ایذا پہنچتی ہو تو اپنی مسجد میں آنے سے منع کر سکتے ہیں۔ درمختار جلد اول صفحہ ۴۸۹ **مطلب فی أحکام المسجد کے تحت ھے : ویمنع منہ وکذا کل مؤذ ولو بلسانہ۔** اور صفحہ ۴۹۰ میں ہے : **بل ولأھل المحلۃ منع من لیس منھم عن الصلاۃ فیہ۔**

پس صورت مسئول عنہا میں مسجد اہل سنت و جماعت کی انتظامی کمیٹی کو یہ حق ہے کہ ایسے افراد کو جو مسجد میں آکر دوسری جماعت بناتے ہیں اور انکے آنے سے سنیوں کو اذیت ہوتی ہے مسجد میں داخل ہونے سے منع کریں۔ **فقط واللہ أعلم**

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز جنازہ کی امامت کررہا تھا اور چوتھی تکبیر کہے بغیر سلام پھیر دیا، مصلیوں کی طرف سے توجہ دلانے پر چوتھی تکبیر کہہ کر پھر سلام پھیرا۔

ایسی صورت میں کیا شرعاً نماز ہوگئی یا دوبارہ نماز جنازہ پڑھنی چاہئے ؟ بینوا توجروا

الافتاء

بشرطِ صحتِ سوال صورتِ مسئول عنہا میں نماز مکمل ہوگئی، دھرانے کی ضرورت نہیں۔ فتاوی عالمگیری جلد اول **کتاب الجنائز صفحہ ۱۶۵ میں ھے : ولو سلّم الامام بعد الثالثۃ ناسیًا کبر الرابعۃ ویسلّم کذا فی التتارخانیۃ۔ فقط واللہ أعلم**

مسجد کی شرعی حیثیت: بابری مسجد مقدمہ کے تناظر میں

مفکر اسلام مولانا مفتی خلیل احمد صاحب
شیخ الجامعہ، جامعہ نظامیہ

''مسجد کا معاملہ جائیداد کی طرح نہیں کہ کسی وجہ سے کوئی اس سے دستبردار ہوجاتا ہے۔ بلکہ مسجد اللہ کا گھر ہے جو تحت الثریٰ سے آسمانوں تک مسجد ہی ہے۔ وہ کسی بھی حالت میں ہو مسجد ہی کہلاتی ہے۔ اگر اسے منہدم کردیا جائے یا وہاں بت رکھ دیئے جائیں تو اس کا حکم بدل نہیں جاتا۔''

جمعرات 10 جنوری 2019 کو سپریم کورٹ میں بابری مسجد اراضی ملکیت مقدمہ کی سماعت مقرر تھی۔ جیسے ہی مقدمہ کا آغاز ہوا، سنی وقف بورڈ کی جانب سے پیروی کرتے ہوئے سینئر وکیل ڈاکٹر راجیو دھون نے سپریم کورٹ کی 5 رکنی دستوری بنچ میں جسٹس یو یو للت کی موجودگی پر سوال اٹھایا۔

جسٹس للت سابق میں بابری مسجد انہدام کے سلسلہ میں کلیان سنگھ کے دفاع میں پیروی کرچکے ہیں۔ جس پر جسٹس للت نے بنچ سے علاحدگی اختیار کرلی جس کے بعد مقدمہ کی سماعت اورنئی بنچ کی تشکیل کا معاملہ 29 جنوری تک ملتوی کردیا گیا۔

بابری مسجد کی شہادت ہندوستانی مسلمانوں کے سینہ پر کاری زخم کی مانند ہے۔ یہ زخم اسی وقت مندمل ہوسکتا ہے جب اس جگہ مسجد کی دوبارہ تعمیر عمل میں آئے اور وہ سرزمین اہل ایمان کے سجدوں سے دوبارہ معمور ہو۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ بابری مسجد کی بازیابی کیلئے ملکی دستور اور قانون کی روشنی میں جدوجہد کریں۔ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں اور مساجد کو آباد کریں۔

مسلمان کسی بھی قیمت پر بابری مسجد سے دستبردار نہیں ہوسکتے۔ مسلمان، برادران وطن اور اقوام عالم کو یہ پیغام دیں کہ ''مسجد'' مسلمان کیلئے جان و مال سے بڑھ کر ہے اور متاع عزیز کی حیثیت رکھتی ہے۔ مسجد کا معاملہ جائیداد کی طرح نہیں کہ کسی وجہ سے کوئی اس سے دستبردار ہوجاتا ہے۔ بلکہ مسجد اللہ کا گھر ہے جو تحت الثریٰ سے آسمانوں تک مسجد ہی ہے۔ وہ کسی بھی حالت میں ہو مسجد ہی کہلاتی ہے۔ اگر اسے منہدم کردیا جائے یا وہاں بت رکھ دیئے جائیں تو اس کا حکم بدل نہیں جاتا۔ بابری مسجد کی شہادت ہندوستانی مسلمانوں کیلئے ایک تازیانہ ہے اس سے ہمیں پیغام ملتا ہے کہ ہم متحد و مستحکم قوم کا کردار نبھائیں۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ ؎

ایک ہوجائیں تو بن سکتے ہیں خورشید منیر ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں میں کیا رکھا ہے

بابری مسجد کی شہادت اس جمہوری ملک کے دامن پر بدنما داغ ہے۔ ہمارے ملک میں بعض لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے مذہبی و تاریخی آثار کو مٹایا جائے اور نئی نسل کے سامنے مسلمانوں کی غلط تصویر پیش کی جائے نیز ملک میں ہندو مسلم کی تفریق کے ساتھ ان دو قوموں میں بغض وعداوت کے بیج بوئے جارہے ہیں، یہ عمل ہندوستانی تہذیب کے بھی خلاف ہے اور ہندوستان کے مفاد کے بھی خلاف ہے۔ ہندوستان کا مفاد اور ملک کی ترقی ہرگز اس میں نہیں کہ دو قومیں آپس میں لڑتی رہیں بلکہ ہندوستان کا مفاد اسی میں ہے کہ یہاں بسنے والی تمام قومیں اپنے اپنے مذہب پر عمل پیرا رہتے ہوئے ملکی مفاد اور انسانی معاملات میں ایک دوسرے کا تعاون کریں اور ملک کی ترقی میں اپنا حصہ ادا کریں۔

ہنگامے اور فسادات کروا کر کوئی ہرگز یہ تصور نہ کرے کہ اس سے مسلمانوں کو مرعوب کیا جائے گا یا مسلمانوں کو کمزور کیا جائے گا۔ یہ تاریخ کی ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جس قوم پر مصیبت آتی ہے، اس قوم کو جری اور بے باک بنا دیتی ہے۔ اس سے مسلمانوں کو مرعوب نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو کمزور کرنا دراصل ہندوستان کو کمزور کرنا ہے۔ کسی ملک کی ترقی اور استحکام وہاں بسنے والی اقلیتوں کی ترقی اور استحکام کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لیے ہر ملک کے دستور میں اقلیتوں کے لیے تحفظات دیئے گئے، رعایتیں اور سہولتیں دی گئیں تا کہ یہ اپنے حقوق دستور کے ذریعہ حاصل کرسکیں۔

آزادی کے بعد سے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ہزاروں فسادات ہوئے، کئی مسلم جانیں ضائع ہوئیں اور اربوں روپیوں کا نقصان ہوا۔ گجرات کے فسادات ہمارے سامنے ہیں۔ جس کی وجہ سے ساری دنیا میں ہندوستان کی بدنامی ہوئی لیکن کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ان فسادات کی وجہ سے مسلمان ختم ہوگئے، یا مسلمان مرعوب ہوگئے، ہرگز نہیں، تو پھر حکومتوں کو اور تمام سیاسی جماعتوں کو سوچنا چاہئے کہ ہندوستان کے مفاد میں کیا بات ہوسکتی ہے۔ اپنے حقیر سیاسی مفادات کے لیے فسادات کا سہارا لینا غیر انسانی حرکت ہے۔

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے۔ یہاں تمام شہریوں کو اپنے اپنے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی ہے، کسی کو مذہبی تنافر پھیلانے کی اجازت نہیں۔ یہاں کسی کو کسی کے مذہب میں مداخلت کا حق حاصل نہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے کبھی بھی ہندو یا دیگر غیر مسلم اقوام کے خلاف یا ان کی مذہبی کتابوں کے خلاف یا ان کے مذہبی معاملات کے خلاف کوئی بات نہیں کی، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے ''الفتنۃ اکبر من القتل'' فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے۔ قتل میں ایک آدمی کا قتل ہوتا ہے لیکن فتنہ جو پھیلتا ہے اس میں کتنی جانیں جاتی ہیں اور کتنے املاک کا نقصان ہوتا ہے اور کب تک یہ آگ بھڑکتی رہتی ہے اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے دنیا کی تمام ہی قوموں کے پاس فتنہ اندوزی، فتنہ پروری سنگین جرم سمجھا گیا اور فتنہ انگیز شخص کو ہمیشہ نفرت کی نگاہوں سے دیکھا گیا بلکہ اس کا سماجی بائیکاٹ کیا گیا۔

ہتھیار کے ذریعہ فتنہ اندوزی اتنی خطرناک نہیں ہے جتنی مذہب میں مداخلت اور مساجد کی بے حرمتی کے ذریعہ کی جارہی ہے۔ کچھ عرصہ سے سوشیل نیٹ ورکس اور مختلف ویب سائٹس پر اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے خلاف گستاخانہ مواد کو اپلوڈ کرنا بھی ایک گہری سازش کا حصہ ہے۔ اس کا

مقصد مسلمانوں کو متاثر کرنا' ان کے جذبات کو مجروح کرنا اور انہیں میدان عمل میں دیگر قوموں سے پیچھے کر دینا ہے۔

دل آزاری کا یہ بزدلانہ عمل وقفہ وقفہ سے انجام دیا جا رہا ہے۔ اقوام عالم یہ سارے تماشے دیکھ رہے ہیں لیکن کسی میں اس قدر اخلاقی جرأت بھی نہیں کہ اس طرح کے عمل کی مذمت کریں' یاد رہے کہ اس کے خوفناک نتائج مرتب ہو سکتے ہیں' یہ چنگاری بڑھتے بڑھتے امن عالم کو بگاڑ سکتی ہے' قوموں کے درمیان آپسی تصادم کی راہ ہموار کر سکتی ہے نیز اس سے ایک دوسرے کے خلاف نفرت' عداوت اور تعصب کے جذبات ابھر سکتے ہیں اور یہی چیزیں جنگ وجدال کا باعث بنتی ہیں۔

اقوام عالم جب تک اس دہشت گردی کے خلاف اٹھ کھڑے نہیں ہوں گے' اس کے سدباب کا راستہ اختیار نہیں کریں گے دنیا سے دہشت گردی کا خاتمہ ممکن نہیں۔

آگ کو بجھانے کے لئے پانی جیسی سیال شئے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پٹرول یا تیل بھی اگرچہ سیال ہیں لیکن آگ نہیں بجھا سکتے' بلکہ آگ ان سے اور بھڑک اٹھیگی۔ مساجد کی بے حرمتی' پیغمبر اسلامؐ سے متعلق گستاخانہ کارٹون بنانا اور اخبارات' ٹی وی اور انٹرنیٹ کے ذریعہ ان کی تشہیر کرنا و نیز اپنی کتابوں میں اسلام کے خلاف شر انگیز تبصرے کرنا' درحقیقت کروڑہا مسلمانوں کی دل آزاری ہے اور یہ بلا شبہ دنیائے انسانیت کا سب سے بڑا جرم ہے۔ ایسے مجرموں کی پشت پناہی کرنا اور آزادئ رائے اور آزادئ فکر کے نام سے ان کو چھوٹ دینا سانپ کو دودھ پلانے کے مماثل ہے۔ اگر کوئی نادان سانپ کو یہ سمجھ کر دودھ پلا رہا ہے کہ اس عمل کی وجہ سے وہ میرا ہمدرد بنے گا اور مجھے نہیں ڈسے گا تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ مشاہدہ یہی ہے کہ سانپ اپنے دودھ پلانے والے کو بھی ڈسے بغیر نہیں رہتا۔ اگر سانپ کے زہر سے بچنا ہے اس سے اپنی جان کی حفاظت کرنا ہے تو سانپ کو دودھ پلانے کے بجائے اسے مار دینا چاہئے اس میں نہ صرف اپنی جان کی حفاظت ہے بلکہ دیگر انسانوں کی جانوں کی بھی حفاظت ہے۔ اس کو ظلم سے تعبیر نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ انسانیت کی خدمت ہے۔

فرقہ پرست عناصر سانپ کی طرح ہیں یہ انسانی شکل میں درندے ہیں' ان کو کھلی چھوٹ دینا انسانیت کے لے باعث عار ہے۔ یہ امن کیلئے بڑا خطرہ ہیں۔

بابری مسجد کی شہادت کو ربع صدی سے زیادہ عرصہ مکمل ہو چکا' اس طویل اور صبر آزما عرصہ میں مسلمان انتظار کرتے رہے کہ انہدامِ کے فوری بعد ''تعمیر جدید'' کا جو وعدہ کیا گیا تھا' وہ پورا ہوگا۔ تاہم ایسا نہیں ہوا' جب یہ معاملہ عدالت سے رجوع ہوا تب بھی ہندوستانی مسلمانوں نے ملک کی عدلیہ پر اپنے مکمل ایقان کا اظہار کیا' لیکن افسوس کہ دو دہائیوں سے زائد کی قانونی کشاکش کے بعد ریاستی عدالت کا جو فیصلہ سامنے آیا وہ مسلمانوں کیلئے ناقابل قبول ہے' جس سے نہ مسلمانوں کو بابری مسجد کی اراضی حاصل ہوئی' نہ ہی تعمیر جدید کی راہیں ہموار ہوئیں۔ یہ سارا معاملہ مسلمانوں کیلئے سبق آموز ہے کہ وہ اتحاد اور اتفاق کی ضرورت کو محسوس کریں اور پورے شعور و بالغ نظری کے ساتھ مخالفین کی سازشوں کو سمجھیں۔ اب وقت آ گیا ہے ہندوستان بھر کے مسلمان اپنے اور پرائے کی تمیز کریں۔

مسجد نہ صرف مسلمانوں کیلئے عبادتگاہ ہے بلکہ ان کے اتحاد و مرکزیت کی علامت بھی ہے۔ جمعہ اور عیدین کی نماز تو جماعت کے بغیر ادا ہی نہیں کی جاسکتی۔ مساجد کی یہ اہمیت دشمن کو خوب معلوم ہے۔ اسی لئے وہ مساجد سے متعلق بغض وعناد رکھتا ہے۔ قوموں کی زندگیوں میں ترقی و کامیابی کے ساتھ مصائب و مشکلات بھی معمول کی بات ہے۔ لیکن زندہ قوم کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی کامیابی کو دیر پا بنائے اور مصائب و مشکلات سے سبق حاصل کرے۔

شہادت بابری مسجد یقینا مسلمانوں کیلئے ایک سانحہ ہے لیکن ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس واقعہ سے سبق حاصل کریں، دشمن کو اس کی سازشوں میں ناکام بنائیں، اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو نمازی بنائیں اور بابری مسجد کی تعمیر جدید کے عزم کو زندہ رکھیں۔ بابری مسجد کے حصول کی راہ ہموار ہو اور آنے والی نسلوں کو یہ مقصد یاد رہے اور اس کے حصول کیلئے وہ بھی کوشش کرتے رہیں۔ کوشش کرنا بندہ کا کام ہے اور کامیابی اللہ کی جانب سے عطا ہوتی ہے۔ لیکن بندہ کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ صحیح سمت میں اور صحیح طریقہ سے کوشش کرے۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں ایسے کئی واقعات ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں جہاں بھی اسلام دشمن طاقتیں غالب آئیں، وہ مساجد کو برباد کرنے اور مسلمانوں کو مساجد سے دور کرنے کی کوشش کیں۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ باطل طاقتوں کو خوب معلوم ہے کہ مساجد، مسلمانوں کے لئے صرف عبادتگاہ ہی نہیں بلکہ ان کے اتحاد اور مرکزیت کی علامت ہیں۔ وہ نہیں چاہتیں کہ مسلمانوں میں اتحاد اور مرکزیت پیدا ہو یا مسلمانوں کے اندر اپنے دین سے وابستگی پیدا ہو۔ نماز اور حج میں مسلمان جمع ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ اجتماع بھی ان کو کھٹکتا ہے۔ حج کا اجتماع تو سال میں ایک مرتبہ ہوتا ہے لیکن نماز کا اجتماع دن میں پانچ مرتبہ ہوتا ہے۔ نیز ہر جمعہ جامع مسجد میں اور سال میں دومرتبہ عیدین کے موقع پر عیدگاہ میں مسلمانوں کا عظیم اجتماع ہوتا ہے۔ اس اجتماع کی فضیلتیں بھی آئی ہیں اور حکمتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ اس کے فضائل سے تقریباً تمام مسلمان واقف ہیں۔ تنہا نماز کے مقابل باجماعت نماز کا ثواب ستائیس درجہ زیادہ بتلایا گیا ہے۔

مسلمانوں کا یہ اجتماع بستی کو بداخلاقیوں اور دیگر برائیوں سے روکنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ان کی اس مرکزیت سے دوسروں پر اثر قائم ہوگا اور دشمن ان کی بستی کے متعلق ناپاک ہمت نہ کر پائے گا۔ و نیز نماز باجماعت میں اور کئی حکمتیں ہیں۔ جماعت کی وجہ سے مسلمانوں میں تنظیم اور ڈسپلن قائم رہتا ہے۔ اطاعت امیر کا درس ملتا ہے کیونکہ نماز باجماعت میں مقتدی امام کی اقتداء کرتے ہیں۔ کسی بھی عمل میں نہ امام کی خلاف جاتے ہیں اور نہ اس پر پیشقدمی کرتے ہیں۔ ہر حال میں امام کی اتباع کو اپنے لئے لازم سمجھتے ہیں۔ امام جب آغاز کرے تو نماز شروع کرتے ہیں اور جب سلام پھیرے تب نماز کو ختم کرتے ہیں۔ ایسی تنظیم اور ایسی اطاعت کا نمونہ کسی اور کے پاس نہیں ملتا۔ یہ اسلام کی دین ہے اور یہ خوبی مسلمانوں کے پاس ہی پائی جاتی ہے۔ دشمن اسی کو ناپسند کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو ختم کیا جائے کیونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ مسلمانوں کے اندر یہ نعمت بغیر کسی محنت ومشقت اور بغیر کسی منصوبہ کے حاصل ہو رہی ہے۔ مؤذن، اذاں دیتا ہے، مسلمان اذاں سنتے ہی تیاری کر کے مسجد کی طرف نکل جاتے ہیں۔ اس کے لئے نہ کسی عملہ کی ضرورت ہے اور نہ کسی انتظام کی۔

مساجد سے اور بھی کئی فوائد وابستہ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں رائے مشورے، فیصلے اور جنگی تیاریاں وغیرہ مسجد میں ہی ہوا کرتی تھیں۔ حتیٰ کہ جنگ بدر میں مکہ مکرمہ کے جو لوگ قیدی بنالئے گئے تھے انہیں بھی مسجد میں ہی رکھا گیا۔ اس طرح مسجد کو اسلام میں مرکزیت حاصل ہے۔ و نیز مسجد مسلم بستی کی علامت بھی ہے۔ کیونکہ مسلم بستی کی شناخت مکانات سے نہیں بلکہ وہاں پائی جانے والی مسجدوں سے ہی ہوگی۔ اس لئے اسلام میں مسجد کے بارے میں یہ حکم دیا گیا کہ جب ایک مرتبہ کسی خطۂ زمین کو مسجد قرار دیا جائے تو وہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی۔ نہ اس کو فروخت کیا جاسکتا ہے، نہ اس کو تبدیل کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کو کرایہ پر دیا جاسکتا ہے۔ البتہ بعض وقت، ضرورت کے تحت کسی جگہ کو عارضی طور پر نماز کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کی وجہ سے وہ مسجد نہیں کہلاتی۔

اسلام میں مساجد کو بڑی اہمیت اور فضیلت حاصل ہے۔ قرآن مجید نے تعمیر مساجد کو ایمان والوں کی علامت قرار دیا ہے۔ ارشاد پاک ہے: "إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلاَةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلاَّ اللّٰهَ"

ترجمہ: حقیقت میں اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے (التوبہ:18)

مساجد سے روکنے کو اور اس کی بربادی کی سعی کرنے کو قرآن مجید ظلم قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا" اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اس بات سے منع کرے کہ اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ (البقرۃ:114)

احادیث شریفہ میں بھی مساجد کو بہترین مقامات قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید واضح کررہا ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں ہمیشہ سے یہ وطیرہ اپنائی ہوئی ہیں کہ مسلمانوں کو مساجد سے روکا جائے چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین مکہ، مسجد الحرام میں داخل ہونے سے روکتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَمَا لَهُمْ أَلاَّ يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُواْ أَوْلِيَاءهُ إِنْ أَوْلِيَآؤُهُ إِلاَّ الْمُتَّقُونَ"

ترجمہ: اور وہ مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے (مسلمانوں کو) روک رہے ہیں اور (حقیقت یہ ہے کہ) وہ اس کے متولی ہونے کے لائق نہیں۔ بے شک اس کے متولی تو ایسے ہی لوگ ہوسکتے ہیں جو پرہیزگار ہوں۔ (الانفال:34)

الحاصل مساجد مسلمانوں کے اتحاد اور مرکزیت کی علامت ہیں، مساجد کو ڈھانے والے دراصل مسلمانوں کی مرکزیت کو متاثر کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں ان کی سازشوں کو سمجھنا چاہئے اور اپنی عملی زندگی کو نماز اور عبادات سے معطر کرکے ان کی سازشوں کا موثر جواب دینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)۔

دو عالم کو مہر و کرم لے کے آئے

محمد صلی اللہ علی رسولہٖ وسلم

(فضائل و برکات میلاد النبیؐ پر صنعتِ مافوق النُّقاط میں تحریر کردہ منفرد مضمون)

مولانا شاہ محمد فصیح الدین نظامی صاحب
مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد

''اس عالم کے ہر کمال کی اصل اللہ ہے۔ اہل اللہ اور رسولوں کو وہ اس طرح کے کمال عطا کرے کہ وہ عام آدمی کے لئے محال ہو۔ ہر رسول کو اک سے اک کمال ملا مگر رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکھوں کمال عطا ہوئے۔''

اس عالم کے لوگوں کی اصلاح دو طرح سے ہوئی۔ اک رسول اللہ کے واسطے اور دوسرے کلام اللہ کے حوالہ سے۔ ہر دو سلسلوں کی حد رسول اللہ صلی اللہ علی رسولہٖ وسلم کو مکمل ہوگئی۔ اس طرح لامحالہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیٰ روحہٖ وسلم دائمی رسول ہوئے۔ اللہ کے اس ارادہ اور عمل سے ہٹ کر اگر کوئی رسولِ مُرسَل کا دعویٰ کرے گا وہ کلام الٰہی کی حد سے آگے ہو کر دائمی گمراہ ہوگا۔ اسلامی سال کے سوم ماہ کی دس دو کو مکہ مکرمہ کے اعلیٰ و اکرم گھر رسول اللہ صلی اللہ علی رسولہٖ وسلم کی آمد ہوئی۔ اس ماہ مدح سرکار دو عالم صلی اللہ کی صدا ہر ملک سے اُٹھی اور اس عالم کو معطر کر گئی۔ علماء، وکلاء، اہلِ علم، اہلِ دِل، ہر اک کے کلام کا محور اسوۂ رسول، روئے رسول، سوئے رسول اور کوئے رسول ہوا۔

مصدر رحم و کرم رسول مکرم صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم کی آمد کو عالم اسلام کا ہر مسلم دل و روح کی گہرائی سے اھلاً وسھلاً کہہ رہا ہے۔ ماہ رسول اکرم سال کے ہر ماہ سے اعلیٰ و اکرم ہے۔ اس ماہ درود وسلام، اِطعام طعام اور علماء کرام کا حد سے سوا اکرام ہوا۔ ہر ملک اور عمر کے لوگ مکہ مکرمہ اور معمورۂ رسول گئے، درود وسلام کی صداؤں اور دلی دعاؤں سے حرم مکی و حرم رسول معمور رہا۔ ہر رسول اس دور کے لوگوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم کی آمد کی اطلاع دے کر اِس امر سے آگاہ کئے کہ وہ رسول، ہادی عالم، مصلحِ اولادِ آدم، مولائے کُل اور داعی الی اللہ ہو کر آئے گا اور عالم کی اصلاح کرے گا۔ ہر رسول کی امّہ کا کلمہ الگ الگ ہوا مگر ہر رسول کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہوا۔

اس لئے اس عالم کے علمی، روحی، مالی، مادی، اصلاحی، عادی امور اور اسرار واحکام کا دار و مدار رسول مکرم صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم کے لائے ہوئے اسلام سے ہی ہوگا۔ اگلے رسولوں کے احکام محدود ہوئے مگر رسولوں کے امام صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم کے احکام عالم کے ہر دور اور ہر عہد کے

لئے مسلّم ومحکم ہوئے اور عالم کے لوگوں کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علی رسولہٖ وسلم کا اُسوہ ہی کارگر وکارکرد ہوگا۔

مائکل ہارٹ، عالَم کے سو(۱۰۰) اعلیٰ لوگوں کے اُسوہ اور احوال کا اک عمدہ اور مدلل علمی رسالہ لکھا اور اس رسالہ کے اول رسول اکرم صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم کے اسم اور اُسوہ واحوال کو رکھا۔ اس رسالہ کو عالمی سطح کے لاکھوں لوگ داد دئے اور مدح کئے۔

کمالِ آگہی سے مرصّع عالی لوگوں کا کلام ہے کہ اک لمحہ کسی صالح کی ہمراہی سو سال کے اعمال سے اعلیٰ ہے اور اک لمحہ کسی رسول کی ہمراہی صدہا سال کے عمل سے اعلیٰ ہے اور اک لمحہ رسول اکرم صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم کی ہمراہی لاکھوں سال کے اعمال سے اعلیٰ ہے۔

آمد رسول مکرم صلی اللہ علی رسولہٖ وسلم سے سارا عالم اسلام مسرور رہوا۔ مالک الملک اس سال مکہ کے سالہا سال کے سُوء احوال کو اسوۂ محمدی سے محول کر کے وہاں کے لوگوں کو راہ ھدیٰ دکھائی۔ اللہ واحد کا کلمہ دل وروح سے کہہ کر وہ موحد ہوئے اور اسرار وحکم کے معلم ہوئے۔

رسول مکرم صلی اللہ علی رسولہٖ وسلم اس عالم کو صلاح صُلح اور اصلاح کے گُر سکھلائے۔ سالہا سالہا اس عالَم کے لوگوں کی دعا ہوئی کہ کوئی رسول آئے اور اس عالم کو اسرار وحکم سے معمور کرے اور اعمال صالحہ سکھائے۔ دعا سمائے عالم سے سدرہ اور وہاں سے آگے گئی اور ماہ آمد رسول مکہ سے صدا آئی۔ وہ آئے محمد وہ آئے محمد + کرم ہی کرم لے کے آئے محمد، سکوں سارے عالم کا لائے محمد، اسی دم ہوئی رسم الحاد در گور، وہ مکہ سے آئی صدائے محمد۔ اسی ماہ درود وسلام ہر سو عام ہوئے۔ وہ رسول اُمم مولود ہوئے۔ عالم کا ہر مسلم دل سے کہہ رہا ہے کہ اللہ کے رسول کا کلمہ ادا کروں اور عام دل کے واسطے راہِ ہدیٰ کروں۔ صلّ علیٰ کو ملے در احمد کھلا ہوا۔ ہر لمحہ محو درسِ محمد رہا کروں۔ رسول مکرم صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم کی راہ ہدیٰ ہود کا مدعا، موسیٰ کی دعا، داؤد کی صدا، عاد کی ادا، آدم کی آہ، صالح کی صلح، ہر اک کا احاطہ کی ہوئی ہے۔

مولود رسول کو سارا عالم اسلام مسرور رہوا اور ہر اک دل کو سکوں ملا۔ مولود رسول سے اول کئی والد گھر کی لڑکی کو ہلاک اور وصال کے اول در گور کئے اس سوءِ عمل کے دائمی سلسلہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم روک لگائے اور لڑکی کے اِکرام کا حکم دئے اور اس امر کو محکم کئے کہ مرحوم کے مال سے لڑکی کو حصہ ملا کرے گا۔ لڑکی کے اِکرام کو ارم کے حصول کا واسطہ کہا اور اس کو حکم موکد کر کے کہا کہ ماں کے اکرام سے اللہ اِرم عطا کرے گا۔ ماں کا اکرام حصولِ ارم کا واسطہ ہے۔

آمدِ رسول کے ماہ ہر گُل مسکرا کر کہا صلّ علی محمد۔ ہر عالم سحر مسکرا کر کہا صلّ علی محمد۔ مکہ کا ہر دل مسکرا کر کہا صلّ علی محمد۔ درد والم کا مارا کہا صلّ علی محمد۔ ہر لاسہارا کہا صلّ علی محمد۔ لا دوا کی دوا صلّ علی محمد۔ ہر ملک اور صحرا کہا صلّ علی محمد۔ سہرۂ گل کہہ کِھلا صلّ علی محمد۔ گھاؤ کا مرحم ہوا صلّ علی محمد۔ الحاد کا رد ہوا صلّ علی محمد۔ ہر دل سے ادا ہوا صلّ علی محمد۔ کوہِ حرا کی صد صلّ علی محمد۔ ساوی عدل ملا صلّ علی محمد۔ درد واَلم دُور ہوا صلّ علی محمد۔ مہر وکرم عام ہوا صلّ علی محمد۔ سدرہ کا طائر کہا صلّ علی محمد۔ سماء کا ہر ملک کہا صلّ علی محمد۔

اہل علم واہل دل کو اس کلام سے دلی لگاؤ ہے۔ اس کا احساس ہو رہا ہے کہ اس حوالے سے رسول اکرم صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم کی مدح سرائی ہو رہی ہے۔ اس طرح کے کلام کو روح الہام درکار رہے۔ ہر اک کا اس طرح ولولہ کہاں کہ اس طرح کا کلام لکھا کرے اور اہل دل واہلِ دُوَل کے

آگے رکھے۔ مدح رسول کا کلام سما سے آئے۔ محررکا علم اوراس کی سعی لاحاصل ہے کہ وہ اللہ کے حکم اوراس کے امر سے آگے اس طرح کا کلام کس طرح لکھ سکے گا۔ کلامِ لاکلام ہے کہ اللہ کا کلام لاکلام ہے کہ اللہ اور ہر سما کے کُل ملائکہ کا لمحہ لمحہ وِرد درود وسلام ہے۔ اس عالم کے ہر حصہ کے لاحل مسائل، ہر گرہ اور ہر معمہ کو اُسوۂ محمدی ہی کھولے گا اور حل کرے گا۔

اس عالم کے ہر کمال کی اصل اللہ ہے۔ اہل اللہ اور رسولوں کو وہ اس طرح کے کمال عطا کرے کہ وہ عام آدمی کے لئے محال ہو۔ ہر رسول کو اک سے اک کمال ملا مگر رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکھوں کمال عطا ہوئے۔ اِسراء اسی سلسلہ کا اک اعلیٰ کمال ہے۔ اس طرح کا کمال کسی دوسرے رسول وہادی کو کہاں ملا۔ اسراء کے احوال کی کسی کسی کو آگہی ہوئی۔ ہر اک کو اِسراء کے اسرار کا علم وادراک کہاں ہوا۔ اِسراء کا سِر او حیٰ الیٰ رسولہٖ ما اوحیٰ ہے۔ علماء اِسراء کے احوال کو دلائل سے محکم کر کے رسالے لکھے اور عوام کو آگے رکھے۔ احوال اسراء کے حوالے سے معلوم ہوا کہ اسراء کے لمحہ رسول اللہ صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم کی عمر عالی آٹھ کم ساٹھ سال رہی۔ سردارِ ملائک، سردار رسل کے ہاں آئے اور اللہ کا سلام کہا۔ اس لمحہ صدہا ملائک کا گروہ در گروہ سردار کے ہمراہ رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم کے صدرِ عالی سے دل کو الگ کر کے ماء معطر اور اسرار وحکم سے معمور کر کے مکرر وہاں رکھا۔ اس لمحہ ملکی سواری لائی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم کو حرم مکی سے دارِ اطہر کو لے گئے۔ اللہ کا وہ گھر حرم مکی سے اک ماہ کی دوری کو ہے اور کرم الٰہی سے محصور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم دارِ اطہر کو گئے اور سارے رسولوں کے امام ہو کر عماد اسلام ادا کئے۔

وہاں سے رسول مکرم صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم سماء اول کو رواں ہوئے اور اول رسول آدم سلام اللہ علیٰ رسولہٖ سے ہمسلام وہمکلام ہوئے۔ اسی طرح سماء دوم وسماء سوم سے ہو کر سدرہ گئے۔ سردار ملائکہ سدرہ کو آکر رُک گئے اور رسول امی صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم سے کہا اے رسول اللہ سدرہ مرا حدّ کمال ہے اور سدرہ مرے لئے ''سَدِّ راہ'' ہے اگر اس سے سرِ مُو آگے ہوا مرا حال دِگر ہوگا۔ اس سے آگے کی راہ کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم کو ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم سدرہ سے آگے گئے۔ اس لمحہ دار السلام، دار الآلام کے احوال رسول اللہ صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم کو اللہ کے حکم سے دکھائے گئے۔

اسراء کی راہ کئی مرحلے آئے الحمدللہ رسول اللہ صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم ہر مرحلہ کو طے کر کے آگے گئے۔ وہاں سے دوسری سواری کے ہمراہ لامکاں گئے۔ اس لمحہ رسول اللہ صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم اللہ سے ہمکلام ہوئے۔ اس کلام کے اسراء کا کسی دوسرے کو علم کہاں۔

اللہ رسولوں سے کسی کو عصا کا کمال، کسی کو طُور کے کلام کا کمال، اور کسی کو دَم عطا کر کے عام لوگوں سے الگ رکھا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم لاکھوں کمال در کمال لے کر اس عالم کو آئے اور کُل رسولوں سے اعلیٰ واولیٰ ہوئے۔ اسراء کا اک اک لمحہ لاکھوں سالوں کو گراں رہا۔

اِسراء کے لمحہ رسول اللہ صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم کو اللہ کی ہمکلامی کے علاوہ کلام الٰہی کے دوسرے سورہ کے کلمے اور عماد اسلام کی ادا کا حکم ملا۔ موسیٰ سلام اللہ علیٰ رسولہٖ سر راہ ملے اور رسول اللہ صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم سے عماد اسلام کے عدد کی کمی کے مصر ہوئے۔ درگاہِ الٰہی سے کمی ہو کر دس کے

آدھے رہ گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم مکہ لوٹ آئے اور اِسراء کے احوال سے اہل مکہ کو آگاہ کئے۔ لوگ اِسراء کے حوالہ سے مہمل سوال اُٹھائے۔ اللہ کے حکم سے دار اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیٰ رسولہٖ کے آگے ہوا۔ اہل مکہ رسول اللہ کے کلام سے محکوم ہوئے اور اول ہمدم رسول اس کے گواہ ہوکر سارے ہمدموں سے مکرم ہوئے۔ کلامِ الٰہی اور کلامِ رسول اس امر کا گواہ ہے کہ اسراء رُوحی کہاں ہوا وہ طائر روح اور اس کے مکاں کے ہمراہ ہوا۔ اس لئے اسراء اسلام کی کسوٹی ٹھہرا۔ روحی اسراء کا اصرار اعدائے رسول صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم کا طُرہ ہے۔ اللہ اس سے سواد عالم کو دور رکھے۔ آئمہ کرام وعلمائے اسلام کا کہا ہے کہ اسراء کا رد کر کے کوئی مسلم کہاں رہے گا۔

احوال اِسراء رسالوں کے حوالے سے اس دَور آئے اور امام علی کرَّمہٗ اللہ، اسماءؓ، ولد عمر، صعصعہ، مالک، مسعود، سمرہ، سہل، اور اسعد اس کے راوی ہوئے۔

☆☆☆

امن وسلامتی کے قیام وفروغ میں مدارس اسلامیہ کا کردار

مولانا مفتی حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی صاحب
شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ

"آج انسان دشمن عناصر اسلام کے تقدس کو پامال کرنے کے لئے درسگاہوں کو نشانہ بنارہے ہیں؛ تاکہ اسلام کے ان عظیم الشان قلعوں کی عظمت مجروح ہو، اور علماء سے عوام کا اعتماد اٹھ جائے اور عوام کو کوئی حلال وحرام کا فرق بتانے والا نہ رہے اور نہ ہی انہیں جہالت وبے دینی سے علم وہدایت کے طرف لے آئے۔ مدرسہ سے فارغ ہونے والے سماج کا وہ معزز طبقہ ہے جس کی سماج کو زندگی کے ہر مرحلہ میں ضرورت ہے۔"

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام اور دہشت گردی کے درمیان کوئی مناسبت نہیں، نہ اسلام دہشت گردی چاہتا ہے اور نہ دہشت گردی اسلام میں کوئی جگہ لے سکتی ہے۔ اسلام اور دہشت گردی دو متضاد چیزیں ہیں، ان میں سے ایک کو اختیار کرنے سے دوسری جاتی رہے گی، اسلام اپنے ماخذ و مادّہ اشتقاق کے اعتبار سے سلامتی اور راحت رسانی کا آئینہ دار ہے۔

حضرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر رہنے والوں پر اللہ کی تمام مخلوق پر رحم کی تاکید فرمائی جس میں غیر مسلم بھی شامل ہیں، اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپ نے غیر مسلموں پر رحم کرنے اور اُن کے ساتھ مہربانی وشفقت سے پیش آنے کی تعلیم دی، لطف وعنایت کا طریقہ اختیار کرنے کا درس دیا۔

مدارس اسلامیہ امن وسلامتی کے گہوارے: مدارس اسلامیہ امن وسلامتی کے گہوارے ہیں، جہاں انسانیت کی تعلیم دی جاتی ہے، امن کا درس دیا جاتا ہے، اقدار کا تحفظ، گفتار کا سلیقہ، کردار کی تعمیر اور شخصیت سازی ہوتی ہے، ایک پتھر کو نہایت عمدگی اور سلیقہ سے تراش کر بیش قیمت ہیرا بنایا جاتا ہے، وہاں نہ دہشت گردی سکھائی جاتی ہے نہ وطن کا غدار بنایا جاتا ہے؛ بلکہ وہاں کے فیض یافتگان ملک ووطن کے وفادار، خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار، امن وسلامتی کے سفیر بن کر دنیا میں جہاں بھی جاتے ہیں اس علاقہ کو اپنے علم کے نور اور کردار کی پاکیزگی سے منور ومعطر کردیتے ہیں، اپنی تمام توانائیوں کو مختلف جہتوں سے قوم وملت کی صلاح وفلاح کے لئے وقف کردیتے ہیں، الکٹرانک وپرنٹ میڈیا، تصنیف وتالیف، منبر ومحراب ہر ذریعہ سے امت کی رہنمائی کرتے ہیں۔

اسلام کی اولین درسگاہیں: مدارس وخانقاہوں کی تاریخ بہت قدیم ہے، مدارس وخانقاہوں کا شجرہ اور ان کا حسین سلسلہ دار ارقم اور صفہ سے جاملتا ہے، مکہ مکرمہ میں دار ارقم اور مدینہ منورہ میں صفہ درسگاہ بھی تھی اور خانقاہ بھی۔

اہل مدارس انسانیت کے حق میں نفع بخش: مدارس کا نصاب اور خانقاہوں کا نظام خود انسانیت کو اعلی مرتبہ پر پہنچانے والا ہے، روحانیت کی تعمیر کرنے والا اور کردار کی تشکیل کرنے والا ہے، انسانی قدروں کا لحاظ رکھنے، لوگوں کو جینے کا مکمل حق دینے، اوروں کے دکھ درد بانٹنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔

مدارس وخانقاہیں علوم مصطفویہ وفیوضات نبویہ کی تقسیم کے مراکز ہیں، خانقاہوں میں خالصۃً دلوں کی پاکیزگی اور روحانی تربیت کا کام ہوتا ہے اور مدارس میں ظاہری علوم کی تعلیم کے ساتھ باطن کی تربیت کا کام ہوتا ہے۔

دنیا میں امن وسلامتی پھیلانے والے خانقاہوں اور مدرسوں سے پیدا ہوئے ہیں، ہندوستان کی آزادی میں علماء کے کردار کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، سماج سے خرابیوں کا ازالہ کرنے والے مصلحین امت مدارس کے ہی فیض یافتگان ہیں، خطباء، واعظین، مدرسین، مصلحین، مفسرین، محدثین، فقہاء، ادباء اور متکلمین سب مدارس ہی کے فیض یافتگان ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ مدارس کے فارغین صرف اپنوں کے حق میں ہی نفع رساں نہ رہے بلکہ انہوں نے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا، مخالفین کی مخالفت اور دشمنوں کی عداوت کا جواب مخالفت اور عداوت سے نہیں دیا بلکہ عفو ودرگزر، حلم وصبر سے کام لیا۔

اولیاء کرام نے باضابطہ مدارس میں تعلیم حاصل کی: علم نور ہے اور جہاں علم بٹتا ہے وہ مدارس بھی بقعہ نور ہیں، وہاں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تقسیم ہوتی ہے، اسی لئے اولیاء کرام وصالحین امت نے مدارس میں باضابطہ تعلیم حاصل کی۔ چنانچہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سردار اولیاء ہیں، فضل الٰہی ہمیشہ آپ کے شامل حال رہا، آپ مادرزاد ولی ہونے کے باوجود حصول علم کے لئے مدرسہ نظامیہ بغداد تشریف لے گئے، سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمر شریف کا ایک حصہ تحصیل علم میں لگادیا، اور حصول علم کے لئے مختلف مقامات کا سفر کیا۔

خواجہ بندہ نواز گیسودراز حضرت سید محمد محمد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نے ضروری حد تک علم ظاہر حاصل کرلینے کے بعد آپ نے مرشد گرامی سے عرض کیا کہ اگر حضرت اجازت مرحمت فرمائیں تو اسی حد تک علم ظاہر کی تعلیم پر اکتفاء کرلوں اور علم باطن کی تعلیم میں ہمہ تن مشغول ہوجاؤں، پیر ومرشد نے ارشاد فرمایا ''**خَیر ھِدایه وبَزدَوِی ورِساله شَمسیه وکَشّاف ومفتاح صحائف اِیں ھَمَه رَا مرتب کن! مرا بتوکاریست** ''یعنی ہدایہ، اصولِ بزدوی، رسالہ شمسیہ، تفسیرِ کشاف، مفتاح العلوم، ان سب کتابوں کو توجہ سے پڑھئے! کیونکہ ہمیں آپ سے ایک عظیم کام لینا ہے۔

چنانچہ مرشد گرامی کے حکم کی تعمیل میں آپ نے بڑی عرق ریزی وجانفشانی سے ان تمام کتابوں کو مکمل کیا، بعد ازاں پوری یکسوئی کے ساتھ علوم باطن کی تحصیل میں منہمک اور سلوک وریاضت میں مستغرق ہوگئے۔ (سیر محمدی فارسی، ص 16,17)

اہل مدارس، زمانہ کی ضرورت

آج انسان دشمن عناصر اسلام کے تقدس کو پامال کرنے کے لئے درسگاہوں کو نشانہ بنارہے ہیں؛ تاکہ اسلام کے ان عظیم الشان قلعوں کی عظمت مجروح ہو، اور علماء سے عوام کا اعتماد اٹھ جائے اور عوام کو کوئی حلال وحرام کا فرق بتانے والا نہ رہے اور نہ ہی انہیں جہالت و بے دینی سے علم وہدایت کے طرف لے آئے۔ مدرسہ سے فارغ ہونے والے سماج کا وہ معزز طبقہ ہے جس کی سماج کو زندگی کے ہر مرحلہ میں ضرورت ہے، ولادت سے وفات تک، نومولود کا نام تجویز کرنا ہو یا میت کی نماز جنازہ، عبادات ومعاملات اور معاشرت سے متعلق مسائل ہوں یا مرنے کے بعد جائداد کی تقسیم تمام اصول وضوابط، مسائل واحکام مدارس کے فیض یافتہ علماء ومفتیان کرام ہی بیان فرماتے ہیں۔

اسلامی روایات وآثار کی حفاظت میں اہل مدارس کا نمایاں کردار: اسلامی روایات وآثار کی حفاظت میں اہل مدارس کا نمایاں کردار رہا ہے، آج سے تقریباً 1492 قبل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات میں جلوہ گر ہوئے، دم ولادت سے لے کر وصال اقدس تک جملہ اقوال واحوال، فرمودات وارشادات مکمل عظمت وجلالت کے ساتھ محفوظ ہیں۔ اس سرمایہ کی حفاظت کے لئے ان بوریانشینوں اور درویشوں نے بڑی قربانیاں دیں، ان کی مساعی جمیلہ کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے خلقت وولادت باسعادت سے لے کر وصال اقدس تک کی ایک ایک ادا، انداز، ارشاد، فرمان اپنی عظمت ومعنویت کے ساتھ من وعن محفوظ رکھا اور سندِ متصل کے ساتھ ہم تک پہنچایا۔ ہم مکمل فخر کے ساتھ اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی کے پاس اپنے مذہبی رہنما کے حالات اور زندگی ایسی محفوظ نہیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، آپ کے اقوال، افعال اور آپ کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ پوری آب وتاب کے ساتھ ہمارے پاس محفوظ ہے۔

مدارس اسلامیہ میں فراغت پاکر علماء اسلام دنیا کے گوشے گوشے میں جہاں پہنچے اس علاقہ کو امن کا گہوارہ بنایا، اور اہلیان وطن کے ساتھ ان کے تعلقات کی نوعیت کیا رہی اور انہوں جو تعلیم دی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے: اللہ تعالی تمام اقوام وعوالم کا پروردگار ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے لئے نبی رحمت ہیں، نہ اللہ تعالی کی ربوبیت کسی ایک قوم کے لئے خاص ہے اور نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کسی ایک طبقہ میں محدود ہے، ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، جہاں مختلف اقوام، متعدد مذاہب کے پیروکار آباد ہیں، اور اسلام کی رحمت والی تعلیمات سب کے لئے راحت کا باعث ہیں۔ مسلمان دنیا کے کسی خطہ میں ہوں، یورپ وامریکہ، افریقہ وآسٹریلیا میں ہوں یا کسی اور ملک میں ہوں، اسلام کی رحمت والی تعلیمات اہل اسلام کو کسی بھی ملک میں کسی بھی قوم کے ساتھ حسن سلوک اور بہترین برتاؤ کی تاکید کرتی ہیں، اسلام وطنیت یا قومیت کی وجہ سے یا کسی اور بنیاد پر تعصب وجانبداری کی یکسر نفی کرتا ہے اور متعصّبانہ وجانبدارانہ جذبات وخیالات کو یکلخت مسترد کرتا ہے، اسلام انسانیت کی بنیاد پر تمام اقوام عالم اور تمام ممالک کے باشندگان کے ساتھ حسن سلوک کا درس دیتا ہے۔

اہل اسلام غیر اسلامی ممالک میں اقامت اختیار کررہے ہیں اور غیر مسلم افراد اسلامی ممالک میں اقامت گزیں ہیں ایسے وقت یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ مسلمانوں کا غیر مسلم برادران وطن کے ساتھ کیسا تعلق ہونا چاہئے، تاکہ ہماری نوخیز نسل جو کالجوں اور

یونیورسٹیوں میں تعلیم پارہی ہے اس سے باخبر ہوجائے اور جولوگ اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے غلط فہمیاں پیدا کررہے ہیں ان کو اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں غور کرنے کا موقع فراہم ہوسکے۔

ء اسلام میں وطن کی اہمیت: وطن کی محبت فطری تقاضا ہے، انسان جس مقام پر پیدا ہوتا ہے' پھلتا پھولتا ہے' جہاں کی مٹی کی خوشبو اُس کے مشام جان کو معطر کرتی ہے' جہاں کا سبزہ اُس کی آنکھوں میں سماتا ہے' جہاں کی ہواؤں میں وہ سانس لے کر زندگی کی بقاء کا سامان کرتا ہے' جہاں کے پانی سے سیراب ہو کر تشنہ لبی دور کرتا اور سوکھی ہوئی رگوں کو تر کرتا ہے' جہاں کی غذاؤں کے ذریعہ شکم سیر ہو کر طاقت وتوانائی حاصل کرتا ہے اور جہاں کی گلیوں' کوچوں کو دیکھ کر بچپن کی یاد تازہ کرتا ہے' جہاں کے زمین وآسمان اُس سے باتیں کرتے ہیں اُس مقام سے وہ کیسے محبت نہیں کرے گا، انسانی فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ وطن کی محبت دل میں سمائی ہوئی رہے۔

ء اہل وطن کو وطن میں امن قائم رکھنا چاہئے:

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے وطن مالوف مکہ مکرمہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی: وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ۔ اور یاد کیجئے جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! اس شہر (مکہ) کو امن کا مقام بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو اس سے بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔ (سورۃ ابراھیم:35)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وطن کے حق میں دعا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وطن سے انس ومحبت ہونی چاہئے اور اہل وطن کو وطن سے متعلق یہ فکر ہونی چاہئے کہ وطن میں امن قائم رہے۔

وطن پر ہونے والے کا حملہ دفاع' حب الوطنی کا حصہ اور اس کا تقاضا ہے، اس کا ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو مقدس زمین شام اور ایک قول کے مطابق بیت المقدس سے ظالم قبضہ داروں کو ہٹانے اور وطن کے لئے جدوجہد کرنے کا حکم دیا، اور بنی اسرائیل سے خطاب کرکے فرمایا: يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ اے میری قوم! مقدس زمین (بیت المقدس) میں داخل ہوجاؤ! جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی اور پیٹھ پلٹا کر پیچھے نہ ہٹو! ورنہ تم نقصان اُٹھاتے ہوئے لوٹو گے۔ (سورۃ المائدۃ:21)

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل مبارک سے وطن کی محبت کا اظہار کرنا ثابت ہے، مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی خصوصی فضیلتوں کے ساتھ ساتھ ان روایتوں سے حب الوطنی کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ وطن کی اس محبت کا تقاضا ہے کہ وطن میں رہنے والا ہر شخص ملک ووطن کے حق میں خیر خواہ رہے، شریعت کی خلاف ورزی کئے بغیر وطن سے محبت رکھے، وطن کی ترقی' وطن کی حفاظت' وطن کی سرحدوں کی پاسبانی' اہل وطن کے ساتھ حسن سلوک' ہمدردی وغمگساری' وطن کی محبت کے تقاضے ہیں۔

اسلام اقدار انسانی کا محافظ: آج کے پُرفتن دور میں انسانی اقدار کو پامال کیا جارہا ہے، جذبۂ انتقام کی آگ میں انسانیت کی حرمت وتقدس

کو کچلا جارہا ہے، غاصبانہ رویہ اور ظالمانہ طریقہ اختیار کیا جارہا ہے،لوگ اخلاقی سطح سے نیچے اتر چکے ہیں اور انسانی حقوق کا بھی لحاظ نہیں کررہے ہیں۔

ایک جانب یہ دلخراش اور المناک حالات ہیں تو دوسری سمت یہ دل سوز اور کربناک المیہ ہے کہ مغربی دنیا میڈیا وغیرہ کی وساطت سے یہ باور کرارہی ہے کہ وہی حقوق انسانی کی پاسباں ہے، اور اسلام نے انسانی حقوق نہیں دئے، ان باتوں کو سن کر اسلامی تعلیمات سے ناآشنا افراد بالخصوص نوخیز نسل متاثر ہورہی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مغربی دنیا 20ویں صدی کے وسط سے انسانی حقوق کا نعرہ لگارہی ہے جبکہ حقوق انسانی کے بانی وحامی، محافظ وپاسباں سرور دوجہاں، خاتم پیغمبراں صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آج سے تقریباً چودہ سوسال قبل انسانیت کو اس کے حقوق عطا کئے اور اسے تقدس وحرمت سے نوازا، دہشت وبربریت، تشدد وتعصب، خونریزی وغارت گری کے پُرآشوب ماحول میں حقوق عطا بھی فرمائے اور ان کی پاسبانی بھی کی۔

آج وطنیت وقومیت کی بنیاد پر فیصلے دیئے جاتے ہیں، رنگ ونسل، ذات پات، تہذیب وتمدن کا امتیاز برتا جاتا ہے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فیصلۂ حق کے سلسلہ میں مذہب وملت، وطنیت وقومیت کا فرق روا نہیں رکھا بلکہ آپ نے بلالحاظ مذہب وملت انسان کی قدر وقیمت کو آشکار کیا، اقدار انسانی کا تحفظ کرتے ہوئے قعر مذلت میں پڑے انسانوں کو اس قدر بلند کیا کہ ہم دوش ثریا کردیا، آپ نے ملک ووطن کو وجہ فضیلت نہیں قرار دیا بلکہ تقوی وپرہیزگاری اخلاص وللّٰہیت کو معیار فضیلت واساسِ شرافت قرار دیا چنانچہ ارشاد مبارک ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلاَ إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلاَ لاَ فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلاَ لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلاَ أَحْمَرَ عَلٰى أَسْوَدَ وَلاَ أَسْوَدَ عَلٰى أَحْمَرَ إِلاَّ بِالتَّقْوٰى۔ اے لوگو، آگاہ رہو! بیشک تمہارا پروردگار ایک ہے، تمہارے والد ایک ہیں، کسی عربی کو محض عربی ہونے کی وجہ سے کسی عجمی پر فضیلت نہیں اور کسی عجمی کو محض عجمی ہونے کی بنیاد پر کسی عربی پر فضیلت نہیں، نہ کسی سرخ رو کو سیاہ فام پر فضیلت ہے اور نہ کسی سیاہ فام کو سرخ رو پر، بجز تقوی کے۔ (مسند الامام احمد، حدیث نمبر: 23489)

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ بطفیل حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری درسگاہوں اور جامعات کی حفاظت فرمائے اور وہاں سے پھیلنے والے انوار سے عالم کو منور فرمائے، امن وسلامتی کے یہ کارواں صبح قیامت تک چلتے رہیں۔

☆☆☆

حضرت مولانا محمد خواجہ شریف علیہ الرحمۃ والرضوان

برصغیر کے عظیم محدث اور عبقری عالم دین

مولانا محمد انوار احمد صاحب
نائب شیخ التفسیر جامعہ نظامیہ

''برصغیر کی دینی وعلمی افق پر درخشاں ستاروں کی مانند جگمگانے والے اکابر علماء میں نمایاں نام شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ محدث کبیر فضیلۃ الشیخ مولانا محمد خواجہ شریف صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے۔ آپ عصر حاضر میں متقدمین علماء کا نمونہ اور اہل اللہ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔''

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی کتابِ زندگی کا ہر ورق اس قدر ستھرا' اجلا اور منور ہے کہ اسے پڑھتے ہوئے دل و دماغ روشن ہوجاتے ہیں۔ آپ کی علمی سرگرمیوں کا دائرہ بہت وسیع ہے اور انہیں بیان کرنا اس لئے بھی آسان نہیں کہ یہ چھ دہائیوں پر محیط تسلسل ہے۔ علم وفضل کا یہ جھرنا گذشتہ چھ دہوں سے مسلسل بہتا رہا اور نہ جانے کتنے افراد' اداروں اور جامعات کو سیراب کرچکا۔

ملک بھر میں بے شمار مدارس اسلامیہ کا احیاء وانشاء، دینی تحریکوں کا قیام، علوم اسلامیہ بالخصوص علم حدیث کی نشر واشاعت کے لئے انتھک جدوجہد، عربی زبان کے فروغ کے لئے سرگرمیاں، مساجد میں دروس کا سلسلہ، کئی ایک علمی وتحقیقی کتابوں کی تصنیف وتالیف، تراجم و تحقیقات' درس وتدریس' مواعظ وارشادات' طریقت کی مجالس' علماء کی نئی نسل کی تربیت اور مختلف اداروں کے انتظامی امور کی نگرانی جیسے درجنوں وقیع کام ایک تنہا ذات نے انجام دیے۔

یہ سب وہ خدمات ہیں جن پر ہلکی سی روشنی بھی ڈالی جائے تو سینکڑوں صفحات ناکافی ہوں گے۔ اس موقع پر مختصر وقت میں چند اہم علمی خدمات کو علم تفسیر کے حوالہ سے بیان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

سب سے پہلے شخصیت سے متعلق کچھ باتیں۔

15 شوال المکرم 1359ھ کو آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور 6 ربیع الثانی 1440ھ قبل از نماز جمعہ آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک

کہا۔اس طرح رب العزت نے آپ کو زندگی کے میدان عمل میں 8 دہوں تک رہنے کا موقعہ عنایت فرمایا۔حصول علم کے ابتدائی برسوں کے بعد ہی سے آپ دین کی نشر واشاعت اور علوم اسلامیہ کی خدمت میں مصروف رہے' عمر کی آخری منزلوں میں بھی علمی میدان میں نوجوانوں سے زیادہ فعال اور متحرک رہے۔تادم زیست شریعت وطریقت کی خدمت انجام دی' دنیا بھر میں اسلام کی حقیقی فکر کو عام کیا۔

نباض فطرت نے آپ کو بیک وقت کئی علوم وفنون میں یدطولی عطاء کیا تھا۔آپ بیک وقت مفسر، محدث، فقیہ، اصولی اور ادیب تھے۔تاہم شیخ الحدیث کی حیثیت سے علم حدیث کے سلسلہ میں آپ کی خدمات مثالی نوعیت کی حامل تھیں۔حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ والرضوان بانی جامعہ نظامیہ نے حدیث موضوع سے متعلق ایک لاجواب کتاب بزبان اردو بنام الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع قلمبند فرمائی ہے۔اپنے موضوع اور مواود کے اعتبار سے یہ ایک منفرد تالیف ہے' حضرت شیخ الحدیث نے 2001ء میں اس کتاب کو عربی قالب میں منتقل فرمایا' (86) صفحات پر مشتمل اس کتاب کو مرکز تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ کے زیر اہتمام اشاعۃ العلوم جامعہ نظامیہ نے شائع کیا ہے۔کویت اور عرب دنیا کے بہت سے علماء نے آپ کی ترجمہ کردہ کتاب سے استفادہ کیا اور حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کے فیضان علمی سے مستفیض ہوئے۔

جشن تاسیس جامعہ نظامیہ کے موقع پر ایک دس نکاتی پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔جس میں اسلامک ریسرچ سنٹر یعنی مرکز تحقیقات اسلامیہ کا قیام بھی شامل تھا' چنانچہ ارباب جامعہ نے اس ادارہ کی داغ بیل ڈالی اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی کو مدیر کی حیثیت سے ادارہ کی اہم ذمہ داری تفویض فرمائی۔الحمدللہ آپ کی ادارت میں اس ادارہ سے کئی علمی جواہر پارے زیور طبع سے آراستہ ہوکر عامۃ المسلمین اور اہل علم تک پہنچ چکے ہیں۔اس ادارہ کے تحت شائع ہونے والی اولین کتاب ثروۃ القاری من انوار البخاری ہے۔

حضرت شیخ الحدیث کے علمی خدمات میں اہم ترین کارنامہ امام اعظم امام المحدثین کی تالیف ہے۔اسے ایک الہامی تصنیف قرار دیا جاسکتا ہے' حضرت شیخ الحدیث کے علم وفضل اور نقد وتحقیق کا آئینہ اور شاہکار کتاب ہے۔برصغیر ہندوپاک کے غیر مقلدین آج بھی اس کتاب کے شمولات سے خائف ہیں۔

سراج الامۃ امام الائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی فن حدیث میں امامت پر یہ ایسی محققانہ تالیف ہے جو حضرت شیخ الحدیث کے پچاس سالہ علمی تجربات کا نچوڑ ہے محض ((154 صفحات پر مشتمل یہ کتاب جسے مرکز تحقیقات اسلامیہ نے 2003ء میں شائع کیا ہے۔اپنی اشاعت کے ساتھ ہی تھوڑے ہی عرصہ میں عالمگیر شہرت اختیار کرگئی برصغیر کے نامور علماء وفقہاء ومحدثین نے اس سے استفادہ کیا۔

اس کتاب میں حضرت شیخ الحدیث نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی صحابہ سے ملاقات کو ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا ہے۔کتاب امام اعظم امام المحدثین کا دلچسپ ترین پہلو بعض فنی امور میں حضرت امام اعظم اور حضرت امام بخاری کا موازنہ ہے۔اس میں بتایا گیا ہے کہ حدیث شریف کے تحمل واداء کے سلسلہ میں حضرت امام اعظم کے شرائط امام بخاری سے زیادہ سخت ہیں۔اس میں یہ بھی ثابت کیا گیا

ہے کہ امام اعظم کی مسانید کی تعداد 21 تک پہنچی ہے اور آپؒ کی روایتوں کو کبار محدثین نے اپنی کتابوں میں شامل کیا ہے۔

فن حدیث میں امام اعظم کی امتیازی شان یہ ہے کہ ائمہ اربعہ 7 اصحاب صحاح ستہ اور اس دور کے تمام مجتہدین ومحدثین میں صرف امام اعظم کے پاس وحدانیات یعنی وہ روایتیں ہیں جو محض ایک واسطہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث نے ثابت کیا ہے کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے سب سے پہلے درایت حدیث کے اصول قائم کئے' جس کے بغیر مسائل کا استنباط ممکن نہیں۔ پھر آپ نے ((83000 مسائل مستنبط فرمائے اور اسی درایت حدیث کو فقہ کہتے ہیں۔ فضیلۃ المحدث حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ نے اس کتاب میں سند عالی سے متعلق ناقابل تردید حقائق کو پیش کرتے ہوئے حضرت امام بخاریؒ کے نام نہاد مویدین کو لاجواب کردیا ہے کہ ائمہ اربعہ اور اصحاب صحاح ستہ میں وہ وحدانیات سوائے امام اعظم کے کسی اور کے پاس ہیں ہی نہیں۔

یہ وہ علمی وتحقیقی موازنہ ہے جو حضرت شیخ الحدیث کی حدیث دانی' تفقہ اور مناظرانہ شان کو ظاہر کرتا ہے کئی صدیاں گذر گئیں لیکن اس نوعیت سے کسی نے بھی حضرت امام اعظم کی شان وعظمت کو ظاہر نہیں کیا' اللہ نے یہ خدمت وسعادت حضرت شیخ الحدیث کے حصہ میں رکھی تھی اس لئے یہ عظیم کام آپ ہی سے لیا گیا۔

حضرت شیخ کی مزید خدمات کو بیان کرنے سے قبل میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کے اخلاص وللّٰہیت کے بعض پہلوؤں کا یہاں تذکرہ کروں۔ یکم اگست 1966ء کو آپ کا جامعہ نظامیہ میں تقرر عمل میں آیا' قبل ازیں آپ دارالعلوم موتمر العلماء مغل گدہ میں بحیثیت مہتمم خدمات انجام دے رہے تھے حضرت مولانا مفتی محمد عبدالحمید صاحب علیہ الرحمہ سابقہ شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ نے آپ کو ترغیب دی کہ آپ جامعہ میں تقرر کے لئے درخواست دیں تب آپ نے جامعہ میں تقرر کے لئے مہتممی کی عظیم خدمات کو خیرباد کہا۔

اس خاکسار نے دفتر انتظامی وشعبہ تدریس جامعہ نظامیہ میں 1966ء کا ریکارڈ بمشکل تمام تلاش کیا اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث نے تقرر کے لئے جو درخواست دی تھی وہ آپ حضرات کی خدمت میں پیش ہے اور یہ درخواست میرے اس پورے مقالہ کا ماحصل ہے۔ ملاحظہ ہو۔

بخدمت شریف حضرت شیخ الجامعہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

خارجاً مسموع ہوا ہے کہ جامعہ نظامیہ میں ایک تدریسی جائیداد تقرر طلب ہے' احقر جامعہ کا ایک قدیم طالب علم ہے اور فی الوقت دارالعلوم موتمر العلماء مغل گدہ میں بحیثیت مہتمم تدریس فرائض انجام دے رہا ہے۔

اگر جامعہ میں خدمت تدریس کا موقع دیا جائے تو قطع نظر مشاہرہ مادر علمی کی خدمت کو ترجیح دے گا۔

المرقوم 11 جولائی 1966ء

قطع نظر مشاہرہ کے الفاظ پر غور کیجئے اور اندازہ کیجئے کہ آپ کے اندر کس قدر اخلاص وللّٰہیت اورشان استغناء ہے۔ دراصل دارالعلوم موتمر العلماء میں آپ کو کل ((150 روپے مشاہرہ حاصل ہوتا تھا اور جامعہ نظامیہ میں آپ کو تقرر ((75 روپے ماہوار ہوا' بتایا جاتا ہے کہ اس موقع پر جامعہ کے کسی استاذ کو سرکاری ملازمت کا موقع ملا تو انہوں نے جامعہ سے استعفیٰ دے دیا' تب حضرت مولانا مفتی عبدالحمیدؒ نے یہ جملہ کہا تھا کہ ''بعض لوگ بڑی تنخواہ کے لئے جامعہ کی ملازمت کو خیر باد کہہ رہے ہیں اور بعض لوگ جامعہ کے لئے بڑی تنخواہ کو خیر باد کہہ رہے ہیں''۔

بہرحال جامعہ کی موجودہ ترقی انہیں محسنین کی مرہون منت ہے۔

حضرت شیخ الحدیث نے مدارس کے احیاء وقیام کے سلسلہ میں بھی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ دارالعلوم دینیہ بارگاہ بندرہ نوازؒ کا احیاء آپ کا کارنامہ ہے کہ آپ نے شہر گلبرگہ میں چھ ماہ قیام کر کے اس قدیم اور تاریخی ادارہ کا احیاء عمل میں لایا جس کا فیضان آج تک جاری ہے۔

دارالعلوم اننت پور کے بانی بھی آپ ہی ہیں جو آج ایک ایکڑ اراضی پر کام کر رہا ہے' آپ نے 1961ء میں تین بچوں کے ذریعہ ایک درخت کے نیچے اس کو قائم کیا تھا حضرت مولانا حکیم محمد حسین صاحبؒ اس کے صدر تھے۔ حضرت شیخ الحدیث نے اخراجات مدرسہ کی پابجائی کے لئے ایک اسکیم بنائی تھی کہ اننت پور میں ہر دکان سے روزانہ صرف 10 پیسے لئے جائیں۔ اس طرح آپ نے حضرت شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقیؒ کے وطن قندھار میں مدرسہ قائم کیا اس کے علاوہ نندیال' کرنول' ویل گوڑہ اور پتہ نہیں کہاں کہاں مکاتب اسلامیہ کو قائم فرمایا۔

المعهد الديني العربي کو 1405ھ میں محض 10 طلبہ سے ایک کرایہ کی عمارت میں قائم فرمایا آج یہ ادارہ ہندوستان بھر میں دینی علمی شناخت رکھتا ہے اور اس کا شمار ریاست کے ممتاز اداروں میں ہوتا ہے۔ جس میں جامعہ نظامیہ کے 30 فارغین تدریس خدمات انجام دے رہے ہیں اور اندرون و بیرون طلبہ کی تعداد 500 سے متجاوز ہے۔ اس طرح حضرت شیخ الحدیث نے اللجنة الدينية کے نام سے 70 کی دہائی میں ایک ادارہ قائم کیا جس کے ذریعہ کئی مفید علمی وتحریکی خدمات انجام دی گئیں اسی کے تحت اہل خدمات شرعیہ کا تلگو زبان میں ترجمہ کیا گیا۔

حضرت مولانا مفتی عبدالحمیدؒ سابق شیخ الجامعہ کی سرپرستی میں مجلس علمیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کے ذریعہ بھی دعوت الی اللہ' مسلمانوں کی اصلاح اور علماء کی تربیت وغیرہ کے امور انجام دیئے گئے۔ آپ نے مختلف مساجد میں حدیث وفقہ کے دروس کے ذریعہ بھی عامتہ المسلمین کی خدمت انجام دی' مسجد سنگ پتلی باؤلی جامع مسجد قادریہ فرسٹ لانسر' مسجد جعفری صنعت نگر اور مسجد چیونٹی شاہ میں آپ کے دروس حدیث وفقہ چالیس سال سے زیادہ عرصہ تک جاری رہا۔

جامعہ نظامیہ کی 148 سالہ تاریخ میں شاید ہی کوئی شخصیت ہو جنہیں اتنے طویل عرصہ تک جامعہ کی خدمات کا موقع حاصل ہوا ہو۔ یکم اگست 1966ء سے 2018ء تک نصف صدی سے زائد کا عرصہ ہوتا ہے اس طویل عرصہ میں جامعہ کی ہمہ جہت ترقی میں آپ کا اہم کردار رہا

ہے۔ جولائی 1988ء میں شیخ الادب قدیم کے عہدہ پر آپ کو ترقی دی گئی۔ بعدازاں 13 فروری 1993ء کو شیخ الحدیث کے باوقار عہدہ پر فائز ہوئے اور تادم زیست اس منصب کی زینت رہے۔ اس طویل عرصہ میں آپ نے صرف تدریسی طور پر ہی جامعہ کی خدمت انجام نہیں دی بلکہ مالیہ کے استحکام میں اہم رول نبھایا' جامعہ میں چرم قربانی کی موجود منظم تحریک آپ کی رہین منت ہے۔ اس کے علاوہ عرب دنیا سے مراسم بھی آپ کے منجملہ برکات سے ہے آپ ہی نے عرب علماء کو اپنے علم وفضل سے متاثر کیا' کویت میں آپ نے جلیل القدر عرب علماء سے علمی موضوعات پر مباحث فرمائے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ کے ہمراہ جرمنی میں بخاری شریف کا بشکل توسیعی خطاب درس دیا۔ سال 2013ء میں مدینہ منورہ کے فاضل علماء کی ایک جماعت جب بخاری شریف کے درس کے لئے ہندوستان کے مختلف علماء سے استفادہ کرتے ہوئے حیدرآباد پہنچی اور وہ حضرت شیخ الحدیث کے آگے زانوئے ادب طئے کئے تو آپ کے علمی وتحقیقی درس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ مکمل بخاری شریف ختم کروانے کی خواہش کی چنانچہ انہوں نے آپ کو عمرہ وزیارت کی دعوت دی اور مکہ مکرمہ میں درس بخاری کا آغاز ہوا اور حرم نبوی میں بخاری شریف کی تکمیل عمل میں آئی' یہاں یہی کہا جاسکتا ہے کہ

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

☆☆☆

حضرت شیخ الاسلامؒ

بحیثیت ماہر علم نباتات(Botany)

مولانا سید احمد غوری صاحب
استاذ جامعہ نظامیہ

''حضرت شیخ الاسلام-رحمۃ اللہ علیہ-نے سائنس،علوم جدیدہ اور فنون لطیفہ کو اپنا مقصود اصلی نہیں بنایا بلکہ آپ نے سائنسی علوم،ان کے اصول وضوابط،جدید تجربات وانکشافات کی روشنی میں اسلام کا دفاع کیا اور دینی عقائد واسلامی نظریات،احکام شریعت کی حقانیت وصداقت کو معقولات ومنقولات کے پیرائے میں اس طور پر واضح کیا کہ آپ کی قوت استدلال کے آگے منکر ومتعصب کے لئے بھی سوائے سر تسلیم خم کرنے کے کوئی چارہ نہ رہا۔''

حضرت شیخ الاسلام،امام ہمام ابوالبرکات امام محمد انواراللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ-رحمۃ اللہ علیہ-اس نادرالوجود،نابغۂ روزگار عبقری شخصیت کا نام ہے جسے خالق کائنات نے جملہ علوم وفنون میں امامت کا درجہ عطا فرمایا۔آپ درسیات،علم تفسیر وعلم قرآن،علم حدیث،علم فقہ،علم ادب،علم بلاغت ومعانی،اصول تفسیر،اصول حدیث وفقہ،علم رجال،علم الانساب،علم تاریخ،علم سیر،علم لغت،علم الرؤیا اور جملہ علوم اسلامیہ کے ساتھ سائنس اور علوم جدیدہ پر بھی کامل دسترس رکھتے۔آپ کی عظیم تصانیف اور قلمی شہپارے اس پر شاہد عدل ہیں۔

زمانہ محو حیرت ہے کہ کس طرح اس مرد قلندر،بوریہ نشیں درویش نے ایک حجرہ میں مسند نشیں ہوکر آفاق کو سمولیا۔خداوندے قدوس نے آپ کو علوم ومعارف کا بحر ذخار بنایا،لازوال علمی کمالات سے سرفراز کیا،فکر وفن کی اعلی صلاحیتوں کا جوہر دے کر آپ کو دُرّ بے بہا کردیا اور آپ ہر زمانہ کی ضرورت بن گئے۔خواہی نہ خواہی،واسطہ و بالواسطہ ہر کوئی آپ سے استفادہ کرنے لگا؛ کیونکہ آپ نے اپنے قلم وقرطاس کے ذریعہ نہ صرف شریعت کے مسائل کو سلجھایا بلکہ آفاق وانفس میں پنہاں رازہائے سربستہ کو کھولا ہے۔عالمی پیمانہ پر دعوتی کام کرنے والے ایک مبلغ نے کہا: آج کے اس دور میں جہاں قدم پر ایک نیا چیالنج ہے' اگر کوئی کامیابی کے ساتھ عالمی پیمانہ پر دعوتی کام کرنا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ حضرت شیخ الاسلام امام محمد انواراللہ فاروقی-رحمۃ اللہ علیہ-کی تصانیف گرامی کا مطالعہ کرے!۔

حضرت شیخ الاسلام-رحمۃ اللہ علیہ-نے سائنس،علوم جدیدہ اور فنون لطیفہ کو اپنا مقصود اصلی نہیں بنایا بلکہ آپ نے سائنسی علوم،ان کے

اصول وضوابط، جدید تجربات وانکشافات کی روشنی میں اسلام کا دفاع کیا اور دینی عقائد واسلامی نظریات، احکام شریعت کی حقانیت وصداقت کو معقولات ومنقولات کے پیرائے میں اس طور پر واضح کیا کہ آپ کی قوت استدلال کے آگے منکر ومتعصب کے لئے بھی سوائے سرتسلیم خم کرنے کے کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ حضرت شیخ الاسلام-رحمۃ اللہ علیہ-فرماتے ہیں: ''قدرت خدائے تعالی پر ایمان نہ لانے کا اصل سبب یہی ہے کہ آدمی اپنی ذات اور عالم میں غور نہیں کرتا، اگر ذرا بھی غور وتامل کرے تو بڑے بڑے عقدہ ہائے لاینحل بآسانی حل ہوسکتے ہیں''۔(مقاصد الاسلام، حصۂ ہفتم)

سطور ذیل میں حضرت شیخ الاسلام-رحمۃ اللہ علیہ-کی تصنیف گرامی سے علم نباتیات سے متعلق بطور نمونہ چند اقتباسات سپرد قرطاس کئے جاتے ہیں تاکہ اندازہ ہو کہ اسلامی جامعہ میں پڑھنے والے طالبان علوم اسلامیہ کو جامعہ میں محدود فکر نہیں دی جاتی، انہیں نہ صرف زبان دانی، ادب شناسی اور احکام ومسائل کا جاننے والا ہی نہیں بنایا جاتا بلکہ حجرۂ درس میں رکھتے ہوئے ان کی فکر کے دریچوں کو کھول کر، ذہنی وسعتوں سے نوازتے ہوئے آفاقی فکر کا حامل بنایا جاتا ہے۔

قناعت نہ کر عالم رنگ وبو پر چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

اسی روز وشب میں الجھ کر نہ رہ جا کہ تیرے زمان ومکاں اور بھی ہیں

الحمد للہ! حضرت شیخ الاسلام-رحمۃ اللہ علیہ-کا یہ فیض علمی آج بھی جاری وساری ہے، حضرت عمدۃ المحدثین اشرف العلماء مولانا محمد خواجہ شریف-رحمۃ اللہ علیہ-بھی اسی چشمۂ شیریں کے آب زُلال بن کر تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے، حضرت فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین نقشبندی-دامت برکاتہم العالیہ-بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک سنہری کڑی ہے اور حضرت مفکر اسلام زین الفقہاء علامہ مفتی خلیل احمد-دامت برکاتہم العالیہ-بھی اسی لطف عظیم وفیض عمیم کا جیتا جاگتا نمونہ ہے، جنہیں دیکھ کر ہر کوئی پکار اٹھتا ہے: ''مفکر اسلام واقعۃً جلوۂ شیخ الاسلام ہیں''۔

علم نباتیات کے فروغ میں اہل اسلام کا حصہ: اسلام نے کبھی کسی زبان یا فن کے سیکھنے سے منع نہیں کیا، بلکہ زبانوں کو اللہ تعالی کی نشانی قرار دیا اور تحقیق وتدبر کی تعلیم دی، حقائق اشیاء کو جاننے کی ترغیب دی کہ عجائب قدرت کو دیکھ کر خالق کائنات کی عظمتوں کو جانیں، چنانچہ اہل اسلام نے روز اول ہی سے ''علم نباتات'' کی طرف توجہ کی، علماء کرام، اہل لغت اور مترجمین نے نہ صرف قدیم ہندی، یونانی، فارسی، نبطی ودیگر زبانوں سے اس علم کو عربی میں منتقل کیا بلکہ مستقل کتابیں لکھیں اور اس علم کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ خدائے تعالی نے نباتات میں جو صنعتیں رکھی ہیں، جس قدرت بالغہ سے اسے کمال تک پہنچاتا ہے ان کو دیکھ کر ایمان پختہ ہوجاتا ہے، چنانچہ حضرت شیخ الاسلام-رحمۃ اللہ علیہ-علم نباتات سے متعلق فرماتے ہیں:

''فن نباتات ایک وسیع علم ہے، چنانچہ 'الدر اللامع' تقریباً تین سو(300) صفحہ کی کتاب ہے، اور اس سے بڑی بڑی کتابیں اس

فن کی موجود ہیں، اس فن کے دیکھنے سے یہ بات منکشف ہوجاتی ہے کہ نباتات میں بھی قدرت الٰہی کی بے انتہاء صنعتیں رکھی ہیں، جن میں عقل حیراں ہوجائے''۔(مقاصدالاسلام،حصہ ہفتم،ص:18)

علم نباتیات میں مسلمانوں کا دائرہ کار اور موضوع علم، دنیوی سائنس دانوں سے زیادہ وسیع!

یہ کہنے میں ہم یقیناً حق بجانب ہیں اور اس میں کوئی مبالغہ آرائی بھی نہیں کہ ''علم نباتیات'' میں مسلمان علماء کا دائرۂ کار اور نباتات کا موضوع، دنیوی سائنس دانوں سے زیادہ وسیع ہے، وہ اس لئے کہ دنیوی سائنس داں زمینی اور آبی پودوں اور اس کے متعلقات پر بحث کرتے ہیں جبکہ قرآن کریم نے نہ صرف زمینی نباتات بلکہ اخروی نباتات کا بھی ذکر کیا اور ان کے اوصاف بھی بیان کئے، نہ صرف اِس عالَم کے نباتات بلکہ اُس عالم کے نباتات کے بارے میں بھی تفصیلات فراہم کی ہے۔ جنت کے باغات، وہاں کے درخت اور ان کی صفات کو بیان کیا، نیز دوزخ کے درختوں اور ان کی صفات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ قرآن کریم میں کہیں ''سدرہ'' کا ذکر ہے تو کہیں ''شجرۂ ضریع'' کا، کہیں ''شجرۂ زقوم'' کا ذکر ہے تو کہیں ''سدر مخضود'' کا، کہیں ''اکلها دائم وظلها ''فرمایا تو کہیں ''لامقطوعة ولاممنوعة ''فرمایا، کہیں ''ذواتا افنان'' کے ذریعہ صفت بیان کی تو کہیں ''مدهامتان'' سے، کہیں ''ظلاً ظليلاً'' سے ان کے سایوں کو سمجھایا تو کہیں ''ظلٍ ممدود'' فرمایا۔

مجھے یقین ہے کہ یہ آسمان کچھ کم ہے   اسے گماں ہے کہ میری اڑان کچھ کم ہے

علم نباتیات: نباتیات وہ علم ہے جس میں پودوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ پودوں سے حیاتیات کا تعلق عام طور پر نباتی سائنس (Plant Science) کہلاتا ہے، لیکن خاص طور پر یہ سائنس نباتیات کے نام سے موسوم ہوئی۔

وجہ تسمیہ: یونانی زبان میں (Bous) مویشی کے معنی ظاہر کرتا ہے اور لفظ (Bousken) مویشی کے چارے کے معنی ظاہر کرتا ہے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا لفظ (Bousken) ایک نئے لفظ (Botane) میں تبدیل ہوگیا، جو موجودہ دور کے لفظ (Botany) بن کر وسیع پیمانہ پر استعمال کیا جانے لگا۔ یہ ''حیاتیات'' کی دو بنیادی شاخوں میں سے ایک ہے۔ نباتیات یا علم نباتات اس کو عربی میں ''علم النبات'' اور انگریزی میں ''Botany'' کہا جاتا ہے۔

قدیم زمانہ ہی سے انسان پودوں اور اس کے حاصلات کی اہمیت سے بخوبی واقف تھا، انسانی تہذیب کی تاریخ میں پودوں کی کاشت کے حوالے ملتے ہیں۔ انیسویں اور بیسویں صدی کے دوران نباتیات نے تیز رفتار وسعت حاصل کی اور پودوں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر کافی زیادہ معلومات حاصل کئے گئے، اس کے نتیجہ میں نباتیات کی شاخوں میں بھی وسعت ہوئی۔ (نباتیات، نصابی کتاب برائے انٹرمیڈیٹ، باب:3، ص:32)

زراعت، انسان کی فطرت سے جڑی ہوئی ہے! حضرت شیخ الاسلام-رحمۃ اللہ علیہ-فرماتے ہیں: ''نباتات کے بیان سے یہاں

یہ مقصود ہے کہ انسان کی غذا نباتات سے ہے، جس سے اس کی نشو نما بلکہ تکون متعلق ہے، اس میں شک نہیں کہ غذائے انسانی صرف نباتات ہی نہیں بلکہ حیوان بھی اس میں شریک ہیں، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حیوانات باوجود یکہ بہ نسبت انسان کے ہزاروں حصے زائد ہیں مگر کسی حیوان کا رزق ایسا نہیں کہ اس کی پیدائش میں کسی حیوان کی سعی وتر دد کو دخل ہو، گھانس، پتے جن حیوانات کی خوراک ہے کبھی ان کو ضرورت نہیں ہوتی کہ زراعت کر کے حاصل کریں بلکہ ہر سال جنگل کا جنگل چر جاتے ہیں پھر دوسرے سال خدائے تعالی کی قدرت سے وہ خود بخود اگتا ہے، بخلاف غلّے کے، جو خاص انسان کی خوراک ہے وہ کسی جنگل میں اگتا ہوا نظر نہیں آتا، جب تک ہزاروں آدمی مہینوں اس کی تحصیل میں دن رات محنت شاقہ نہ اٹھائیں، چنانچہ منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار نے جو لکچر زراعت ہند پر دیا ہے اس میں مذکور ہے کہ 1881ء کی رپورٹ مردم شماری ہند سے ثابت ہے کہ ہندوستان کے اس حصے کی آبادی جو زیر قلمرو سرکار انگریز ہے انیس (19) کروڑ ہے، اس میں فی صدی نوّے ایسے آدمی ہیں جو کاروبار زراعت سے متعلق ہیں۔ اور سلطنت کے محکمۂ مالگزاری کا ایک بڑا حصہ اسی کی نگرانی کرتا ہے، ہر گاؤں میں بارہ خدمتیں اس کام کی مقرر ہیں جن کو ہمارے ملک میں ''بارہ بلوتے'' کہتے ہیں۔ بیل اسی کام کے لئے بنائے گئے ہیں، جو انسانوں کے ساتھ مانوس ہیں، دوسرے حیوانوں کی طرح جنگل میں بھاگ نہیں جاتے، پھر جن درختوں سے انسان کی غذا متعلق ہے ہر سال اس کی زراعت کی ضرورت ہے، بخلاف دوسرے درختوں کے کہ سالہا سال قائم رہتے ہیں۔

غرض ان فطری قرائن سے ظاہر ہے کہ انسان کو فطرت نے مجبور کر رکھا ہے کہ وہ غلہ حاصل کر کے اپنی غذا بنائے بلکہ اگر کہا جائے کہ غلہ ہی غذا اور گوشت وغیرہ سالن اور دوسرے منافع کے لئے موضوع ہیں تو بے موقع نہ ہوگا۔ (مقاصد الاسلام، حصۂ ہفتم)

ہر جانور اور انسان کی غذا کا خاتمہ نباتات: حضرت شیخ الاسلام-رحمۃ اللہ علیہ-فرماتے ہیں: پھر جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کی غذا بھی نباتات ہی ہے، اور درندے گو گھانس نہیں کھاتے مگر جن جانوروں کو وہ کھاتے ہیں ان کی غذا نباتات ہی ہے، اس لحاظ سے ہر جانور اور انسان کی غذا کا خاتمہ نباتات ہی پر ہوگا''۔ (مقاصد الاسلام، حصۂ ہفتم)

نباتیات کی مختلف شاخیں ہیں، ان میں سے ایک ''شکلیات'' ہے۔ اس میں پودے کے مختلف حصوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے، یہ پودوں کی درجہ بندی کے لئے بنیادی ضرورت کی حامل ہے، اس کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: (الف) بیرونی شکلیات، (ب) اندرونی شکلیات۔

(الف) بیرونی شکلیات: اس میں پودوں کے مختلف حصوں جیسے: جڑ، تنا، پتے، پھول، پھل اور تخم کی بیرونی خصوصیات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

(ب) اندرونی شکلیات: اس میں پودوں کے مختلف حصوں کی اندرونی خصوصیات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس کی دو شاخیں ہیں:

(1) علم بافت (Histology) (2) تشریحات (Anatomy)

(1)علم بافت(Histology)اس میں پودے میں پائے جانے والی مختلف بافتوں کی شکل وساخت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

(2)تشریحات(Anatomy)اس میں پودوں کے مختلف حصوں جیسے: جڑ،تنا،پتے،پھول وغیرہ کی اندرونی ساخت کا تفصیلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

نباتیات کی مختلف شاخوں میں جو تحقیق ہوتی ہے،اور ہر ایک کا جدا جدا مطالعہ کیا جاتا ہے حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی -رحمۃ اللہ علیہ- نے ان میں سے ہر ایک پر اپنا قلم اٹھایا، چنانچہ نباتیات کی مذکورہ شاخوں سے متعلق حضرت شیخ الاسلام-رحمۃ اللہ علیہ-کی تحریر دل پذیر ملاحظہ ہو:''الدرالـلامع''میں لکھا ہے کہ اکثر نباتات میں یہ چیزیں ضرور ہوتی ہیں۔جڑ'جس سے درخت کا ثابت رکھنا اور زمین سے غذا کو جذب کرنا مقصود ہے۔پیڑ' پتے،پھل،پھول وغیرہ اور ان میں بعض اعضا غذا پہنچانے کے لئے موضوع ہیں،جن سے بقائے شخصی متعلق ہے اور بعض اعضائے تناسل ہیں،جن سے بقائے نوعی متعلق ہے۔

اعضائے تغذیہ،پوست،تمددات نخاعی،مسامات اور کئی قسم کی نلکیاں ہیں جن میں عصارۂ مائیہ یعنی ایک قسم کا نچوڑ جاری رہتا ہے،پتوں میں مسامات ہوتے ہیں جن سے عصارۂ مائیہ آتا ہے اور ان ہی سے ان اجزائے ہوائیہ وغیرہ کو باہر کرتے ہیں جن کو تغذیہ میں کوئی دخل نہیں اور بخارات اور رطوبت جو ہوا میں ہوتے ہیں ان ہی کے ذریعہ سے چوستے ہیں۔پھر ان کے پھولوں میں عموماً اعضائے تناسل نر و مادہ کے ہوتے ہیں،عضوِنر'عضو مادہ کو سیراب کرتا ہے،جس سے حمل ہوکر بچہ پیدا ہوتا ہے،یعنی تخم جس سے ہر نوع نبات کی بقا متعلق ہے۔(مقاصد الاسلام،حصہ ہفتم)

''خلویات''(Cytology):

نباتیات کی ایک اور شاخ''خلویات''(Cytology)ہے۔اس شاخ میں خلیہ اور خلوی عضوؤں کی ساخت اور ان کی تقسیم اور افعال کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔حضرت شیخ الاسلام-رحمۃ اللہ علیہ-فرماتے ہیں:''الدر اللامع فی النبات و ما فیہ من الخواص والمنافع''میں لکھا ہے کہ تخم میں تین(3)طبقے ہوتے ہیں،جن میں تیسرے طبقہ کا نام''سویدا''ہے،یعنی تخم کا جوہر قلبی اسی میں بچہ رہتا ہے،جو نشو نما پاکر درخت یا بیل ہوتا ہے۔''سویدا''میں ایک خلط لطیف وشفاف ہوتا ہے جس کو''خلیہ''کہتے ہیں،جب وہ قابلیت پیدا کرتا ہے تو جنین ایک نقطے کی ہیئت پر اس خلط میں تیرتا اور بڑھتا ہے،پھر اس میں جڑیں پیدا ہوتی ہیں۔انتہی۔

علامہ فرید وجدی نے''کنز العلوم واللغۃ''میں لکھا ہے کہ خلیہ ہر نبات کی اصل ہے،وہ ایک چھوٹی تھیلی ہوتی ہے،اس کے بڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ جب تخم بویا جاتا ہے اور اس کے عناصر تحلیل ہوجاتے ہیں تو وہ تھیلی تھوڑا تھوڑا اسی پانی کو چوسنا شروع کرتی ہے،جس کو اس کی تحلیل میں دخل ہے،پھر تھوڑا سا حجم اس کا بڑھ کر دو(2)خلیہ بن جاتے ہیں یا دوسری تھیلی اس کے بازو میں پیدا ہوتی ہے،اگرچہ یہ تھیلیاں بکثرت بنتی جاتی ہیں،جن سے درخت کی غذا ہوتی ہے،مگر دیکھنے میں وہ سب متصل واحد ہیں اور ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔البتہ کلاں بین سے دیکھی جائیں تو

ممتاز ہوں گی''۔(مقاصدالاسلام،حصہ ہفتم)

''فعلیات''(Physiology): نباتیات کی ایک اور شاخ''فعلیات''(Physiology)ہے۔اس شاخ میں پودوں کے اہم کارکردگیوں جیسے:پانی اور معدنیات کا انجذاب،شعاعی تالیف،تنفس،نائٹروجینی تحول اور نمود وغیرہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔چنانچہ اس سے متعلق حضرت شیخ الاسلام-رحمۃ اللہ علیہ-فرماتے ہیں:''اب دیکھنا چاہیئے کہ نباتات خصوصاً غلّے کی حقیقت کیا ہے؟حکمت قدیمہ تو مصرح ہے کہ وہ اجزائے ارضیہ ہیں جن کا مطلب کھلے لفظوں میں یہ ہوگا کہ مٹی نے بحسب قابلیت استعداد محل نباتات کی صورت اختیار کرلی ہے،گونام کا تو وہ غلہ ہے،مگر اس کے کل اجزا'اجزائے ارضیہ ہیں۔البتہ حکمت جدیدہ میں ان کا اجزائے ارضیہ ہونا صاف طور پر نہیں معلوم ہوتا؛کیونکہ ابھی معلوم ہوا کہ تخم میں جو مادہ خلویہ رہتا ہے وہی پانی کی مدد سے بڑھتا جاتا ہے،مگر اس کا مطلب اگر یہ سمجھا جائے کہ مادۂ خلویہ جو عصارہ مائیہ بنتا جاتا ہے اس میں زمینی مادہ ہوتا ہی نہیں بلکہ اصلی مادہ جو خشک تخم میں تھا وہی بڑھتا جاتا ہے تو لازم آئے گا کہ لطیف پانی بغیر کسی چیز کے گڈمڈ ہوجائے،حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ برگد کے تخم میں مثلاً جو اصلی مادۂ خلویہ ہے وہ ایک گھنگچی برابر نہیں اور تمام درخت میں جو خلوی مادہ موجود رہتا ہے تخمیناً ایک من سے بھی زیادہ ہوگا،پھر کیا ممکن ہے کہ ایک گھنگچی برابر مادہ ایک من پانی کو گڈمڈ بنادے،اس سے ثابت ہے کہ عصارۂ مائیہ میں وقتاً فوقتاً زمین کے اجزا شامل ہوتے جاتے ہیں،پھر عقل اور مشاہدے سے ثابت ہے کہ پانی جز وبدن نہیں بن سکتا،اس لئے کہ وہ لطیف اور سیال ہے اور جسم کثیف اور جماد،ممکن نہیں کہ لطیف سیال'کثیف جامد کا جزو بن سکے،اسی وجہ سے جو پانی پیا جاتا ہے'پیشاب اور پسینہ وغیرہ بن کر نکل جاتا ہے۔اس سے ثابت ہے کہ وہ عصارہ جس سے جسم نباتی بڑھتا ہے وہ اجزائے ارضیہ ہیں۔غرض کہ خلوہ مادہ میں اجزائے ارضیہ ضرور شامل ہوتے ہیں،اسی وجہ سے جڑیں زمین میں گڑی رہتی ہیں،جن سے درخت اپنی غذا یعنی:اجزائے ارضیہ اور مائیہ کو جذب کیا کرتا ہے''۔

''جغرافیہ طبعیہ''میں احمد افندی نے لکھا ہے کہ زمین ان نباتات کے لئے جو اس میں پیدا ہوتے ہیں وہ جواہر یعنی مادے فراہم کرتی رہتی ہے جن سے ان کی غذا ہو۔''علم الملاحة فی علم الفلاحة''میں عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ غلّے اور بقول جوز مین سے غذا حاصل کرتے ہیں ان میں گیہوں غذا اور دسومت یعنی چکنائی زمین سے زیادہ حاصل کرتا ہے۔اگر کہا جائے کہ جڑیں نہایت باریک ہوتی ہیں ،ان میں یہ صلاحیت نہیں کہ زمین کے اجزا یا گاد کو کھینچ سکیں،اس لئے کہ منافذ ان ریشوں کے نہایت باریک ہیں؟تو ہم کہیں گے کہ آدمی میں ماساریقا بھی ایسے ہی باریک ہیں،باوجود اس کے جتنی غذا معدے میں جاتی ہے کیسی ہی کثیف وثقیل کیوں نہ ہو اس کا خلاصہ اس ماساریقا کی راہ سے جگر میں جاتا ہے۔ایسے ہی امور تو آدمی کو حیران کرکے طوعاً وکرہاً یہ کہلواتے ہیں کہ''یہ سب خدائے تعالی کی قدرت نمائیاں ہیں''۔ورنہ ممکن تھا کہ آدمی جو کچھ کھاتا ہے وہ بعینہ تمام جسم میں منتشر ہوکر جس جس مقام کا مادہ تحلیل ہوگیا وہ وہاں لگ جاتا،جس طرح دیواروں کی ترمیم کی جاتی ہے اور اس کی بھی ضرورت نہ تھی،پتھر ہی کا جسم بنادیا جاتا جس کو بدل ما یتحلل کی حاجت ہی نہ ہوتی،آخر پتھر بھی تو خالق ہی نے بنائے ہیں۔(مقاصدالاسلام،حصہ ہفتم)

''جینیات'' (Embryology): نباتیات کی ایک اور شاخ ''جینیات'' (Embryology) ہے۔اس شاخ میں نر اور مادہ زواجی پودوں کی نشونما، زواجوں کی تیار باروری کا طریقہ، جنین، دروں تخم اور بیج کے نشونما کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ الاسلام- رحمۃ اللہ علیہ- نے فرمایا: الحاصل حق تعالی کو منظور ہوا کہ درخت کو جسم کثیف بنائے تو اجزائے ارضیہ کو اس میں داخل کرنے کی یہ تدبیر فرمائی کہ پہلے پانی اس میں ملایا گیا کیونکہ مٹی کے اجزا یبوست کی وجہ سے متفرق رہتے ہیں اور جب تک ان میں رطوبت نہ ملے اکھٹے نہیں ہوتے، جیسے دیوار بنانے کے لئے مٹی میں پانی ملایا جاتا ہے تاکہ اس کے اجزاء متماسک اور ایک دوسرے سے چسپیدہ ہوجائیں، پھر جب دیوار بن جاتی ہے تو پانی اس غرض کو پورا کرکے ہوا ہوجاتا ہے اور مٹی مستقل قائم ہوجاتی ہے۔اسی طرح جو مٹی پانی کے ساتھ شریک ہوکر جڑوں کی راہ سے درخت میں جاتی ہے باقی رہ جاتی ہے اور پانی خشک ہوجاتا ہے، جیسا کہ خشک درخت اور غلّے میں محسوس ہے، مگر مٹی جو پانی کے ساتھ درخت میں جاتی ہے اس میں صنعت یہ ہے کہ جڑوں کو خالق نے یہ احساس دیا ہے کہ اس کیچڑ میں سے ایسا خلاصہ اور جوہر جذب کریں جو ان باریک باریک راہوں سے جو جڑوں میں بنائی گئی ہیں بآسانی جاسکیں اور ایسے کثیف مادّے کو نہ لیں جو سدہ پیدا کریں۔اسی مادّے کا نام ''سلالۂ طین'' ہے، یعنی: کیچڑ کا نچوڑ۔ یہ سُلالہ، مادۂ خلویہ کو بڑھا کر پہلے ایک باریک کاڑی کی شکل قبول کرتا ہے، جس میں سوراخ ہو، پھر ریشوں کی شکل قبول کرتا ہے، پھر جڑ کی شکل، اس کے بعد پیڑ کی، اس کے بعد شاخوں کی، پھر پتوں اور پھل اور پھول کی شکل قبول کرتا جاتا ہے۔

ان تمام اشکال میں اسی ایک قسم کے مادے یعنی: سُلالہ کا ظہور ہے، صرف ہر موقع میں خاص خاص تعینوں کے لحاظ سے ان کا نام بدلتا جاتا ہے، کہیں جڑ، تو کہیں پیڑ، کہیں پتا ہے تو کہیں پھول اور پھل، اس لئے کہ جب سے تخم میں تغیرات شروع ہوئے اور درخت کے وجود کی ابتداء ہوئی آخر تک اسی پانی اور مٹی کا خرچ ہے، پھول وغیرہ بننے کے وقت کوئی نئی چیز ان میں شریک نہیں ہوئی۔

اب دیکھئے کہ پھول کو جس طرح تعین خاص کے لحاظ سے پھول کہنا صحیح ہے اس کو ''سُلالہ'' بھی کہہ سکتے ہیں۔اس لئے کہ آخر اسی نے اس تعین خاص کو قبول کیا ہے۔ دونوں میں کسی قسم کی مبائنت یا مغائرت نہیں، البتہ یہ خیال ہوسکتا ہے کہ پھول ظاہر ہے اور سلالہ باطن، مگر چونکہ سلالہ کا ظہور اس تعین خاص میں ہوا اس لحاظ سے سلالہ کو ظاہر اور پھول کو مظہر کہیں تو بھی صحیح ہے۔اس صورت میں کہہ سکتے ہیں کہ وہی سلالہ ظاہر ہے اور وہی باطن، مگر بحسب خصوصیت مقام وموطن اس کے اشکال مختلف ہیں۔غرض کہ کامل درخت اس سلالہ کا مظہر اور سلالہ اس میں ظاہر ہے۔

یہاں یہ نہیں کہہ سکتے کہ سلالہ اس میں حلول کیا ہے یا دونوں میں اتحاد ہے، اس لئے کہ حلول اور اتحاد تو وہاں ہو کہ دو چیزیں باہم مغائر ہوں اور یہاں مغائرت کا احتمال تک نہیں۔ ہر چند سلالہ پھول وغیرہ تعینات کا عین اور ان سب پر منبسط اور محیط ہے۔مگر ہر ایک تعین کا حکم جدا اور آثار مختلف ہیں۔جس کو دیکھئے ایک نئے رنگ میں ہے، کسی میں بُو ہے تو کسی میں رنگ، اور کوئی زہر ہے تو کوئی تریاق، کہیں خوشگوار شیرہ ہے تو کہیں عصارۂ زقومی، کہیں گل ہیں تو کہیں خار، غرضکہ یہ سب بوقلمونیاں اسی سلالے کی ہیں، مگر وہ اپنی صرافت ذاتیہ میں اس سب عوارض سے معرا ہے، اور یہ سب کرشمے انہیں اعیان کے ہیں جن کو سوائے سلالے کے وجود ہی نہیں؛ کیونکہ ان کے اعیان سے اگر وہ سلالہ علاحدہ ہوجائے تو

سب عدم محض رہ جائیں گے۔

اس سے ثابت ہے کہ عین ظہور میں بھی وہ فی نفسہ معدوم ہیں ؛ کیونکہ اگر وجود ہے تو نفس سلالے کو ہے،ان کا وجود ایک اعتباری ہے،البتہ اس لحاظ سے کہ ان کے آثار نمایاں اورلوازم مختلف ہیں ان کو وجود وعدم کے مابین ایک درجہ دے سکتے ہیں،جس کی تعبیر بحسب اصطلاح معقول ثبوت کے ساتھ کی جاتی ہے۔اسی وجہ سے ان کواعیان ثابتہ کہنا صحیح ہوگا۔

انسان مٹی سے بنا ہے۔علم نباتات سے ثبوت

قرآن کریم میں جا بجا اس حقیقت کو بیان کیا گیا کہ انسان کی تخلیق ''مٹی'' سے ہوئی ہے۔مٹی سے انسان کا تعلق کیسا رہا؟انسان کی غذا میں مٹی کا کیا کردار ہے؟انسان کی تخلیق میں مٹی کا کیا رول رہا؟انسان کن مراحل سے گزرتا ہوا یہاں تک پہنچا؟بڑے ہی لطیف انداز میں حضرت شیخ الاسلام-رحمۃ اللہ علیہ- نے بیان فرمایا ہے:''غرضکہ سلالہ جب اس درجے تک پہنچا جس کا نام غلّہ رکھا جاتا ہے اوراس کا پانی سوکھ گیا تو اب سوائے مٹی کے اورکوئی چیز باقی نہیں رہی ؛ کیونکہ پانی فقط اسی غرض سے شامل کیا گیا تھا کہ مٹی کواس درجے تک پہنچائے کہ غلّہ بنے ،جیسے دیوار بنانے کی غرض سے مٹی کے ساتھ شریک کیا جاتا ہےاور جب یہ غرض پوری ہوگئی تو اب اس کی ضرورت نہ رہی۔

الحاصل اس تدبیر سے آدمی کو مٹی کھلائی جاتی ہے،جس کا نام غذا ہے۔مولانا روم-علیہ الرحمہ-فرماتے ہیں:

خاک ماخوردیم عمرے درغذا　　　خاک مارا خورد آخر درجزا

پھر جب وہ اس کو کھاتا ہے تو وہ بحسب استعداد تعینی اور صلاحیت'معدے میں ''کیلوس''اورجگر میں ''کیموس''بن کر وہ غذا وہاں خون وغیرہ کی شکل قبول کرتی ہے۔پھر خون انثین میں ''منی''اوررحم میں ''جنین''یعنی:بچہ بنتا ہے،جواصل میں وہی خاک ہے جواشکال اورتعینات بدلتے ہوئے یہاں تک پہنچی۔

اب اس قدرت بالغہ میں غور کیجئے کہ کیسی کیسی تدبیروں سے خاک کواس درجے تک پہنچادیا کہ وہ انسان بن گئی،چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے:''وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ''. (30،سورۃ الروم،آیت نمبر:20)یعنی اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم کومٹی سے پیدا کیا۔اوردوسری جگہ ارشاد ہے:'' وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ''۔(23،سورۃ المومنون،آیت نمبر:12)یعنی انسان کوہم نے مٹی کے خلاصہ اورست سے پیدا کیا۔

دیکھئے! کیسے مختصر جملوں میں حق تعالی نے اس تمام فلسفہ کو بیان فرمادیا جوانسان کی تخلیق سے متعلق ہے،یعنی:اصل میں اس کی پیدائش صرف مٹی سے ہے،مگر اس کی تدبیر یہ کی گئی کہ سلالۂ طین سے ابتداء ہوئی ،پھر قیامت کے ثبوت پر بھی اسی تخلیق انسانی کو دلیل میں پیش فرمایا،چنانچہ ارشاد ہے:''يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ، وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ

لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ، وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ، وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيْجٍ. ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا، وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ‘‘ ۔(22،سورۃ الحج،آیت نمبر:5/7)۔یعنی :لوگو!تم کو مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہوتو اس میں غور کرو کہ ہم نے تم کو مٹی سے بنایا، پھر نطفہ سے، پھر خون بستہ سے، پھر گوشت کے ٹکڑے سے جس کی صورت بنی ہوئی اور بن بنی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ اس واسطے ہم کہتے ہیں کہ تا کہ تم کو اپنی قدرت دکھائیں اور جس حمل کو ہم چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک پیٹ میں ٹھیرا رکھتے ہیں، پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں، پھر پالتے ہیں تا کہ پہنچو تم جوانی کے روز تک اور تم میں سے کوئی مر جاتا ہے اور کوئی نکمی عمر تک پہنچ جاتا ہے تا کہ سمجھ کے پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے۔ اور دیکھتے ہو زمین کو سوکھی، اس پر سبزی کا نام نہیں، پھر جب ہم اس پر پانی برسادیتے ہیں تو وہ سبزی سے لہلہانے اور ابھرنے لگتی ہے اور ہر قسم کی رونق دار چیزیں اگاتی ہے، یہ سب اس وجہ سے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہی مردوں کو قیامت کے دن جلالے گا اور وہی سب کچھ کرسکتا ہے اور قیامت ضرور آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور جو لوگ قبروں میں ہیں اللہ ان کو ضرور جلا کر اٹھائے گا‘‘۔انتھی۔

اس سے مستفاد ہے کہ ہم لوگ قدرت خدا کو دیکھیں کہ خاک سے غلّہ کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ مٹی جس سے درخت پیدا ہوتا ہے نہ وہ پیڑ میں نظر آتی ہے نہ شاخوں میں، نہ پھول وغیرہ میں اور نہ ان چیزوں پر جمادیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ اسی مٹی سے اس سلسلے میں غلّہ بنا، اب اس کی یہ حالت ہے کہ اس میں نہ سبزی ہے، نہ تراوت، نہ نباتیت، خصوصاً پیسنے اور پکانے کے بعد تو قوت نامیہ بھی اس میں نہیں رہتی، اس حالت میں وہ جماد محض ہے، نباتیت سے اس کو کوئی تعلق نہیں ؛ کیونکہ ان اجزائے ارضیہ میں نام کو پانی اور حیات نباتی نہیں۔ البتہ اس سیر نباتی سے ان میں رنگ بو اور دوسرے بعض کیفیات اور خاصیات تو پیدا ہو گئے ہیں جو صرف اعراض ہیں، جو ہر ذات میں ان کو کوئی دخل نہیں۔

دیکھئے! پانی کو سب جانتے ہیں کہ سرد ہے، مگر کبھی گرم بھی ہو جاتا ہے، اس وقت اس کیفیت کے بدلنے سے یہ نہیں کہا جاتا کہ اس کے پانی ہونے میں فرق آ گیا۔ اسی طرح ہوا میں اقسام کے روائح اور خاصیتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں، کبھی مفرح جاں افزا ہے تو کبھی وبائے جاں ستاں۔ مگر ان کیفیتوں سے اس کے ہوا ہونے میں شک نہیں ہوسکتا۔

علم نباتیات سے ’’بعث بعد الموت‘‘ کے عقیدہ کا اثبات

’’بعث بعد الموت‘‘یعنی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا‘ یہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، بعض لوگ اس کو محال سمجھتے ہیں، وہ انسان دوبارہ کیسے زندہ کیا جاسکتا ہے جو بوسیدہ ہو چکا، جس کے آثار مٹ چکے ہیں، ہزاروں سال سے قبر میں مدفون ہے اسے دوبارہ کیسے جلایا جاسکتا ہے؟ اور اس کو بعید عن العقل مانا جاتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام-رحمۃ اللہ علیہ- نے یہاں علم نباتیات (Botany) کے ذریعہ اسلام کے اس عقیدہ کو ثابت کیا اور عقلی دلائل اور سائنسی مشاہدوں سے اس کی تائید فرمائی، آپ فرماتے ہیں:

الحاصل! جس کوتھوڑی بھی عقل ہووہ سمجھ سکتا ہے کہ جس نے مٹی کو چند نباتی انقلابات کے بعد پھر حالت اصلی پر لایا وہ قادر ہے کہ جسم انسانی کوبھی چند انقلابات کے بعد پھراسی حالت اصلی پر لائے۔رہااس کا زندہ کرنا جس کا کفار کونہایت استبعاد ہے، چنانچہ ان کا قول ہے: ''قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ''۔(36،سورۃ یس،آیت نمبر:78)یعنی بوسیدہ ہڈیوں کوکون زندہ کرسکتا ہے؟ سواس کی بھی تصدیق اسی سے بآسانی ممکن ہے کہ مٹی جو غلّہ بنی تھی وہی جسم انسانی بنی جو زندہ کہلاتا ہے،اگرچہ ہر مقام میں اس کے نام الگ الگ رکھے گئے،کہیں ''کیلوس'کہیں ''کیموس''کہیں ''منی''کہیں ''علقہ''کہیں ''مضغہ''وغیرہ۔مگر دراصل یہ انقلابات ایسے ہیں جیسے آدمی میں لڑکپن،جوانی ،بڑھاپا۔جس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان حالتوں میں آدمی کی ذات بدلتی جاتی ہے۔

غرض کہ جس طرح خدائے تعالی نے مٹی کو بتدریج جسم انسانی تک پہنچا کر اس میں جان ڈال دی اور زندہ کیا وہ قادر ہے کہ جسم مردہ کو اپنی قدرت بالغہ سے بتدریج اس درجے تک پہنچائے کہ پھر جسم انسانی بنے اور خدائے تعالی اس میں جان ڈال کر پھر زندہ کردے۔قدرت خدائے تعالی پر ایمان نہ لانے کا اصل سبب یہی ہے کہ آدمی اپنی ذات اور عالم میں غور نہیں کرتا،اگر ذرا بھی غور وتامل کرے تو بڑے بڑے عقدہ ہائے لانیحل بآسانی حل ہوسکتے ہیں۔مصرع:طعمۂ ہر مرغ کے انجیر نیست۔ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.(مقاصدالاسلام،حصۂ ہفتم)

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ پروردگار عالم اپنے حبیب کریم-صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم-کے طفیل علم نافع کی دولت سے مالا مال فرمائے اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی -رحمۃ اللہ علیہ-کے فیضان علمی وروحانی سے سرفراز کرے۔آمین۔

OOO

اے چراغ علم وفن ہر سو تجلی ہے تری

مولانا سید محبوب قادری
استاد جامعہ نظامیہ

''قرآن کریم اس طرح زبان زد ہوگیا تھا کہ قرآنی آیات ضرب الامثال کی طرح استعمال کرتے اور بتایا جاتا ہے کہ ان کے معمولات زندگی میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ ہر روز تہجد میں تین پارے تلاوت کیا کرتے تھے۔''

جنوبی ہند میں اسلامی تعلیمات اور اپنی نوعیت کا ایک منفرد ادارہ ''جامعہ نظامیہ'' ایک طویل عرصہ سے امت محمدیہ ﷺ کی ہدایت، تربیت اور تعلیم کا مرکز بنا ہے، جس کو حضرت شیخ الاسلام، حافظ محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ، خان بہادر، مدارالمہام امور مذہبی مملکت آصفیہ نے توکل و اخلاص کی بنا پر قائم کیا تھا۔ جن کا منشا اسلامی تعلیمات کو فروغ دینا تھا۔ انہوں نے اس جامعہ کو اپنے خون جگر سے سیراب کیا ہے اور اس جامعہ کو اپنی آخرت کا توشہ بنایا ہے۔ انہوں نے اپنے شاگردوں کو بھی ہمیشہ اخلاص و توکل کی تعلیمات سے ہی آراستہ کیا ان ہی تعلیمات کے تصدق جامعہ نظامیہ آج بھی پوری آب و تاب سے اسلام کی سربلندی کے لئے سرگرم عمل ہے۔

اس جامعہ کے فیض یافتگان میں بہت سارے ایسے نام آتے ہیں جنہوں نے وہ کارنامے انجام دے کہ دنیا سے اپنا خاکی رشتہ توڑنے کے بعد بھی بڑے ہی ادب و احترام سے یاد کئے جاتے ہیں، جن میں مفتی اول مولانا مفتی رکن الدین، مولانا سید احمد علی صوفی قادری واعظ سرکار عالی، مفتی مخدوم بیگ الہاشمی، مولانا حاجی منیر الدین خطیب مکہ مسجد، مولانا سید غوث الدین شیخ الفقہ، ابوالوفاء الافغانی، مفتی رحیم الدین رحمہم اللہ وغیرہ قابل ذکر ہیں، ان ہی محتشم نفوس میں مولانا ابراھیم خلیل الہاشمی بھی ایک ہیں۔ جو اپنے نام و کام سے آج بھی بقید حیات متصور ہوتے ہیں۔

مفتی ابن مفتی مولانا ابراھیم خلیل الہاشمی نے دس رمضان المبارک ۱۳۶۰ ہجری مطابق ۳ اکٹوبر ۱۹۴۵ء کو حضرت مفتی مخدوم بیگ الہاشمی کے گھرانے میں آنکھ کھولی، چونکہ علمی گھرانے میں ولادت ہوئی تھی اس لئے ابتدائی تعلیم بھی اپنے والد ماجد کے زیر نگرانی حاصل کی، ابھی مولانا ابراہیم خلیل الہاشمی کم سن ہی تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا (انا للہ و انا الیہ راجعون) اس وفات حسرت آیات نہ مولانا صرف ابراھیم خلیل کو نقصان ہوا بلکہ اس سے بڑھ کر نقصان تعلیم کا ہوا اور ان طلبہ کا ہوا جو ان سے علم فقہ کے دقائق و معرافت حاصل کرتے تھے۔

والدگرامی کے سایہ پدری سے محروم ہونے کے بعدان کی پرورش کی ذمداری ان کے دوست صادق یار جان محترم المقام، بابغہ روزگار، مولانا ابوالا فاالافغانیؒ نے بنفس نفیس خود لے لی اور انہیں اپنا متبنی بنالیا اوران کی ایسی تربیت کی جس طرح سے مخدوم بیگ صاحب کو کرتے دیکھا تھا۔

حفظ قرآن مجید: حفظ قرآن مجید کے لئے جامعہ نظامیہ کے شیخ المعقولات حضرت العلامہ مولانا محمد ولی اللہ قادری صاحب قبلہ کے زیرشاگردی سورہ بقراء حفظ کیا۔ بعدازاں بقیہ قرآن مجید مولانا حافظ عبداللہ بن سند کی نگرانی میں تکمیل کی۔جس کے بعد فن قرآت میں سبع عشرہ کی تعلیم حضرت العلامہ مولانا عبدالرحمٰن الحموی شیخ التجوید جامعہ نظامیہ سے حاصل کی۔نحو،صرف کی ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۵۹ء کو از ہر ہند جامعہ نظامیہ کے جماعت مولوی اول میں داخلہ دلوایا گیا، آٹھ سالہ طویل تعلیمی سفرصرف ڈیڑھ یوم کی غیر حاضری ہوئی ہوجس سے پتا چلتا ہے کہ جس قدر تعلیم کا شوق تھا اسی طرح اپنی ذمداری احساس بھی تھا۔نومبر ۱۹۶۱ء کومولوی درجہ سوم سے کامیاب کیا۔اکٹوبر ۱۹۶۳ء کو عالم درجہ اول سے کامیاب کیا، جولائی ۱۹۶۵ء کو فاضل درجہ دوم سے کامیاب کیا، اکٹوبر ۱۹۶۷ء کو کامل الحدیث درجہ اول سے کامیابی حاصل کرتے ہوے اپنے اس تعلیمی سفر کا اختتام کیا۔ان کے استاذ وشیوخین میں مولانا مفتی عبدالحمید صاحب شیخ الجامعہ،مولانا مفتی شیخ سعید صاحب،مولانا حاجی منیرالدین صاحب،مولانا غلام احمد شیخ المعقولات والدگرامی (مفتی خلیل احمد صاحب)اورمولانا سید طاہر رضوی صدرالشیوخ جامعہ نظامیہ رحمہم اللہ تھے۔

جامعہ نظامیہ کی خدمت: حضرت مولانا ابراہیم خلیل الہاشمی ابھی جامعہ نظامیہ کے جماعت کامل اول میں ہی زیرتعلیم تھے کہ انکی تعلیمی لیاقت اور تدریسی صلاحیتوں کی بناء ۱۹۶۶ء حضرت عبدالحمید صاحب شیخ الجامعہ نے ان کو بحیثیت مدرس تقرر کیا، بحیثیت استاد انھوں نے اپنے فریضہ معلّمی ،اپنی خداداد صلاحیتوں ،محنت شاقہ اور شفقت کے ساتھ بحسن وخوبی سرانجام دیتے ہوئے چند سال ہی گذرے تھے کہ مولانا محمد عثمان صاحب شیخ التفسیر کے اچانک داعی اجل کو لبیک کہنے کی وجہ سے مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ نے انکی تدریسی مہارت اورمطالعہ کی وسعت کو مدنظر رکھتے ہوئے ۱۹۸۰ء کو شیخ التفسیر کے عہدہ جلیلہ پرترقی دی۔انہوں نے اس عہدہ پر بارہ سال ۱۹۹۲ء تک تفسیری خدمات انجام دیں۔۱۹۹۲ء کو مجلس انتظامی نے شیخ الفقہ کے منصب پرترقی دی گئ' اس عہدہ پر بھی دس سال ۲۰۰۱ء تک طلبہ کو فقہ اسلامی کی دقیقہ سنجیوں آراستہ کرتے رہے، اسی دوران مجلس انتظامی نے دارالافتاء جامعہ نظامیہ کے صدر مفتی کا اعلان بھی کیا۔تقریبا دس سال وہ دونوں عہدوں کی شان بنے رہے پھر ۲۰۰۱ء میں دارالافتاء جامعہ نظامیہ کی ذمداری الگ کرکر صرف تدریسی ذمداری دی گئی اس دوران انہوں نے ۵۰۷۵ فتاوی جاری کئے جوکہ اپنی مثال آپ ہیں تادم آخیر شیخ الفقہ ہی رہے۔

استاد فقہ بحیثیت مفتی جامعہ نظامیہ: انہیں جامعہ میں جتنے علوم پڑھائے جاتے ہیں سب پر یکساں عبور حاصل تھا لیکن دلی میلان فقہ اسلامی کی طرف زائد تھا شاید یہ میلان فطری یا پھر موروثی بھی ہوسکتا ہے کیونکہ ان کے والدگرامی قدر مفتی مربی واستاد فقہ حنفی کے معتبر عالم دین تھے اسی وجہ سے شاید فقہ میں بہت مہارت حاصل تھی۔۱۹۹۲ میں انہیں مجلس انتظامی نے دارالافتاء کے گیارویں مفتی کی حیثیت

سے تقرر کیا۔اس شعبہ میں بھی انہوں نے اپنی ایک شناخت قائم کی،ان کا طریقہ کار کچھ اس طرح ہوتا تھا کہ وہ پہلے مستفتی کا سوال بغور سنتے اوراس کے منشائے اظہار سے واقفیت کے بعداس کا معقول جواب مرحمت کرتے ۔مستفتی کی خواہش اگرتحریری جواب ہوتو افتاء اس انداز سے مرتب کرتے کہ تحریر مختصراور مدلل مکمل ہو،جس کے بارے میں مفتی قاسم صدیقی تسخیر نائب مفتی جامعہ نظامیہ تحریر کرتے ہیں کہ:

''فن افتاء کی باریکیوں اور دقیق اصول سے واقفیت ،حاضر دماغی اصول وفرع پر گہری دسترس، پیچیدہ جوابات کے استخراج کا ملکہ بدرجہ اتم آپ میں موجود تھا۔اورآپ نے اس گراں مایہ ذمداری کوبحسن وخوبی انجام دیا۔آپ کے فتاوی میں متداول کتب فتاوی کے علاوہ درسی کتب،شروحات اور دیگر مستند مراجع ومصادر بھی ملتے ہیں۔جوآپ کے مطالعہ کی وسعت پر دلالت کرتے ہیں ۔آپ فتاوی کی ترتیب میں قانونی زبان کوملحوظ رکھتے''۔

(تذکار خلیل،مولانا شاہ محمد فصیح الدین نظامی،صفحہ ۳۰ تا ۳۱)

تدریسی طریقہ کار: استادفقہ کوتدریسی جوہرخدائے بزرگ وبرتر کی جانب سے ایک نعمت مترقبہ تھی۔ جب وہ درس کا آغاز کرتے تو درس میں آنے والے مضمون پرایک مرتبہ اس پرروشنی ڈالتے پھرمتن کی بلند آواز سے قراءت کرتے اوراس کا سلیس ترجمہ کرنے کے بعد طلبہ کومعانی م ومفاہیم کا وہ خزانہ جو میں کی آڑ میں چھپا ہوا ہوتا ہے تھااس کو بڑی مہارتب سے طلبہ پرآشکار کرتے ۔اگرطلبہ نحوی،صرفی اور فقہی فنی نکات کے پہلوں پرروشنی کی خواہش کرتے تو اس طرح اس کی وضاحت کربنے کہ اک لحہ کے لئے یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ کتاب استادفقہ کی ہی تصنیف ہے جس کا ہرزاویہ ان پرعیاں ہے۔استادفقہ کو بزرگان دین سے بھی غیرمعمولی لگاؤ تھا،دوران درس کبھی ایسی بات آتی تو اسکی وضاحت بزرگان دین کے سوانح عمری کے حوالہ سے جواب دیتے ۔اس طرح ایک غیرمحسوس انداز میں طلبہ کی کردارسازی بھی کرتے جوکہ جامعہ نظامیہ کی امتیازی خصوصیت ہے۔ طلبہ کونصیحت کرتے کہ بچو ہمیشہ سچ بولواورنماز کی پابندی اورقرآن کریم کی تلاوت لازمی سمجھواور یاد رہے کہ عمل کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے ۔استادفقہ جب درس کا آغاز کرتے تو جماعت میں ایک سماں بندہ جاتا تھا کبھی کبھی طلبہ مارے حیرت کے یہ پوچتے کہ مولوی صاحب آپ کودرس کا ملکہ اس قدرکیوں کرحاصل ہوا؟ وہ مسکرا کرطلبہ کا جواب دیتے کہ بچومغرب کے بعد سے عشاء تک (ان کی مسجد واقع جلال کوچہ میں ہمیشہ عشاء نو بجے ہوتی ہے) میں درسی کتب کا بلا ناغہ مطالعہ کرتا ہوں ۔ہم میں سے کوئی طالب علم یہ بھی سوال کرتا کہ آپ اس عمراورجس عظیم عہدہ پرہونے کے بعدمطالعہ کی ضرورت کیا ہے؟اس کے جواب میں کہتے کہ بیٹا بوڑھا ہوں نسیان طاری ہوتا ہے۔حالانکہ استادفقہ کا حافظہ بہت قوی تھا۔

تعلیمی سال کے آغاز پرجوکتاب اورصاحب کتاب سے متعلق ضروری باتیں اس سے متعلق دوران سال یاختم سال پرطلباء پھر سے اس کی خواہش کرتے تو کہتے کہ میاں کتاب کے آغاز پر بتلائی گئی تھی خیرکوئی بات نہیں دوبارہ سن لو۔وہی معلومات جوآغاز سال پر بتلائی گئی تھی مذیدنئی معلومات کے ساتھ بیان کرتے ۔یہ تو استادفقہ کی انکساری ہوتی تھی جو یہ کہتے کہ نسیان طاری ہوتا ہے۔

طریقہ وعظ: استادفقہ میں وعظ کا جوہر بھی اسی طرح تھا جس طرح تدریسی جوہراس کے باوجود وہ وعظ کرنا پسند نہ کرتے تھے۔طلباء

اورمحبین کے اصرار پر جب کبھی وعظ کرتے تو اس قدر پراثر ہوتا کہ ان کا سامع متاثر ہوبغیر نہ رہتا، استادفقہ ہمیشہ حق بیان کرتے تھے چاہے کسی کو پسند آئے یا نہ آئے ان کی پسند و ناپسند کی انھیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ جو کہ جامعہ نظامیہ کی امتیازی شان ہے۔ان کا انداز اس قدر جاذب ہوتا کہ سامعین کی مکمل توجہ کو اپنی طرف کر لیے تے، وہ اس قدر منہمک اور یکسو ہوکر وعظ وتقریر سنتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں جو ذراسی حرکت پر اڑ جاتے ہوں۔ اکثر و بیشتر ان کی نصیحت ہو یا تقریر حضرت سعدی علیہ الرحمہ کے اشعار و حکایات بیان کئے بغیر مکمل ہوتی ہی نہ تھی۔

قرآن کریم سے محبت : استادفقہ کو قرآن مجید سے غیر معمولی لگاؤ تھا، اور قلبی سکون' بھی جس کو مکمل کرنے کیلئے جب کبھی کچھ وقت ملتا قرآن کی تلاوت زبان پر جاری ہو جاتی۔ قرآن کریم اس طرح زبان زد ہو گیا تھا کہ قرآنی آیات ضرب الامثال کی طرح استعمال کر تے۔اور بتایا جاتا ہے کہ ان کے معمولات زندگی میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ ہر روز تہجد میں تین پارے تلاوت کیا کرتے تھے۔اور ان کی امامت کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ جہری نمازوں میں قرآن ترتیب سے پڑھتے اس طرح سال کے گزرنے تک کئی قرآن مجید کا ختم ہو جاتا۔

آخر کار علم وعمل کا اخلاص ومحبت کا یہ مجسم ۲۳ جمادی الثانی ۱۴۳۱ ہجری مطابق ۷ جون ۲۰۱۰ بروز پیر مختصر علالت کی بناء اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ **اناللہ و انا الیہ جرجعون**

ان کی نماز جنازہ مادر علمی جامعہ نظامیہ میں شیوخین، اساتذہ، طلباء اور محبین کی کثیر تعداد کی موجودگی میں پیر طریقت حضرت رحمت اللہ شاہ نقشبندی قادری فرزند ذی وقار حضرت محدث اعظم ہند سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی قادری مجددیؒ نے پڑھائی اور تدفین نقشبندی چمن واقع مصری گنج میں عمل میں آئی۔

o o o

اسلامی قانون سازی میں عرف‘ عادت اور ضرورت کا لحاظ

مولوی محمد عمران عثمانی، متعلم کامل سندی

’’شریعت الاسلامیہ کا دائرہ کسی زمانے اور خاص قوم یا ملک وملت تک محدود نہیں بلکہ صبح قیامت تک کے مسلمانوں کے تمام احکامات کے لئے اسلامی قانون روشنی فراہم کرتا ہے۔‘‘

اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کا خالق بھی ہے اور اسکا مالک بھی‘ اس کا مقصد تخلیق اور اسے دی گئی طاقت وصلاحیت کو وہ سب سے زیادہ جانتا ہے‘ اور پھر کیوں نہ جانے جبکہ اسی نے پیدا کیا اور اُسی نے بنایا چنانچہ ارشاد باری ہے۔’’**الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر**‘‘ کیا وہ نہیں جانے گا جس نے پیدا کیا اور وہ بڑا باریک بین خبر رکھنے والا ہے (سورہ ملک آیت نمبر ۱۴) لہذا اُسے ایسا عادلانہ اور آسمانی دین عطا کیا ہے جو انسانی زندگی کی تمام ترقیات کا ضامن ہے‘ کیونکہ وہ رب العالمین انسان کی تمام ضروریات اور حاجات سے مکمل طور باخبر ہے‘ اس لئے شریعت اسلامیہ اُن تمام پہلوؤں کی جامع ہے جس کے ذریعہ انسان کی رہنمائی ہوتی ہے اور انسانوں کے لئے یہ ضروری بھی تھا کہ اس کو زندگی گذارنے ایسا نظام اور قانون عطا کیا جائے جس میں اس کی قدر ومنزلت کی رعایت بھی ہو اور انسانوں کے عرف اور عادت کا لحاظ بھی اور ان کی ضروریات اور مصلحتوں کا خیال بھی‘ اور اسلامی قانون کی ابدیت کی اصل وجہ بھی یہی ہے کہ وہ ایک فطری دین ہے جو انسانی طبیعتوں اور مصلحتوں اور انسانی ضرورتوں کے ساتھ مکمل طور پر ہم آہنگ ہے اور اسے قبول کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کا کوئی حکم ایسا نہیں جو عقل ومصلحت کے خلاف اور انسانی ضرورتوں کے متضاد ہو حتی کہ بعض اہل علم نے تو یہاں تک کہا کہ شریعت تمام تر مصلحتوں سے عبارت ہے یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں بیشتر احکام میں مردوں اور عورتوں‘ بوڑھوں اور جوانوں‘ بچوں اور بڑوں‘ تندرستوں اور مریضوں‘ بااختیار معذور ومجبور افراد کے درمیان فرق کیا گیا‘ اور قرآن مجید نے اسلامی قانون کا مزاج ہی بتایا ہے کہ اسلامی قانون کسی انسان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلّف نہیں بناتا ارشاد باری تعالیٰ ہے’’**لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا**‘‘ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۸۶)

اور یہ بات اس مقام پر کہنا بیجا نہ ہوگا کہ شریعت الاسلامیہ کا دائرہ کسی زمانے اور خاص قوم یا ملک وملت تک محدود نہیں بلکہ صبح قیامت تک کے مسلمانوں کے تمام احکامات کے لئے اسلامی قانون روشنی فراہم کرتا ہے۔ نیز بعض معاملات میں انسانی ضروریات اور تقاضوں کے پیش نظر مصلحتوں میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں بایں وجہ اسلامی قانون میں ایسی لچک موجود ہے کہ نو پیدا مسائل‘ عرف کی تبدیلی اور معاشرتی اور سیاسی نظام میں تبدیلیوں کے باوجود اسے ہر زمانے اور ہر عرف سے ہم آہنگ ہونے کی مکمل صلاحیت موجود ہے‘ عرف‘ عادت اور ضرورت کے معنی

مفہوم کوسمجھنے سے پہلے شریعت کے مقاصداوران احوال کا جان لینانہایت ضروری ہے جس سے انسان دوچار ہوتا ہے جس کا یہاں برسبیل تذکرہ ذکر کیا جاتا ہے کہ بنیادی طور پرشریعت کے تمام احکام کے پانچ مقاصد ہیں:

(۱)دین کی حفاظت ۔(۲)جان کی حفاظت (بشمول عزت وآبرو)۔(۳)نسل کی حفاظت ۔(۴)عقل کی حفاظت ۔

(۵)مال کی حفاظت ۔

شریعت اسلامیہ کے تمام احکام میں ان مقاصدکو بڑی اہمیت دی گئی اب ان مقاصد کے حصول کے جوذرائع ہوسکتے ہیں اسکی درجہ بندی کی گئی ہے۔اور یہ کہ جوذرائع ان مقاصد کے حصول کے لئے ضرور ہو‘جن کے بغیر مقاصد شرعیہ کاحصول ناممکن ہو‘ان کو’’ضرورت‘‘ کہا جاتا ہے۔دوم وہ ذرائع ہیں جواس سے کم درجے کے ہیں۔یعنی جوان مقاصد کے حصول کے لئے ضروری تو نہ ہولیکن اگران کی اجازت نہ دی جائے توان کو حاصل کرنے میں سخت مشکلوں اورمشقت کا سامنا کرنا پڑے‘ توان کو’حاجت‘‘ کہا جاتا ہےاور جوذرائع ان مقاصد کے حصول میں آسانی کا سبب بنتے ہوں‘ان کو’’تحسین‘‘ کہا جاتا ہے۔مذکورہ تحریر سے یہ بات واضح وجاتی ہے کہ ضرورت کواسلامی قانون سازی میں کلیدی کردار حاصل ہے‘اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت کے تمام احکام دوقسموں پرمبنی ہےایک وہ حصہ ہے جومنصوص ہےاور دوسرا جوغیرمنصوص ہے‘جن اشیاء کے بارے میں نص موجود ہے وہاں نص پرعمل کیا جاتا ہےاور جہاں پرنص خاموش ہےتو پھر وہاں عرف جوانوں نے اپنی کتاب’’**العرف و أثره فی الشریعة و القانون**‘‘ (صفحہ۳۸)میں رقم کیااس کو بیان کردینا کافی سمجھتے ہیں۔’’**العرف ما اعتاده أكثر الناس و ساروا عليه فی جميع البلدان او فی بعضها سواء كان ذلک فی جميع العصور أم فی عصر معين**‘‘ عرف وہ ہے جولوگوں کی اکثریت میں رائج ہواوراس پرتمام یابعض شہروں میں عمل کیا جاتا ہوخواہ ایسا ہرزمانے میں یاکسی خاص زمانے میں‘اسی طرح عادت کی جامع تعریف علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نےفرماتے ہیں:**العادة مأخوذ من المعاودة فهی بتكررها و معاودتها مرة بعد أخرى صارت معروفة مستقرة فی النفوس والعقول**‘‘(مجموعہ رسائل ابن عابدین جلد۲صفحہ نمبر۱۱۴)عادت معاودت سے ماخوذ ہے جوکہ تکراراور بار بار کئے جانے کی وجہ سے ایک جانا پہچانا فعل بن جاتا ہے۔نفوس اورعقول میں جاگزیں ہوجاتا ہے۔خلاصۂ کلام یہ کہ عرف سے مراد وہ عمل جس پرلوگوں کی ایک جماعت اپنی زندگی گذارنے کے لئے اتفاق کرلےاور جماعت کے بار بارعمل کا نام عادت ہے جب کہ وہ کسی شرعی قانون کےخلاف نہ ہو‘شریعت اسلامیہ میں قانون سازی کے لئےعرف اورعادت ایک موثر ذریعہ ہےاسی پہلو پرنظر ڈالتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

’’**فكثير من الاحكام تختلف باختلاف الزمان لتغير عرف اهله او الحديث ضرورة او فساد اهل الزمان** ‘‘۔ترجمہ: ہبت سے احکام ایسے ہیں جوزمانہ کی تبدیلی کےساتھ بدل جاتے ہیں اس لئے کہ اہل زمانہ کاعرف بدل جاتا ہے۔نئی ضرورتیں پیدا کی جاتی ہیں یااہل زمانہ میں فساد(اخلاق)پیدا ہوجاتا ہے۔علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ کی عبارت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ شریعت کے جواحکام عرف کےتابع ہیں اس میں اگرعرف بدل جائیگا تو جدیدعرف کےتقاضوں کےمطابق احکام بھی بدل جائیں گے جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ

نے شہد کی مکھیوں اور ریشمی کیڑوں کی خرید وفروخت کو ناجائز قرار دیا کیونکہ وہ حشرات الارض کی طرح ہیں۔

جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کے عرف و عادت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کو نفع والی چیز قرار دے کر ان کی خرید وفروخت کو جائز کہا ہے۔ اسی طرح احناف کے نزدیک بالاتفاق کسی بھی ایسی طاعت یا عبادت پر اجرت درست نہیں جس کا تعلق صرف مسلمان کے فرائض سے ہو۔لہذا ان کی رائے کے مطابق اذان، تعلیم قرآن اور اسی طرح امامت پر اجرت لینا جائز نہیں لیکن بعد کے زمانے میں جب جب حالات تبدیل ہوگئے اور قرآن کریم کی تعلیم دینے والوں کو اور موذنین وغیرہ کو بیت المال سے جو وظیفہ ملتا تھا وہ بند ہوگیا تو فقہاء کرام نے تعلیم قرآن وغیرہ پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا۔اسی طرح صاحب ہدایہ نے صاحبین کے قول کو مدنظر رکھتے ہوئے مزارعت کو تعامل ناس کی بناء پر جائز قرار دیا' اس طرح کی سینکڑوں نظریں آپ کو کتب فقہ میں مل جائیں گی' الغرض اسلامی قانون سازی کے تمام اصول فطرت انسانی سے ہم آہنگ ہیں اور اس میں ایسی لچک ہے کہ وہ ہر زمانے اور ہر علاقے کے لحاظ سے نفاذ کی قوت و استعداد رکھتے ہیں۔مرور زمانہ کی وجہ سے اس میں کسی قسم کی کجی نہیں آتی۔اسی طرح احناف کے یہاں فقہ ''تقدیری'' کا بڑا حصہ ہے یعنی ایسے واقعات پر تبصرہ کرنا جو معرض وجود میں تو نہ آئے لیکن مستقبل میں ان کا پیش آنا ممکن ہو۔بہرحال شریعت اسلامیہ نے ایک مسلمان کو کسی بھی میدان میں تنہا نہیں چھوڑا' کیونکہ اس میں عرف وعادت اور ضرورت کی مکمل طور پر رعایت پائی جاتی ہے لہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ شریعت اسلامیہ کے جملہ قوانین اور احکام کی پابندی کرے اور اس فطری دین کے مطابق اپنی زندگی کو گذار کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرے۔

اللہ رب العزت تمام مسلمانوں کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔(آمین بجاہ سید المرسلین)

☆☆☆

حضرت شیخ الاسلامؒ ماہر تعلیمات

مولوی حافظ محمد ذاکر حسین
متعلم کامل اوّل جامعہ نظامیہ

''حضرت شیخ الاسلام کی مبارک زندگی کے علمی وادبی، تحقیقی وتصنیفی، قومی وملی، سماجی و سیاسی، اور اصلاحی وتجدیدی کارناموں سے کون واقف نہیں۔ان تمام کارناموں کا پورے طور پر تو جائزہ نہیں لیا جاسکتا لیکن سرسری طور پر بھی دیکھا جائے تو ہر ذی شعور، حق شناس و حق گو یہی کہے گا کہ یہ کارنامے ایک ماہرِ تعلیمات سے ہی انجام پاسکتے ہیں۔''

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی میں جن ناموراور قد آور علماء ودانشوران اور مصلحین ومجددین کا نمایاں تذکرہ سیر وتاریخ کے آئینہ میں ملتا ہے ان میں از ہر من الشّمس وابیض من الامس دکن کی عبقری شخصیت حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ، فضیلت جنگ، خان بہادر، امام اہلسنت مولانا حافظ امام محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد، ملک دکن کے صدر الصدور وناظم محکمۂ امور مذہبی سلطنتِ سرکار عالی ہے آپ کی شخصیت کو جنوبی ہند میں ہی نہیں بلکہ برصغیر اور تمام عالم اسلام میں خاص امتیاز رہا۔

حضرت شیخ الاسلام کی سیرت وسوانح جہاں علماء کرام کی رہبری اور مشکل حالات میں مشعلِ راہ کا کام دیتی ہے وہیں آپ کی زندگی تشنگان علوم وہدایت کی تلاش میں سرگرداں حضرات کے لیے بھی مشعل راہ رکھتی ہے آپ کی شخصیت میں وہ تمام عناصر بدرجہ اتم موجود تھے کہ جن سے نہ صرف ہمعصر زمانہ بلکہ آنے والی نسلیں بھی مستفیض ہوسکتی ہیں۔ایک طرف سلطنت آصفیہ کے حکمرانوں کے استاذ تو دوسری طرف علمی مجلسوں اور روحانی محفلوں کے آپ پیشوا مانے جاتے تھے آپ کے دینی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو آپ کی خدمات کے اقرار اور اعتراف کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔

حضرت شیخ الاسلام نے جامعہ نظامیہ کے قیام کو ذہن میں رکھتے ہوئے شہر وبیرون شہر، اضلاع اور ملک کے دوسرے حصوں میں متعدد مدرسوں، مساجد ومتعدد کمیٹیوں ں کی جانب توجہ دی ان میں بعض کا قیام اور بعض کو مالی نوعیت سے استحکام بخشا جیسے بیدر، اورنگ آباد، فتح پور، اودے پور، میواڑ اور اجمیر شریف وغیرہ۔کئی ایک ایسی ہدایات واحکامات سلطنت آصفیہ میں محض آپ کی وجہ سے جاری ہوئیں اور اپنے نفع بخش اثرات کی بناء آج بھی باقی ہیں۔

چنانچہ حضرت شیخ الاسلام نے علم دین کی اشاعت کے لیے ایک عظیم دینی ادارہ جامعہ نظامیہ(از ہر ہند)، غیر معمولی نوعیت کا تحقیقی ادارہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، دینی وعصری علوم کی کتابوں کی حفاظت کے لیے کتب خانہ آصفیہ(اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) قائم فرمایا اور متعدد مساجد، مدارس، عیدگاہ اور درگاہ جات کی تاسیس، تعمیر اور مالی امداد فرمائی اور کئی سرگرم انجمنوں اور کمیٹیوں کو تشکیل دیا۔ جسکو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسے عظیم کارنامے ایک ہمہ گیر شخصیت اور ماہر تعلیمات ہی سے انجام پاسکتے ہیں۔

شیخ الاسلام کے ماہر تعلیمات ہونے کو بتلاتے ہوئے سید سہیل نظامی رقمطراز ہیں ''آپ کی ذات گرامی ایک عہد ساز شخصیت اور انسانی تاریخ میں صالح انقلاب کے لیے مشہور ومعروف رہی ہے آپ نہ صرف ایک عالم، عارف، معلم، مصنف رہے ہیں بلکہ اسکے ساتھ ساتھ ایک عظیم مدبر، مصلح قوم اور ماہر تعلیم وماہر قانون رہے ہیں

(حضرت شیخ الاسلام شخصیت فکر وفن، بقلم: سید سہیل نظامی، روز نامہ رہنمائے دکن ۲۰ مارچ ۲۰۱۵)

ایک شخصیت میں کتنے جمع تھے صفات — حیرت سی سب پہ آج بھی طاری ہے دیکھیے

ہر ایک کا اجمالاً تعارف جسکو شیخ الاسلام نے قائم فرمایا:

جامعہ نظامیہ حیدرآباد: یوں تو حضرت شیخ الاسلام کے سینکڑوں کارنامے ہیں مگر آپ کے کارناموں میں جو سب سے امتیازی حیثیت رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے دین

۲۔ اسلام کی ترویج واشاعت کے لیے اسلامی عربی یونیورسٹی جامعہ نظامیہ قائم فرمایا جسکا شمار ملک کی عظیم وقدیم یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے اسکی تاسیس ۱۲۹۲ھ میں

مولوی مظفر الدین معلیٰ صاحب کے مکان میں ہوئی پھر ۱۳۰۲ھ میں امیر الدین صاحب کے مکان پر منتقل ہوئی پھر رفیع الدین صاحب کے مکان پر اور ۱۳۱۹ھ میں ناکافی ہونے پر سرکار سے ایک اور مکان محلّہ شاہ گنج میں عنایت ہوا وہ بھی ناکافی ہونے پر ایک اور مکان محلّہ شبلی گنج میں عنایت ہوا اور اسکی تعمیر وترمیم کے لیے ۱۲ ہزار عنایت ہوئے۔ آج بھی نظامیہ اسی مقام پر علم کی روشنیاں بکھیر رہا ہے۔ ابتداء میں اسکی حیثیت مدرسہ کی تھی لیکن شیخ الاسلام کی انتھک محنت اور کوشش سے آپ کے وصال کے بعد حکومت سے مدرسہ نظامیہ کے بجائے ''جامعہ نظامیہ'' کہنے کا اعلان کیا گیا۔

چنانچہ سب سے پہلے نواب حیدر نواز جنگ صدر اعظم حکومت حیدرآباد نے اعلان کیا کہ مدرسہ نظامیہ صرف مدرسہ نہیں بلکہ اس درسگاہ میں جملہ علوم وفنون پڑھائے جاتے ہیں اس لیے اب اسکی حیثیت جامعہ کی ہے اور اب یہ مدرسہ نظامیہ کے بجائے ''جامعہ نظامیہ'' کہلائے گا (ملخص از: حاشیہ مطلع الانوار ص ۸۲، اخبار رہبر دکن ۲ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ)

شیخ الاسلام نے جامعہ کی تاسیس کے بعد اسمیں طلباء کے لیے قیام وطعام، علاج ومعالجہ، مطالعہ کے لیے کتب خانہ، ملت کی شرعی رہنمائی

کے لیے دارالافتاء علمی کتب کی نشر واشاعت کے لیے اشاعت العلوم جیسی سہولتیں فراہم کی جو کہ ایک جامعہ (University) کے لیے ضروری ہیں آج وہ تمام بلند عمارتیں جامعہ کے احاطہ میں اپنی مثال آپ ہیں۔

کتب خانہ جامعہ نظامیہ: مفتی رکن الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''اس سلسلہ میں اگر حقیقی تر کہ کہا جائے تو وہ مولانا کا کتب خانہ تھا جو کئی ہزار بیش قیمت اور نایاب اور کم یاب کتابوں پر مشتمل اور مولانا کی تمام چیزوں سے محبوب تھا جس پر آپ نے ہزاروں روپئے صرف فرمائے تھے آپ نے اس محبوب شئی کو دوسرے محبوب تر کہ یعنی مدرسہ نظامیہ کے نام وقف کردیا'' (مطلع الانوار ص ۳۹، سن طباعت ۲۰۱۴) اس کتب خانہ میں اب بھی مختلف زبانوں میں ہزاروں نایاب و نادر کتابیں اور کئی ہزار مخطوطات اور خود شیخ الاسلام کے مسودات موجود ہیں. ملک و بیرون ملک سے علم کے تشنگان استفادہ کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

دارالافتاء جامعہ نظامیہ: ملت کی شرعی رہنمائی کے لیے جامعہ نظامیہ کے احاطہ میں شیخ الاسلام نے اپنی شخصی نگرانی میں ۱۳۲۸ھ میں دارالافتاء قائم فرمایا. قیام سے لے کر اب تک لاکھوں فتاوے جاری ہو چکے ہیں دارالافتاء سے جاری کردہ فتاوی کو حکومت ہند، سرکاری ادارے، بالخصوص ملک کی تمام عدالتیں قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہیں (ملخص از: شیخ الاسلام حیات وتعلیمات ص ۲۲، مصنف مفتی سید ضیاء الدین صاحب شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ) فتوے شیوخ جامعہ کی تصدیق وتصویب کے بعد جاری کئے جاتے ہیں دارالافتاء میں صدر مفتی، نائب مفتی اور ایک مبیضہ نویس مامور ہیں ہزاروں باقاعدہ فتوے دارالافتاء سے جاری ہوتے ہیں اسکے علاوہ ضرورت منداصحاب غیر تحریری فتوے بھی حاصل کرتے ہیں. الحمد للہ دارالافتاء جامعہ نظامیہ انٹرنیٹ سے مربوط ہے۔ (fatwajamianizamia@yahoo.com)(fatwa@jamianizamia.org), پر سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ

حضرت شیخ الاسلام نے اپنے ذاتی پیسوں سے ایک انجمن ''انجمن اشاعت العلوم'' قائم فرمایا اسکے اغراض ومقاصد یہ تھے کہ ایسے اہل علم کی مفید قوم وملت تصنیفات جو بوجہ کسی سرمایہ کے طبع نہ کراسکتے ہوں طبع کرواکے شائع کرے۔ تصانیف خود طبع کرواتے اور اصل لاگت پر فروخت کرتے بلکہ اکثر

۳۔ ضرورت مند یا کم مایہ لوگوں کو مفت یا کم قیمت پر عنایت فرماتے (ملخص از: مطلع الانوار ص ۲٦)

دائرۃ المعارف العثمانیہ (تحقیقی ادارہ) حیدرآباد

حضرت شیخ الاسلام علوم قدیم کہیں تلف نہ ہو جائیں اس خیال سے ۱۳۰۸ھ میں مدینہ طیبہ سے دکن حاضری کے بعد ایک مطبع ''دائرۃ المعارف النظامیہ'' کے نام سے قائم فرمایا اس مطبع سے پہلی کتاب شیخ علاء الدین برہان پوری علیہ الرحمہ کی ''کنز العمال'' شائع کی جو حدیث نبویہ کا

بہترین نمونہ ہے۔اب اس ادارہ کا نام ''دائرۃ المعارف العثمانیہ'' ہے جو عثمانیہ یونیورسٹی کے قرب میں اپنے تحقیقی کاموں میں مصروف ہے (ملخص از: مطلع الانوار ص ۴۷)

حضرت مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ اس ادارہ کے قائم کرنے کا سبب بیان فرماتے ہیں کہ ''حضرت شیخ الاسلام نے بازار سے اپنی ضرورت کی کوئی چیز منگوائی دکاندار نے ایک قدیم عربی کتاب کے ورق میں پوڑی باندہ کر وہ چیز دی۔ جب یہ پوڑی آپ تک پہنچی تو آپ حیرت زدہ ہوگئے فوری حکومت وقت کے پاس تحریر بھیجی کہ اسلامی حکومت ہوتے ہوئے اگر اسلامی کتابیں ضائع ہوں تو پھر ان کی حفاظت کہاں ہوگی؟ اس لیے مناسب ہوگا کہ ان کتب کی حفاظت کے لیے طباعت واشاعت کا انتظام کیا جائے اور اس کے لیے ایک ادارہ ''دائرۃ المعارف'' کے نام سے قائم کیا جائے۔تحریر منظور ہوئی اور ادارہ قائم ہوا (شیخ الاسلام حضرت انوار اللہ فاروقی اور تجدیدی کارنامے' بقلم: مفتی خلیل احمد' روزنامہ اعتماد ۲۴ فروری ۲۰۱۷)

کتب خانہ آصفیہ ﴿اسٹیٹ سنٹرل لائبریری﴾ حیدرآباد

۱۳۰۸ھ میں علمی خزانہ کی بنیاد حضرت شیخ الاسلام ہی کے خیال اور انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے کہ سرزمین دکن پر کتابوں کی حفاظت کے سلسلے میں کتب خانہ آصفیہ کا قیام عمل میں لایا۔اب یہ کتب خانہ حکومت کے تحت اسٹیٹ سنٹرل لائبریری کے نام سے موسوم ہے جسمیں ہر زبان کی کتابیں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہے اور عوام وخواص کی علمی وادبی ضرورتوں کو پوری کر رہی ہیں۔

مدارس کی تاسیس وتنظیم

مدارس اسلامیہ کی اہمیت وافادیت اور تاریخی حیثیت کسی بھی صاحب علم ذی شعور انسان پر مخفی نہیں۔مدارس اسلامیہ امت مسلمہ کی وہ متاع عزیز ہیں جن کے ساتھ اسکا ملی تشخص اور دین ومذہب کی بقا کا سلسلہ مربوط ہے تمام مخلوقات پر انسان کی برتری علم کی وجہ سے ہے۔اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ''اقرا'' اللہ نے حکم فرمایا کہ ہر انسان زیور علم سے آراستہ ہو اور حدیث شریف میں ہے'' طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم''،علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔اسی کے پیش نظر حضرت شیخ الاسلام نے ملک وبیرون ملک دینی مدارس کے قیام اور ان کی ترقی کی طرف توجہ فرمائی۔

حضرت شیخ الاسلام کے ارشد شاگرد وخلیفہ مفتی رکن الدین علیہ الرحمہ اپنی تصنیف لطیف مطلع الانوار میں رقمطراز ہیں''علوم دینیہ کے لیے مولانا کی زندگی وقف تھی اسکا اندازہ مدارس کی فہرست سے ہوگا جن میں سے بعض کو مولانا نے قائم فرمایا اور بعض کے نام امداد منظور کرائی'' (ملخص از: مطلع الانوار ص ۵۲،۵۳)

فہرست مدارس جن کا قیام اور مالی امداد کی گئی ' قیام مدرسہ معینیہ اجمیر شریف بہ اجرائی امداد' ایک ہزار ماہانہ

قیام مدرسہ حفاظ مکہ مسجد حیدرآباد بہ اجرائی ماہوار ایک سو پچیس ماہانہ' قیام مدرسہ دینیہ مسجد چوک حیدرآباد' قیام مدرسہ دینیہ مسجد میاں مشک

حیدرآباد۔

۴ ۔ :قیام مدرسہ دینیہ افضل گنج حیدرآباد' قیام مدرسہ صوفیہ محمد آباد بیدرشریف' فہرست مدارس جن کے نام امداد منظور کرائی

امداد مدرسہ دارالعلوم : چھ سو ماہانہ۔امداد مدرسہ کوٹھا پور :دوسو ماہانا' امداد مدرسہ بدایوں' ماہانہ ایک سو پچیس' امداد مدرسہ سبحانیہ الہ آباد' سو ماہوار 'امداد مدرسہ فتح پوری دہلی' ماہانہ پچاس' امداد مدرسہ میواڑ اودے پور 'ایک سو پچاس امداد مدرسہ برار' ماہوار یکمشت برائے تعمیر مدرسہ (ملخص از: مطلع الانوار ص۵۳)

اسی طرح ''انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر'' کے مصداق حضرت شیخ الاسلام نے کئی مساجد ملک و بیرون ملک تعمیر کروائی یا حکومت سے ان کے نام امداد منظور کروائی۔ مسلمان اور مسجد کا گہرا تعلق ہے حضورﷺ نے فرمایا ''مومن مسجد میں ایسا ہے جیسے مچھلی پانی میں'' بہت ساری خوشخبریاں اسلام میں مساجد کی تعمیر کے سلسلہ میں سنائی گئیں اسی اہمیت و افادیت کے پیش نظر حضرت شیخ الاسلام نے کئی مساجد تعمیر کروائی۔

مساجد کی تعمیر' توسیع' اور امداد' امداد برائے تعمیر مسجد اسٹریلیا چالیس ہزار' امداد برائے تعمیر مسجد بصرہ تعمیر مسجد مٹھوارہ' تعمیر مسجد مخدوم پورہ گلبر گہ شریف' تعمیر نقار خانہ اجمیر شریف

حضرت شیخ الاسلام نے بڑے کوششوں سے مساجد کے لئے دس سال کے لئے سالانہ دو ہزار چارسو کی منظوری حاصل فرمائی (ملخص از: مطلع الانوار ص۵۶)

بارگاہ بندہ نواز' مدرسہ دینیہ وشفاخانہ: ۱۳۲۲ھ میں روضۂ بزرگ حضرت بندہ نواز علیہ الرحمہ گلبرگہ شریف کی خدمات آپکو تفویض کی گئی تو آپ نے حضرات سجادگان کی تعلیم کا خصوصی اہتمام فرمایا بارگاہ کی تعمیر وترمیم اور دیگر کئی رفاہی امور انجام دیئے۔گلبرگہ شریف میں ''مدرسہ دینیہ'' کی بنیاد ڈالی۔شفاخانہ کا قیام عمل میں لایا اور اسکا مکمل انتظام فرمایا۔

(ملخص از: انوار الانوار ص۱۰۱'۱۰۲)

انجمن اصلاح مسلمانان وخدمات شرعیہ کے دروس

۵ ۔حضرت شیخ الاسلام نے دیہاتوں میں مسلمانوں کی جہالت دور کرنے اور امت مسلمہ کے عادات واطوار اخلاق وکردار کو سنوارنے کی غرض سے ''انجمن اصلاح مسلمانان'' کا قیام عمل میں لایا۔اور اہل خدمات شرعیہ کے دروس شروع کروائے۔

اسی کا ذکر سید جمال اللہ قادری صدر تعلیمی کمیٹی جدہ کرتے ہیں کہ'' دیہاتوں میں مسلمانوں کی جہالت دور کرنے کے لیے آپ نے واعظین کی جماعت تیار کی اور انہیں مختلف سمتوں میں روانہ کیا تا کہ ان کی رہبری کریں۔آپ نے جگہ جگہ خدمات شرعیہ کے دورس شروع کروائے اور اصلاح المسلمین نام کی ایک تنظیم بنائی جن کے ذمہ دینی تعلیم کی بنیادی معلومات اور صحیح عقائد سے عام مسلمان کو واقف کروانا تھا (شیخ الاسلام امام

انواراللہ فاروقی، بقلم: سید جمال اللہ قادری، رہنمائے دکن ۲۰ مارچ ۲۰۱۵)

انجمن تحفظ اوراق متبرکہ کی تشکیل

حضرت شیخ الاسلام اوراق متبرکہ کے تقدس کو علمی طور پر برقرار رکھنے کے لیے ٹھوس اقدام کیا حضرت شیخ الاسلام نے خاص طور پر ملت کو اس بےادبی و بےحرمتی کے وبال سے بچانے کے لیے ''انجمن تحفظ اوراق متبرکہ'' نامی مجلس تشکیل دی جسے آپ نے دینی کتب، اسلامی صفحات اور بالخصوص کلام الہی کے اوراق کے تحفظ کی ذمہ داری سونپی تھی (ملخص از: شیخ الاسلام حیات وتعلیمات ص ۳۰، مصنف: مفتی سید ضیاء الدین حفظہ اللہ شیخ الفقہ نظامیہ)

رویت ہلال کمیٹی: لوگوں کو قمری مہینوں کے جاننے میں بڑی مشقت پیش آتی کہ بعض جگہ سے چاند نکلنے کی اطلاعات اور بعض سے نہ نکلنے کی ایسی صورت میں لوگ تشویش و پریشانی کا سامنا کرتے تو اسی کے پیش نظر حضرت شیخ الاسلام نے ''رویت ہلال کمیٹی'' کو تشکیل دیا جسمیں علماء اور ماہر فلکیات کی ایک جماعت کو شامل کیا۔ الحمدللہ آج تک بھی رویت ہلال کمیٹی کے خدمات جاری ہیں۔

نکاح کے سیاہہ جات

حضرت شیخ الاسلام نے ہر طرح سے مسلم معاشرے کی اصلاح فرمائی چاہے وہ تجارت میں ہو یا ازدواجی زندگی ہو یا کوئی اور، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جب لوگوں میں نامناسب چیزیں پیدا ہونے لگیں اور لوگ حد سے تجاوز کرنے لگے تو انکی اصلاح کے لیے حضرت شیخ الاسلام کو بھیجا گیا چنانچہ نکاح وطلاق کے معاملات زبانی ہوا کرتے تھے پھر کچھ دن گذرنے کے بعد غلط بیانی اور جھوٹ کا سہارا لیا جاتا اسی لیے حضرت شیخ الاسلام نے دفتر قضائت کو مناسب طور پر ترتیب دیا۔

حضرت مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ رقمطراز ہیں ''حضرت شیخ الاسلام نے نظام قضاءت میں بڑی تبدیلیاں لائیں اس کو ایک مضبوط و مستحکم نظام میں تبدیل فرمایا۔ اس نظام قضاءت کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے خیالات دنیوی حرص و ہوس کی وجہ سے بگڑے جارہے تھے وراثت میں پیچیدگیاں پیدا ہورہی تھیں و نیز مہر کے مسئلہ میں اختلافات ہورہے تھے ایک مدت کے بعد گواہاں کے انتقال کی وجہ سے مسئلہ اور پیچیدہ ہورہا تھا ان تمام خرابیوں کے انسداد کے لیے آپ نے موجودہ سیاہہ مرتب کیا اور صدر قاضی کو، آرکائز کو اور صدارت العالیہ کو ایک ایک کاپی دینے کا پابند کیا۔ اس نظام قضائت کی وجہ نکاح، وراثت، حضانت، نسب وغیرہ کے حقوق محفوظ ہوگئے (شیخ الاسلام حضرت انوار اللہ فاروقی اور تجدیدی کارنامے، بقلم: مفتی خلیل احمد، روزنامہ اعتماد ۲۴ فروری ۲۰۱۷)

تاابد قائم رہیں گے آپ کے چھوڑے نقوش مصطفیٰ کے فیض کا ایک سلسلہ انوار ہیں

(ضیاء ملت حفظہ اللہ تعالی)

واضح رہے کہ حضرت شیخ الاسلام ملک دکن کے صدر الصدور، اور ناظم محکمۂ امور مذہبی تھے اس لیے پورے ملک دکن میں آپ کا دورہ حکومت

کی جانب سے ہوتا اور آپ اتنے بلند پایہ عہدہ پر فائز رہ کر بھی مذہبی رواداری' قومی یکجہتی' ذمہ دار فرض شناس عہدیدار' اثاثہ قومی وملی اور آثار و نوادرات کے تحفظ کا ثبوت پیش کیا۔اسی سلسلہ کی ایک کڑی ''دورۂ اورنگ آباد'' ہے اس دورہ میں آپ نے مدارس' مساجد' درگاہ جات ومقابر کی تعمیر' توسیع اور انکا معائنہ کیا۔ چند کا اجمالاً ذکر حسب ذیل ہے:

معاینہ درگاہ جات ومقابر اورنگ آباد' درگاہ حضرت بابا شاہ مسافر صاحب علیہ الرحمہ' درگاہ حضرت سید شاہ تاج الدین حموی علیہ الرحمہ' درگاہ حضرت شاہ نور الہدی نظام الدین علیہ الرحمہ' درگاہ حضرت شیخین صاحب شطاری علیہ الرحمہ' درگاہ حضرت سید شاہ منتخب الدین زرزری زربخش علیہ الرحمہ' درگاہ حضرت شاہ بے ریا صاحب علیہ الرحمہ' درگاہ حضرت شاہ فخر الاولیاء علیہ الرحمہ' درگاہ حضرت خواجہ زین الدین صاحب المعروف بائیس خواجہ علیہ الرحمہ'' مقبرہ رابعہ دورانی ''مقبرہ اسلام خاں المعروف بہ اسمعیل خاں۔ جالنہ' قبرستان علاقہ قاضی صاحب ومسکین شاہ صاحب علیہ الرحمہ' مساجد اورنگ آباد' مسجد شاہ علی صاحب شہری موسوم بہ مسجد شاہ بازار' مسجد پانچ اینٹ مسجد شائستہ خاں' مسجد درگاہ سید شاہ غریب اللہ صاحب علیہ الرحمہ' مسجد قلعہ راک

مسجد جوہری واڑہ' مدارس اورنگ آباد' مدرسہ فوقانیہ' مدرسہ احمدیہ' مدرسہ حفاظ عثمانیہ واقع خلد آباد شریف' مدرسہ عثمانیہ واقع جالنہ مدرسہ رونہ پراڑہ' مدرسہ انجمن ہدایت المسلمین

(ملخص از: یادداشت اورنگ آباد ص۱۳تا۶۴' مصنف: مفتی اسرار احمد قادری' مطبوعہ دار الطبع سرکار عالی)

اور بہت سارے درگاہ' مقابر' مساجد' عیدگاہ' دفتر قضائت اورنگ آباد' پٹن' خلد آباد' جالنہ وغیرہ جن کا معاینہ اور اصلاح حضرت شیخ الاسلام نے فرمائی ہیں لیکن گنجائش نہیں کہ ان تمام کا ذکر مفصلاً اس مختصر مضمون میں کیا جائے۔اس بارے میں تفصیلات کے لیے کتاب ''یادداشت اورنگ آباد'' از: مفتی اسرار احمد قادری صدر مدرسہ مصباح العلوم اورنگ آباد دیکھیں۔

حضرت شیخ الاسلام نے جہاں مدارس' مساجد ومتعدد تنظیموں اور کمیٹیوں کو امت مسلمہ کی اصلاح کے لیے قائم فرمایا وہیں آپ نے امت مسلمہ کو اپنی معرکتہ الآراء تصانیف کے ذریعہ بگڑتے عقائد واعمال کو قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح راہ بتلائی۔ بدعقیدہ وگمراہ فرقوں سے عوام کو آگاہ کیا اور مومنوں کے دلوں کو عشق رسول ﷺ وعظمت رسول ﷺ کا پیکر بنایا۔جن میں قابل ذکر مقاصد الاسلام کے گیارہ حصے' حقیقۃ الفقہ دو حصے' انوار احمدی' کتاب العقل' الکلام المرفوع اور ردّ قادیانیت میں افادۃ الافہام دو حصے اور انوار الحق وغیرہ ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام کے معاصر امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی (اعلی حضرت) علیہ الرحمہ حضرت شیخ الاسلام کی تصانیف کے متعلق ایک مکتوب میں لکھتے ہیں ''کل تصانیف گرامی کا شوق ہے' اگر با قیمت ملتی ہوں قیمت سے اطلاع بخشی جائے۔ دو جلد قادیانی مخذول کے چند صفحات دیکھے تھے ایک صاحب سے ان کی تعریف کی وہ لے گئے (کلیات مکاتیب رضا ۱۱۳)

حضرت شیخ الاسلام کی مبارک زندگی کے علمی وادبی' تحقیقی وتصنیفی' قومی وملی' سماجی وسیاسی' اور اصلاحی وتجدیدی کارناموں سے کون

واقف نہیں۔ان تمام کارناموں کا پورے طور پر تو جائزہ نہیں لیا جاسکتا لیکن سرسری طور پر بھی دیکھا جائے تو ہر ذی شعور، حق شناس وحق گو یہی کہے گا کہ یہ کارنامے ایک ماہرِ تعلیمات سے ہی انجام پاسکتے ہیں۔

یہ بات مسلّم ہے کہ حضرت شیخ الاسلام معلّم ومتکلم، مصنف ومولّف، مفسر ومفکر، محدّث وموسس، مصلح ومدبّر، خطیب وادیب، صوفی وعارف ہونے کے ساتھ ساتھ ماہرِ تعلیمات بھی تھے۔

ڈاکٹر طیب پاشاہ قادری صاحب نے شیخ الاسلام کی ہمہ پہلو شخصیت کے متعلق کیا خوب کہا:

کوئی بھلا کیا لے سکے گا جائزہ انوار کا — دور تک پھیلا ہوا ہے دائرہ انوار کا
اصفیاء ہو اتقیاء ہو اولیاء ہو کہ اصدقاء — ہر کسی کے بزم میں ہے تذکرہ انوار کا

OOO

اسلام میں عورتوں کے حقوق اور مراعات
دیگر مذاہب کے ساتھ ایک تقابلی مطالعہ

مولوی سید محمد مصباح الدین عمیر
متعلم فاضل سوم، جامعہ نظامیہ

''دین اسلام نے عورت کو تقدس وحیا کی چادر اورعزت وتکریم کی خلعتِ فاخرہ عطا فرمائی، اسلام نے عورت کو ماں اور بیٹی کی حیثیت سے، بہن اور بیوی کی حیثیت سے، بہو وساس کی حیثیت سے، نانی ودادی کی حیثیت سے، نواسی وپوتی کی حیثیت سے مکمل حقوق دئے، اُسے کامل فرد، مکمل شہری اور بااختیار شخصیت قرار دیا، عورت کو انسانی حقوق کے ساتھ ساتھ معاشی، معاشرتی، شہری، قانونی، تعلیمی، سیاسی، سماجی، شخصی، مذہبی حقوق دئے، اور اعمال صالحہ کے اجر وثواب کا مرد کی طرح عورت کو بھی حقدار قرار دیا۔''

اللہ تعالی نے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو وجود بخشا اور ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے : یـاَیُّهَا النَّـاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً۔ ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا اور اسی سے اُس کا جوڑ ابنایا اور ان دونوں سے بکثرت مَردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا۔ (سورۃ النساء:1)

اس طرح انسانی جنس کے دو صنف مرد اور عورت بنائے اور دونوں کے لئے حقوق مقرر کئے لیکن انسانی تاریخ میں عورت عرصۂ دراز تک ظلم وستم کا شکار اور حقوق ومراعات سے محروم رہی۔

اسلام کی آمد سے پہلے عورت ہر ملک اور ہر قوم میں مظلوم تھی، حقوق ومراعات سے محروم تھی، اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی آمد کے ساتھ ہی عورت کی زندگی میں بہار آئی، اسلام نے عورت کو اُس کے حقوق دئے بلکہ اسلام کی وجہ سے عورت کو معلوم ہوا کہ یہ اُس کے حقوق ہیں اور دنیا کو علم ہوا کہ عورت اِن حقوق کی حقدار ہے، اسلام نے عورت کو دینی ومذہبی، سماجی ومعاشرتی، معاشی واقتصادی، قانونی وآئینی، سیاسی وانتظامی حقوق دئے، اسلام کی آمد کیا ہوئی کہ عورت کی تاریخ درخشاں ہوگئی، اسلام نے عورت کی عزت ووقار کے خلاف

سارے رسوم کو کالعدم کیا، عورت کو ذلیل ورسوا کرنے والی روایات کا قلع قمع کیا، اسلام نے عورت کو سماجی میدان میں اس کا حق دیا، معاشی کردار میں فعال بنایا، قانونی حیثیت سے مضبوط کیا، انتظامی اعتبار سے بااختیار قرار دیا، اسلام نے عورت کو عزت وتکریم سے نوازا، وقار و بزرگی عطا کی اور اُسے بنیادی حقوق کے ساتھ مختلف حیثیتوں میں ہر سطح پر مرد کے برابر حقوق دئے اور ایک نئی تہذیب کی بنیاد ڈالی، دنیا میں جہاں کہیں عورتوں کے حقوق کا مطالبہ کیا گیا، وہ آمد اسلام کے بعد ہی کیا گیا۔

جغرافیائی اعتبار سے ایک جائزہ : جزیرۂ عرب ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں عورت پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے جاتے تھے انسانی معاشرہ میں عورت کو جانور تو کیا جانور سے بھی بدتر سمجھا جاتا تھا۔

عرب میں لڑکی کی پیدائش کو منحوس سمجھا جاتا اور پیدا ہوتے ہی اسے زندہ درگور کیا جاتا تھا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: **وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْم**۔ ترجمہ: اور جب اُن میں سے کسی کو بیٹی (کی پیدائش) کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اُس کا چہرہ سیاہ ہوتا ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے۔ (**سُوْرَةُالنَّحل**، 58)، ایک اور مقام پر ارشاد ہے: **وَاِذَا الْمَوْءُ دَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَت**. ترجمہ: اور جب زندہ درگور کی گئی (لڑکی) سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے باعث قتل کی گئی۔ (سورۃ التکویر: 8,9)

ہندوستان میں ستی کی رسم کے نام سے شوہر کی موت کے ساتھ ہی بیواؤں کو شوہر کی چتا پر زندہ جلا دیا جاتا تھا۔

اور یورپ میں 586ء تک یہ بحث چلتی رہی کہ عورتوں کے اندر مردوں کی طرح روح ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر اس کے اندر روح ہے تو وہ روحِ حیوانی ہے یا روحِ انسانی؟ فلاسفہ کی کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ اس میں روح تو ہے لیکن مردوں کی روح سے انتہائی درجہ ضعیف، گندی، عیار ومکار ہے۔

یونان کی قدیم تہذیب میں باپ خاندان کا مذہبی اور قانونی سربراہ تھا اور اسے یہ حق حاصل تھا کہ اپنی بیٹیوں کو بیچ دے، اسی طرح باپ کے بعد بھائیوں کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنی بہنوں کو فروخت کردے۔

قدیم یونانی تہذیب میں باپ کے انتقال کے بعد جائیداد کی وارث نرینہ اولاد ہوتی، عورت کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا، یونانی قوم جو قدیم تہذیب میں سب سے مہذب اور شائستہ تصور کی جاتی تھے وہ لوگ عورت کو محض ایک اثاثہ سمجھتے تھے جسے خرید وفروخت کیا جاسکتا تھا، سچ تو یہ ہے کہ وہ ایک بری چیز سمجھی جاتی تھی۔

یونان کا یہ نظریہ بھی تھا کہ بلائیں اور تمام مصیبتیں ایک باکس میں بند تھیں اور اس باکس کو پینڈورا (Pandora) نامی عورت نے کھول دیا، اس طرح انہوں نے انسانوں پر آنے والی مصیبتوں کا سبب اسی عورت کو قرار دیا۔

انگلینڈ کے آٹھویں بادشاہ (Henry 8) نے پارلیمنٹ میں یہ قانون پاس کیا تھا کہ عورت اپنی مقدس کتاب ''انجیل'' کی تلاوت بھی نہیں کرسکتی؛ کیونکہ وہ ناپاک تصور کی جاتی تھی۔

مذاہب واقوام کے اعتبار سے ایک جائزہ : یہودی مذہب میں عورت کی حیثیت: راہب وعابد' عورت کو سراسر عار وعیب سمجھتے تھے، اور

یہودیوں نے حضرت حوا علیہا السلام کو انسانیت پر اترنے والے مصائب وآلام کا ذمہ دار ٹھرایا اور کہا کہ حضرت حوا علیہا السلام کی وجہ سے ان کی بیٹیاں ہمیشہ محکوم بنی رہیں گی۔العیاذ باللہ!

عورت کے بارے میں عیسائی قوم کا نظریہ: عیسائی قوم کا نظریہ عورت کے بارے میں کس قدر حیرت انگیز رہا کہ ’’عورت گناہوں کی ماں، بدی کی جڑ، معصیت کی تحریک کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ ہے۔

مسیحیت کے ابتدائی دور کا مقتدا ترتولیان (Tertullian) کے مطابق عورت کی حقیقت یہ ہے کہ عورت شیطان کے آنے کا دروازہ ،شجر ممنوعہ کی طرف لے جانے والی خدا کے قانون کو توڑنے والی، اور مرد کو غارت کرنے والی ہے۔

(De cultufeminarium)

فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاؤلی بان‘ ہندوؤں کا عقیدہ بتلاتے ہوئے کہتے ہیں: تقدیر‘ طوفان‘ موت‘ جہنم‘ زہر‘ زہریلے سانپ‘ اِن میں سے کوئی چیز اس قدر خراب نہیں ہے جتنی خراب ایک عورت ہے۔ (ستارتھ پرکاش)۔

عورت کے تعلق سے بین مذاہب، و بین الاقوامی سطح پر جائزہ لینے کے بعد اب آیئے اسلام کی طرف......

چھٹی صدی عیسوی میں تاریخ کے افق پر جب آفتاب اسلام چمکا تو اس کی کرنوں نے عورت کی تاریک زندگی کو ہمیشہ کے لئے تابندہ کردیا، اسے ظلم وستم سے خلاصی ونجات دی، اس کے لئے حقوق وضع کئے، اسے سوسائٹی میں ایک کامل فرد کا درجہ دیا اور اُن سارے مظالم سے نجات دلائی جن میں رہ رہ کر وہ کرب واضطراب کی زندگی بسر کررہی تھی۔جیسا کہ قرآن کریم نے اعلان کیا: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. ترجمہ: دستور شرع کے مطابق عورتوں کے مَردوں پر ایسے ہی حقوق ہیں جیسے مَردوں کے عورتوں پر ہیں۔ (سورۃ البقرۃ۔228)

اسلام میں عورتوں کے حقوق : دین اسلام نے عورت کو تقدس وحیا کی چادر اور عزت وتکریم کی خلعتِ فاخرہ عطا فرمائی، اسلام نے عورت کو ماں اور بیٹی کی حیثیت سے‘ بہن اور بیوی کی حیثیت سے‘ بہو وساس کی حیثیت سے‘ نانی ودادی کی حیثیت سے‘ نواسی وپوتی کی حیثیت سے مکمل حقوق دئے، اُسے کامل فرد‘ مکمل شہری اور بااختیار شخصیت قرار دیا، عورت کو انسانی حقوق کے ساتھ ساتھ معاشی‘ معاشرتی‘ شہری‘ قانونی‘ تعلیمی‘ سیاسی‘ سماجی‘ شخصی‘ مذہبی حقوق دئے، اور اعمال صالحہ کے اجر وثواب کا مرد کی طرح عورت کو بھی حقدار قرار دیا، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ . ترجمہ: جو کوئی نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو تو ضرور ہم اُسے پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے، اور ضرور انہیں اُن کے اچھے کام کا بدلہ اس کا اجر عطا فرمائیں گے۔ (سورۃ النحل:97)

ایک اور مقام پر ارشاد الٰہی ہے: فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى. ترجمہ: پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی (اور فرمایا:) یقیناً میں تم میں سے کسی محنت کرنے والے کی مزدوری کو ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ (سورۃ آل عمران:195)

لڑکی کی پیدائش اور یہودیت وعیسائیت: یہود ونصاری کے پاس اگرکوئی لڑکی پیدا ہوتی ہےتو ان کے مذہبی عقائد کے مطابق لڑکی کے لئے یا اس کی ماں کے لئے کوئی فضیلت نہیں لیکن پیغمبرِاسلام علیہ الصلوۃ والسلام نےلڑکی کی پیدائش پرفرشتوں کی آمد کی بشارت اورتمام گھر والوں کے لئے سلامتی کی خوشخبری عطافرمائی ہے،چنانچہ ارشادنبوی ہے: **اذا ولد للرجل ابنة بعث اللہ عزوجل ملائكة ، يقولون : السلام عليكم اهل البيت ، يكتنفونها بأجنحتهم ويمسحون بأيديهم على رأسها، ويقولون: ضعيفة خرجت من ضعيفة ، القيم عليها معان الى يوم القيامة.** ترجمہ: جب کسی شخص کولڑکی پیدا ہوتی ہےتو اللہ تعالی فرشتوں کی ایک جماعت کوبھیجتا ہے، وہ فرشتے تمام گھر والوں سے کہتے ہیں: اے گھر والو! تم پرسلام ہو! اس لڑکی کوفرشتے اپنے بازوؤں میں لے لیتے ہیں اوراپنے نورانی ہاتھوں کواس کے سر پر پھیرتے ہیں،اور کہتے ہیں: ایک کمزورجان ہے جوکمزورجان سے پیدا ہوئی ہے۔اس کی نگہداشت کرنے والوں کی قیامت تک مدد کی جائے گی۔

(المعجم الصغیر للطبرانی حدیث نمبر:70)

مخصوص ایام میں عورت کے ساتھ میل جول اور یہودیت وعیسائیت: عورت جب مخصوص ایام میں ہوتی ہےتو یہود ونصاری کا یہ نظریہ ہے کہ عورت خودبھی ناپاک ہوجاتی ہےاوروہ جس جگہ بیٹھی ہے وہ جگہ بھی ناپاک ہوجاتی ہےاور جوشخص اسے چھولے وہ دن ختم ہونے تک ناپاک رہتا ہے۔لیکن اسلام نے عورت کے ساتھ ایسا دوہرا سلوک نہیں کیا،اسلام نے عورت کو یہ حق دیا کہ وہ مخصوص ایام میں محارم کے ساتھ میل جول رکھ سکتی ہے، اُس کے لئے ان کے ساتھ کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے پرکوئی پابندی نہ رکھی گئی،جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں روایت ہے: **عن عائشة رضى اللہ عنها قالت : كنت اشرب وانا حائض ثم اناوله النبى صلى الله عليه وسلم فيضع فاه على موضع فى فيشرب واتعرق العرق وانا حائض ثم اناوله النبى صلى الله عليه وسلم فيضع فاه على موضع فى .**

(صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب سورالحائض، حدیث نمبر:300)

اسلام نے عورت کوناپاک یہود کی طرح ناپاک قرارنہیں دیا کہ وہ کہیں بیٹھ جائےتو وہ جگہ ناپاک ہوجائے اوراگرکوئی اس کو چھولے تو وہ دن گزرنے تک ناپاک رہے بلکہ مخصوص ایام میں بھی اس کے ہاتھ پیراوراس کےجسم کو پاک قراردیا اوراس کے لئے ناپاکی کاحکم اس معنی میں لگایا کہ وہ نمازنہیں پڑھےگی۔

نکاح اور مسیحیت: مسیحیت نے رہبانیت وگوشہ نشینی کی ترغیب دی اورعورت کے سایہ سے بھاگنے کی تاکید کی عہد نامہ جدید میں لکھا ہے: ’’اگرتوغیرشادی شدہ رہے گا تو خدا کی یاد سے غافل نہ ہوگالیکن اگرتونے شادی کرلی تو بیوی تجھے ایسا کرنے سے غافل کردے گی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی بیاہ عیسائیوں کے نزدیک بےسوداورغیراہم ہے جب کہ دین اسلام نے نکاح کواس قدراہمیت دی ہے کہ نکاح کونصف ایمان کی تکمیل کاذریعہ قراردیا جیسا کہ ارشادنبوی ہے: **من تزوج فقد استكمل نصف الايمان فليتق الله فى النصف الباقى** جس نے نکاح کیااس نے آدھا ایمان مکمل کیاتو اسے چاہئے کہ باقی آدھے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔(الترغیب والترھیب لقوام السنہ للاصبھانی حدیث نمبر2457)

نکاح کا بندھن اور یہودیت وعیسائیت: نکاح کے بارے میں یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ ایک روحانی رشتہ ہے جو کبھی نہیں ٹوٹتا خواہ شوہر بیوی پر کتنا ہی ظلم کیوں نہ کرے' بیوی کو رشتۂ نکاح ختم کرنے کا کوئی اختیار نہیں، ہاں شوہر چاہے تو اسے طلاق دے سکتا ہے۔

لیکن دین اسلام نے نکاح کو ختم کرنے کے سلسلہ میں عورت کو بے سہارا نہیں چھوڑا، عورت حق تلفی یا ظلم کی شکایت لے کر شرعی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہے، حق نہ ملنے پر فسخ نکاح کا مطالبہ کرسکتی ہے یا پھر مرد راضی ہو تو اُس سے مال کے بدلہ خلع لے سکتی ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: **فان خفتم ان لایقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به تلک حدود الله فلا تعتدوها ومن یتعد حدود الله فاولئک هم الظالمون.** ترجمہ: پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی خود کچھ بدلہ دے کر آزادی لے لے، یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، پس تم ان سے آگے مت بڑھو اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں تو وہی لوگ ظالم ہیں (سورۃ البقرۃ: 229)

حق مہر اور یہودیت وعیسائیت: یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس عورت کے لئے مہر کا کوئی حق نہیں جبکہ اسلام نے مہر کو نکاح کے لئے ایسا لازمی قرار دیا کہ عقد نکاح کے وقت مہر ذکر نہ کیا جائے یا مہر کی نفی کردی جائے تب بھی عورت کے حق میں مہر مثل کی ادائیگی مرد کے ذمہ لازم رہے گی ارشاد الٰہی ہے: **واتو النساء صدقاتهن نحلة.** ترجمہ: اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کیا کرو۔ (سورۃ النساء: 4)

بیوہ سے نکاح اور ہندومت: ہندوؤں کے مذہب میں بیوہ عورت سے ہر ہندو مرد نکاح نہیں کرسکتا بلکہ ایسا ہی ہندو نکاح کرسکتا ہے جس کی بیوی مرگئی ہو۔

رشی دیانند کے مطابق کوئی کنوارہ بیوہ سے شادی نہ کرے اگر کوئی اس عمل کی خلاف ورزی کرے گا تو سمجھو کہ یہ ادھرم ہے۔ (رگ وید)

لیکن اسلام نے حرام رشتوں کے علاوہ ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی، عورت کنواری ہو یا بیوہ' مرد شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ' وہ آپسی رضامندی سے نکاح کرسکتے ہیں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال کی عمر شریف میں چالیس سالہ بیوہ خاتون ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

درد حمل اور یہودیت: عورت حمل کی تکلیف ومشقت برداشت کرتی ہے، درد زہ سہتی اور بچہ کو جنم دیتی ہے، لیکن اس سلسلہ میں یہودیوں کا عقیدہ حیران کن ہے، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام وحضرت حوا علیہا السلام کے جنت سے اتارے جانے کے واقعہ میں بائبل کے مطابق ''خدا نے عورت سے کہا کہ میں تیرے درد حمل کو بڑھاؤں گا، تُو درد کے ساتھ بچے جنے گی''۔

جب کہ اسلام نے حمل کی اس مشقت کو بچہ پر ماں کا عظیم احسان قرار دیا، ارشاد الٰہی ہے: **وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا .** ترجمہ: ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا (کیونکہ) اس کی ماں نے اسے (اپنے شکم میں) بڑی مشقت سے اٹھائے رکھا اور نہایت تکلیف کے ساتھ اسے جنم دیا۔

(سورۃ الاحقاف: ۱۵)

مجمع الزوائد میں حدیث شریف ہے :وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ سَلَّامَةَ حَاضِنَةَ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ :يَا رَسُولَ اللَّهِ تُبَشِّرُ الرِّجَالَ بِكُلِّ خَيْرٍ، وَلَا تُبَشِّرُ النِّسَاءَ ؟ قَالَ " :اَصُوَيْحِبَاتُكِ دَسَسْنَكِ لِهَذَا ؟ "قَالَتْ :اَجَلْ هُنَّ اَمَرْنَنِي .قَالَ " :اَفَمَا تَرْضَى إِحْدَاكُنَّ اَنَّهَا إِذَا كَانَتْ حَامِلًا مِنْ زَوْجِهَا، وَهُوَ عَنْهَا رَاضٍ اَنَّ لَهَا مِثْلَ اَجْرِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِذَا اَصَابَهَا الطَّلْقُ لَمْ يَعْلَمْ اَهْلُ السَّمَاءِ وَاَهْلُ الْاَرْضِ مَا اُخْفِيَ لَهَا مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ فَإِذَا وَضَعَتْ لَمْ يَخْرُجْ مِنْهَا جَرْعَةٌ مِنْ لَبَنِهَا، وَلَمْ يُمَصَّ مَصَّةٌ إِلَّا كَانَ لَهَا بِكُلِّ جَرْعَةٍ، وَبِكُلِّ مَصَّةٍ حَسَنَةٌ، فَإِنْ اَسْهَرَهَا لَيْلَةً كَانَ لَهَا مِثْلُ اَجْرِ سَبْعِينَ رَقَبَةً وَتُعْتِقُهُنَّ فِي سَبِيلِ اللَّهِ -سَلَّامَةَ يَعْنِي -لِمَنْ ؟ اَعْنِي بِهَذِهِ الْمُتَنَعِّمَاتِ الصَّالِحَاتِ الْمُطِيعَاتِ اللَّاتِي لَا يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ ."

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے......حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم عورتیں اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم میں جب کوئی اپنے خاوند سے حاملہ ہوجائے اور وہ (خاوند) اس پر راضی ہو تو اس عورت کو روزہ رکھنے اور اللہ کی راہ میں پہرہ دینے کا ثواب دیا جائے گا، اور جب اس کو دردزہ لاحق ہوتا ہے تو زمین وآسمان کی مخلوق نہیں جانتی کہ اس کے لئے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپائی گئی ہے؟ جب وضع حمل ہوتا ہے اور وہ دودھ کے گھونٹ پلاتی ہے یا صرف بچے کو چسکی لگواتی ہے تو اس کے لئے ہر گھونٹ اور ہر چسکی کے بدلے ایک ایک نیکی ملتی ہے۔ اگر وہ (بچہ کے سلسلہ میں) ایک رات بیدار رہے تو اس کے لئے اللہ کی راہ میں ستر غلام آزاد کرنے کا اجر وثواب ملتا ہے، کیا تم جانتی ہو اس سے میری مراد کون ہے؟ خوش وخرم رہنے والی عورتیں جو صالحہ ہوں، اپنے شوہروں کی فرمانبردار ہوں اور خاوندوں کی ناشکری نہ کرتی ہوں ۔(مجمع الزوائد، معجم الاوسط للطبرانی، کنز العمال)

بیٹی کا حقِ وراثت اور یہودیت: یہودی قانونِ وراثت میں بیٹی کا درجہ پوتوں کے بعد آتا ہے، اگر کوئی یہودی شخص مرجائے اور میت کا لڑکا نہ ہو لڑکی ہو اور پوتا ہو تو حقِ وراثت پوتے کے لئے ہے اگر پوتا بھی نہ ہو تب لڑکی وارث ہوگی۔لیکن اسلام نے لڑکی اور لڑکے دونوں کو ایک ہی درجہ میں حق وراثت دیا ہے کسی مسلمان میت کی اولاد لڑکا اور لڑکی ہوں تو دونوں وارث ہوں گے اور اگر لڑکا نہ ہو تو لڑکی وارث ہوگی (اگر متروکہ بچے گا تو پوتا وارث ہوگا ورنہ نہیں۔)

ماں کا مقام اور یہودیت اور عیسائیت: ماں کی عظمت وفضیلت یہود ونصاریٰ کے پاس کچھ زیادہ نہیں، اسلام نے جو بلند مقام واعلیٰ مرتبہ ماں کو دیا ہے وہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے، الجنة تحت اقدام الامهات . (کنز العمال، حدیث نمبر:45439) رب کی خوشنودی ماں باپ کی خوشنودی میں ہے اور رب کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد . (جامع ترمذی، حدیث نمبر:1899)

حضرت بہز بن حکیم کے دادا نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ فرمایا: تمہاری ماں کے ساتھ حسن سلوک کرو، عرض کیا: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: تمہاری ماں کے ساتھ، عرض کیا: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: تمہاری ماں کے ساتھ۔عرض

کیا: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: تمہارے باپ کے ساتھ۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحبۃ، حدیث نمبر: 5971)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے عورت کو ماں کی حیثیت سے اس قدر بلند رتبہ دیا کہ خدمت وحسنِ سلوک میں عورت مرد سے تین درجے زیادہ حق رکھتی ہے۔

بیوی کا حق وراثت اور یہودیت: یہودیوں کے نظریہ کے مطابق اگر شوہر مرجائے تو بیوی متروکہ میں حصہ نہیں پاتی بلکہ وہ خود مالِ وراثت میں شامل ہوجاتی ہے، اُس کا دیور اُس سے نکاح کرتا ہے چاہے عورت اِس نکاح سے راضی ہو یا نہ ہو، یہاں عورت کی بے بسی کا حال یہ ہے کہ اسے اس رشتۂ نکاح سے انکار کرنے کا بھی اختیار نہیں رہتا۔ قربان جایئے اسلامی قانون پر کہ وہ عورت کو رضامندی سے نکاح کرنے کا حق دیتا ہے اور اُسے اولاد ہو تو آٹھواں حصہ اور اولاد نہ ہو تو چوتھائی حصہ کا حقدار ٹھراتا ہے، اگر کسی کا شوہر مرجائے تو عدت گزرنے کے بعد عورت کو نکاح کرنے یا نہ کرنے کا پورا حق اور کامل اختیار دیا ہے کہ وہ جہاں چاہے نکاح کرے۔

عورت کی زیب وزینت اور مسیحیت: عیسائیوں کے نزدیک عورت کو زیب وزینت بناؤ سنگھار سے منع کردیا گیا، ''انجیل'' میں ہے کہ عورتیں سر نہ گوندھیں، سنگار نہ کریں، خوبصورت اور قیمتی لباس نہ پہنیں۔

زیب وزینت، جو عورت کی محبوب ومرغوب فطرت ہے اسی سے عورت کو منع کردیا گیا، اس کے برعکس اسلام نے متوازن قانون دیا کہ عورت پردہ کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے خوبصورت وبیش قیمت لباس پہن سکتی ہے شریعت کے دائرہ میں رہ کر ہر طرح سے زینت اختیار کرسکتی ہے۔

برہمنوں کے پاس عورت کا تصور: ہندوؤں میں طبقۂ برہمن عورت کو جانوروں جیسا سمجھتے ہیں، اگر کسی برہمن کے لئے کھانا تیار کیا جائے تو وہ کھانا ایسا مقدس مانا جاتا ہے کہ وہ کسی کتے یا خنزیر کو نہیں کھلایا جاسکتا، ایسے ہی وہ کھانا کسی عورت کو بھی نہیں کھلایا جاسکتا، اس طرح برہمنوں نے عورت کو جانوروں کے درجہ میں کھڑا کردیا ہے۔

اس کے برخلاف اسلام نے عورت کا درجہ اتنا اونچا کیا کہ ارشاد نبوی ہے: **اطعمھا اذا طعمت واکسھا اذا اکتسیت**. جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اُسے بھی پہناؤ۔ (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: 2143)

عورت کے بارے میں یہودیوں کا تصور: یہودیوں کا نظریہ ہے کہ عورت مرد کی کنیز اور لونڈی ہوتی ہے اور یہودی باپ اپنی بیٹی کو فروخت کرنے کا حق رکھتا ہے، اگر باپ مرجائے تو یہ حق بھائی کو حاصل ہوتا ہے۔

اس طرح یہودی قوم، عورت کو بنیادی حقوق سے بھی محروم رکھتے ہیں، یہودیوں نے جو سلوک اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے لئے روا رکھا اسلام نے وہ سلوک دنیا کی کسی عورت کے لئے بھی روا نہ رکھا، اسلام نے آزاد کی بیع پر پابندی عائد کی، صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے: **ثلاثۃ انا خصمھم یوم القیامۃ** . تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن میں اُن کا فریق رہوں گا۔ اُن میں سے ایک یہ شخص ہے۔ **رجل باع حرا فأكل ثمنه** . جس نے کسی آزاد کو بیچ ڈالا اور اس کی قیمت کھا گیا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 2227)

اسلام نے عورتوں کو کس طرح کے حقوق دئے؟: اسلام نے عورت کو ماں کی حیثیت سے قابل احترام قرار دیا، ماں کو مخدومہ بنایا، حق وراثت دیا، اُسے ایک مرتبہ محبت سے دیکھنے پر مقبول حج کے ثواب کی بشارت عطاء فرمائی۔

بیٹی کی حیثیت سے اُسے پرورش کا حق دیا، حسن سلوک کا حق اور وراثت کا حق دیا۔

بہن کی حیثیت سے نیک برتاؤ کا حق اور وراثت کا حق دیا۔

بیوی کی حیثیت سے مہر کا حق' نفقہ وسکنٰی کا حق' حسنِ معاشرت کا حق' عدل وانصاف کا حق' وظیفۂ زوجیت کا حق' وراثت وخلع کا حق' تفویض طلاق اور فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق دیا، اس کے علاوہ ہر عورت کو خرید وفروخت کا حق دیا، وکالت وکفالت کا حق دیا، اعارہ واجارہ کا حق دیا، ہبہ وشفعہ کا حق دیا اور اس کے مال میں کامل تصرف وتجارت کا حق عطا فرمایا جیسا کہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا انٹرنیشنل لیول پر تجارت کرتی تھیں۔

رشتہ داروں کے ذمہ اُسے حق دیا، پڑوس کا حق دیا، دعوت قبول کرنے کا حق دیا، اُسے اعلیٰ تعلیم کا حق دیا، ووٹ ڈالنے کا حق دیا، شرعی حدود کے ساتھ اسمبلی اور پارلمنٹ میں ممبر بننے کا حق دیا، قومی یا بین الاقوامی تنظیموں کی رکن بننے کا حق دیا، اُسے وقف کی متولیہ بننے کا حق دیا، قانونی چارہ جوئی کا حق دیا، اور اپنی پراپرٹی بنانے کا حق دیا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ. ترجمہ: مردوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔ (سورۃ النساء: 32)

اسلام میں عورتوں کے لئے مراعات: اب رہا اسلام میں عورت کے لئے مراعات کیا ہیں؟ تو اسلام نے عورت کو جمعہ کی نماز کے سلسلہ میں رعایت عطا فرمائی ☆ عیدین کی نماز کے معاملہ میں رعایت عطا فرمائی ☆ ایام کے دنوں میں نمازوں کی معافی کے ذریعہ رعایت دی ☆ اور مخصوص حالت میں روزوں کو مؤخر کرنے کی رعایت عطا فرمائی ☆ پنجوقتہ نمازوں کی جماعت کے سلسلہ میں رعایت دی کہ وہ گھر کے اندرونی حصہ میں نماز پڑھ کر جماعت کا ثواب حاصل کرسکتی ہے ☆ اور امامت کی عظیم ذمہ داری سے بری کرکے رعایت عطا فرمائی۔

اسی طرح عورت کے سفر حج کو محرم کے ساتھ مشروط کرکے رعایت عطا فرمائی۔

جب ہم مناسک حج میں غور کریں تو اسلام نے عورتوں کے لئے یہ رعایتیں دی ہیں کہ ان کے لئے نہ احرام ہے' نہ رمل' نہ اضطباع' نہ سعی کے دوران مخصوص مقام پر تیز دوڑنا ہے۔

گواہی کے معاملہ میں ایک مرد اور دو عورتیں اس لئے ہیں کہ یہ عظیم ذمہ داری ہے، ایسی عظیم ذمہ داری کا بوجھ ایک مرد کے بدلہ دو عورتوں پر رکھا گیا، کہیں قتل ہوجائے تو گواہی دو عورتیں دیں گی، وجہ یہ ہے کہ اگر ایک عورت گواہی دے تو بعد میں قاتل گواہی دینے والی خاتون کو قتل کرسکتا ہے، اگر اس کے ساتھ ایک اور عورت ہو تو بات دو خاندانوں پر آجائے گی، دو خاندانوں کی وجہ سے قاتل گواہی دینے والی خواتین کے قتل پر آمادہ نہیں ہوگا۔

مرد کی دیت سواُونٹ یادس ہزار درہم یاایک ہزار دینار ہے،اورعورت کی دیت پچاس اونٹ یاپانچ ہزار درہم یاپانچ سو دینار ہے، بظاہر عورت کی دیت میں کمی نظر آ رہی ہے لیکن اس میں عورت کا ہی زیادہ فائدہ ہے، وہ اس طرح کہ مقتول شوہر کی دیت سے اس کی بیوی حصہ پاتی ہےاورمقتول عورت کی دیت سے اس کا شوہر حصہ پاتا ہے،اس طرح دیت سے مرد کو جتنا حصہ ملتا ہےعورت کواُس کا دگنا حاصل ہوتا ہے۔

دین اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ نے خواتین کو جو حقوق اورُرعایتیں عطا فرمائے ہیں کسی بھی مذہب اور کوئی بھی قوم نے ان کو وہ حقوق اور رعایتیں نہیں دی وہ محض اسلام ہی کی دین اور خصوصیت ہے،

اللہ تعالی ہمیں تادم زیست دین اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے اوراس کے قوانین پرعمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین بجاہ طٰہ و یٰس صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم اجمعِین والحمد للہ رب العالمین.

☆☆☆

مقاصدِشریعت اسلامیہ

عصر حاضر کے تناظر میں

مولوی محمد عفان حضرمی

متعلم فاضل دوم، جامعہ نظامیہ

''اس پرفتن دور میں جبکہ ہرطرف سے اسلام پر باطل کی یلغار ہے اور دیگر مذاہب و ادیان کے ماننے والے اسلام کونقصان پہنچانے کی ناپاک کوششیں کرتے تھکتے نہیں وہیں طرف تماشہ یہ ہے کہ جہاں اسلام کو اغیار نے تکلیف دی وہی بھولے بھالے مسلمان دین کے مقاصد سے غافل اور جاہل لوگ نادانستہ طور پر اسلام کے مقاصد سے جہالت کے بناء احکام شریعت کے خلاف عدالتوں اور محکموں کا چکر لگاتے نظر آتے ہیں۔''

موجودہ زمانہ میں مقاصد شریعت کو جاننا وقت کی اولین ضرورت ہے۔ آج الحاد کے فتنے ارتداد کے واقعات اور شریعت اسلامیہ کو مشتبہ بنانے کی مخالفانہ کوششیں اپنے عروج پر ہیں۔

ان سب کا دفاع اور مقابلہ کرنے کے لئے مقاصد شریعت سے آگہی لازم ہے۔ علماء کی نئی نسل کی یہ ذمہ داری ہے کہ خود بھی اس علم سے واقف ہوں اور امت مسلمہ کو واقف کروائیں۔

مقاصد یہ مقصد کی جمع ہے اس کے معنیٰ میانہ روی جو افراط وتفریط سے پاک ہو جیسے اللہ کا ارشاد ہے'' و اقصد فی مشیک ''(سورہ لقمان ۔۱۹) اپنی چال میں میانہ روی رکھو اسی طرح صحیح مسلم کی حدیث پاک ہے''القصد القصد تبغلوا ''(کتاب الرفاق 6463) میانہ روی سے دین پر چلتے رہو منزل تک پہنچ جاؤ گے۔

متقدمین اہل علم کے پاس اس علم کا کوئی علحدہ اور مستقل وجود نہ تھا بلکہ عموماً تمام دینی علوم اور خصوصاً اصول فقہ کے ذیل میں اس علم وفن سے بحث کی جاتی تھی۔ چنانچہ مصلحت، حکمت، منفعت اسرار وغیرہ کی جو تعبیرات علوم دینیہ میں ملتی ہیں سب کا مطلب ایک ہی ہے اور وہ مقاصد شریعت ہے۔

علامہ شیخ نور الدین الخادمی نے اس علم کی جامع ترین تعریف کی فرمایا''المقاصد هی المعانی الملحوظة فی الاحکام الشرعية و المترتبة عليها سواء' ا كانت تلك المعانی حكماً جزئية أم مصالح كلية ام سمات اجمالية و هی تتجمع ضمن

ھدف واحد ھو تقریر عبودیة اللّٰہ تعالیٰ و مصلحة الانسان فی الدارین " (کتاب علم المقاصد الشرعیة مؤلفة نور الدین بن مختار الخارجی)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تبارک وتعالی جوایک حکیم اور خیر ذات ہے اس نے شرعی احکام میں اپنے بندوں کے لئے جوفوائدر کھے ہیں وہی مقاصد شرعیہ ہیں ۔ہم جب قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں چنانچہ دیکھتے ہیں کہ آیات ربانیہ جن میں اللہ نے احکام شریعت عطا فرمائے ہیں ان کی علت وحکمت کواللہ نے ساتھ ہی بیان فرمایا۔

جیسے نماز کی فرضیت اس کے مقصداور حکمت کے متعلق اللہ کاارشاد ہے" **و اقم الصلاة ان الصلاة تنھی عن الفحشاء و المنکر** " سورۃالعنکبوت45)روزے کے بارے میں اللہ نے اس کا فائدہ حصول تقوی بیان کیا ہے تو یہ تقوی کا حصول مقصد شرعی ہے۔

زکاۃ کا مقصداللہ بیان فرماتا ہے" **خذ من اموالھم "صدقة" تطھرھم و تزکیھم بھا** "(سورۃالتوبۃ103)

قصاص کا مقصداللہ بیان فرماتا ہے **و لکم فی القصاص حیوة یا اولی الالباب** (سورۃالبقرۃ179)شراب اور جوے کے حرام کرنے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا" **انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوة و البغضاء فی الخمر و المیسر** "(سورۃ المائدۃ۹۱)

ان مثالوں کے ذریعہ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ کے احکام بے مقصداور بے حکمت نہیں ے ہر چیز کے پیچھے اللہ کی حکمت پوشیدہ ہے ۔" **فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة** " (الکتاب الفرق بین فرق اھل السنة والجماعة مؤلفة "رشیداحمدعلوی)

شریعت کے اکثر احکام ان کے مقاصد بالکل واضح اور مذکور ہیں ۔اب رہے شریعت کے وہ احکام جن کی حکمتیں بندوں پر واضح نہ ہو بندوں کا کام یہ ہے کہ سر تسلیم خم کر کے ان پر عمل کیا جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے ہر حکم الہی میں حکمت ہے ہمارا ذہن اور عقل وہاں تک پہنچنے سے قاصر ہے۔

الغرض شرعی مقاصد اور مصالح کا باب بہت وسیع ہے اور تمام مقاصد اور مصالح آخرکار اللہ تعالی کی بندگی اور بندوں کی دنیوی واخروی سعادت مندی سے ہی جڑ جاتے ہیں۔

شریعت کے مقاصد بنیادی طور پر دو ہی ہیں (۱) دینی ودنیوی منافع کا حصول (۲) دینی ودنیوی نقصانات کا دفعیہ

مقاصد شریعت کی تین اقسام ہیں: (۱)مصالح ضروریہ (۲) مصالح حاجیہ (۳)مصالح تحسینیہ

مصالح ضروریہ: ان اھداف وغایات کو کہتے ہیں اگر ان کو حاصل نہ کیا جائے تو دنیاوآخرت برباد ہو جاتی ہے۔

یہ شرعی مقاصد کی سب سے اولین قسم ہے ہے گویا کہ شریعت نے احکام شرعیہ میں ان مصالح میں علت کے بعد سب سے مقدم رکھا اور یہ پانچ مصالح ہیں جنہیں مقاصد خمسہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۱) دین کی حفاظت (۲) انسانی جان کی حفاظت (۳) انسانی عقل کی حفاظت (۴) انسانی نسل کی حفاظت (۵) انسان کے مال کی حفاظت شریعت نے جتنے بھی احکام دیئے ہیں ان سب میں ان پانچ مصلحتوں میں سے کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوگی اور بعض میں دو یا تین یا سب مصلحتیں موجود ہوسکتی ہیں ۔ شریعت کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جس میں ان پانچ باتوں میں سے کوئی بات موجود نہ ہو‘ یہ پانچ ضروریات اصول دین میں سے ہے امام شاطبی نے انہیں اصول دین‘ قواعد شریعت اور کلیات‘ ملت القاب دیتے ہیں ۔

۱) ہمیں ارکان اسلام کا مکلّف اس لئے بنایا گیا تا کہ انسان کا دین سلام رہے ۔

۲) نشہ آور چیزوں اور لہوولعب سے اس لئے روکا گیا تا کہ انسان کی عقل سلامت رہے

۳) گھریلو زندگی سے متعلق احکامات اس لئے دیئے گئے تا کہ انسانی نسل کو بقاء حاصل ہو

۴) دیت قصاص وغیرہ کے احکام اس لئے دیئے گئے ہیں تا کہ انسانی نفس کی سلامتی رہے

۵) خرید وفروخت کے احکامات اور چوروں کے احکامات کی سزا اس لئے دیئے گئے تا کہ انسان کا مال محفوظ رہے

شریعت نے اپنے احکامات میں ان پانچ باتوں کا لحاظ رکھا اس لئے انہیں اصول دین قواعد شریعت اور مقاصد اسلام سے تعبیر کیا جاتا ہے یاد رہے کہ جو باتیں اور جو کام ان پانچ باتوں میں سے کسی میں بھی خلل انداز ہو تو شریعت انہیں مفاسد کہتی ہے اور جن باتوں سے یہ پانچ باتوں سلامت رہے ۔ شریعت انہیں مصالح قرار دیتی ہے ۔

۲) مصالح حاجیۃ : یعنی وہ مصلحتیں جن سے انسانی حاجات وابستہ ہوں ۔ اگر وہ حاجات پوری نہ ہو تو انسان تکلیف ومشقت میں پڑ جائے ۔ مثلاً عذر کے وقت تیمّم کرنا وغیرہ

ان انسانی حاجات میں شریعت نے عموماً رخصت اور آسانی کو ملحوظ رکھا ہے چنانچہ بوقت ضرورت مردار کھانے کی اجازت‘ پانی میسر نہ ہونے کے وقت تیمّم کا حکم اور سفر میں نماز کے لئے قصر اور روزہ نہ رکھنے کی اجازت ۔

(۳) مصالح تحسینیہ یعنی ایسی مصلحتیں اور اہداف جن کی رعایت انسانی کردار اور گفتگو میں حسن وخوبی کا باعث ہو انہیں مصالح تحسینیہ کا نام دیا گیا ۔ چنانچہ اسراف اور بخل وغیرہ سے اجتناب کرنا‘ میاں‘ بیوی کے انتخاب میں کفاءت کو ملحوظ رکھنا‘ کھانے پینے کے آداب حسن معاشرت ستر عورت سب کی اسی کی مثالیں ہیں ۔

اخیر میں ان شاء اللہ مقاصد شریعت کے علم کے فوائد ذکر کر کے اپنی تحریر کو ختم کر دونگا ۔

اس علم وفن کی معرفت اور اس میں رسوخ حاصل کرنے سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں ۔

(۱) اس علم فن معرفت سے احکام شریعت کی صحیح سمجھ بوجھ حاصل ہوجاتی ہے چنانچہ امام جوینی فرماتے ہیں ’’ **من لم يتفطّن موقوع المقاصد في الاوامر والنواهي فيلس على بصيرة في وضع الشريعة وهي قبلة المجتهدين من توجّه اليها من اى جهة**

اصحاب الحق دائماً (البرهان فی اصول الفقه ۱۰۱)

(۲) قرآن کریم اور سنت نبوی کے علوم ومعارف میں گہرائی و گیرائی نصیب ہوتی ہے۔

(۳) نت نئے مسائل اور حوادث جن کے بارے میں کوئی شرعی حکم منصوص نہیں ہوتا ان کے صحیح حکم شرعی تک رسائی حاصل کرنے میں یہ علم و فن مددگار ثابت ہوتا ہے۔

(۴) اس علم وفن کا ماہر شرعی احکام لوگوں کے سامنے آسان اور عام فہم انداز میں پیش کرسکتا ہے۔حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا''یسّروا و لا تعسروا بشروا و لا تنفروا ''(صحیح بخاری کتاب الادب6125)تم آسانی پیدا کرو مشکلات نہ کھڑا کرواور خوشخبری سناؤ متنفر نہ کرو۔

شرعی مقاصد میں جو اہداف وغایات مقصود ہوتی ہیں ان کی خود احکام کے اعتبار سے تین اقسام ہیں(۱)مقاصد عامہ(۲)مقاصد خاصہ(۳) مقاصد جزئیہ

(۱)مقاصد عامہ ان سے مراد وہ مقاصد ہیں جنہیں شریعت ہمیشہ یا اکثر مقامات میں ملحوظ رکھتی ہے۔جیسے''الضرورت تبیح المحضورات اور انما الاعمال بالنیات وغیرہ''

(۲)مقاصد خاصہ جن مقاصد کو شریعت خاص ابواب میں ملحوظ رکھتی جیسے نماز،روزہ،عبادات،معاملات وغیرہ

(۳)مقاصد جزئیہ:ان سے مراد وہ شرعی مقاصد ہیں جنہیں شارع کی طرف سے ہر حکم شرعی میں ملحوظ رکھا گیا ہو۔

اس پرفتن دور میں جبکہ ہر طرف سے اسلام پر باطل کی یلغار ہے اور دیگر مذاہب وادیان کے ماننے والے اسلام کو نقصان پہنچانے کی ناپاک کوششیں کرتے تھکتے نہیں وہیں طرف تماشہ یہ ہے کہ جہاں اسلام کو اغیار نے تکلیف دی وہی بھولے بھالے مسلمان دین کے مقاصد سے غافل اور جاہل لوگ نادانستہ طور پر اسلام کے مقاصد سے جہالت کے بناء احکام شریعت کے خلاف عدالتوں اور محکموں کا چکر لگاتے نظر آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھ کو اور تمام امت مسلمہ کو مقاصد شریعت کو سمجھنے کی توفیق عنایت فرما۔آمین

OOO

نعت گوئی کی ارتقاء میں علمائے جامعہ نظامیہ کا حصہ

مولوی محمد حسین قریشی نظامی

متعلم فاضل اول

''جامعہ نظامیہ سے فارغ بے شمار شعراء کرام ونعت گو علماء دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔اور نعت گوئی کے ارتقاء میں اپنا اہم کردار ادا کررہے ہیں۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بہت پسند ہے اوراس نے جس ذات مبارکہ کے اوصاف وکمالات کو اہتمام کے ساتھ اپنے کلام پاک میں بیان فرمایا ہے انسان کی کیا مجال کہ اس عظیم شخصیت کے کمالات واوصاف کو بیان کرسکے کسی زبان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ مدحت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرسکے سوائے رب تبارک وتعالیٰ۔لیکن مشہور عربی مقولہ کہ ''**لا یدرک کله لا یترک کله**'' کے تحت جو چیز پورے طور پر حاصل نہیں کی جاسکتی اس کو پورے طور پر چھوڑا بھی نہیں جاسکتا۔اسی لئے مختلف زبانوں کے مختلف شعراء نے اپنی اپنی بساط کے مطابق طبع آزمائی کی جن میں یہ شعراء:

حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی، علامہ اقبال، امام احمد رضاء بریلوی، غلام احمد شہید حالی، امیر مینائی، امجد حیدر آبادی، شاہ عظیم آبادی، درد کاکوری، غلام مصطفیٰ جلیل''، مانکپوری، ظفر علی خان، جوہر حسرت، چندا حسینی نامی کوسوار، اکبر وارثی، سیماب اکبر آبادی، حفیظ جالندھری، ماہر القادری، مائل خیر آبادی، حفیظ میرٹھی، مناظر احسن گیلانی''، بیکل اتساہی، شکیل بدایونی، مرزا شکور بیگ، عبدالقدیر صدیقی حسرت، علامہ شائق، خواجہ شوق کامل شطاری شامل ہیں۔

نعت شریف کے لغوی واصطلاحی معنیٰ: ماہر لغت امام محمد مرتضیٰ الحسینی الزبیر تاج العروس میں لکھتے ہیں:

نعت الشئ انتعته اذا وصفته و...... النعت من کل شئ جیده و کل شئ بالغا تقول هذا نعت ای جیده ۔(مرتضی زبیری، تاج العروس۔ص:۱۲۴)۔ ترجمہ: کسی چیز کے وصف بیان کرنے کو نعت کہتے ہیں۔ہر چیز کے عمدہ حصہ کو نعت کہتے ہیں: جو چیز عمدگی کی آخری حد تک پہنچی ہوئی ہو تو کہتے ہیں یہ اس کی نعت ہے۔

ڈاکٹر یونس حسینی نعت کی اصطلاحی تعریف یوں لکھتے ہیں: ''ایسی تمام نظمیں جن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت کا اظہار کیا جائے یا اس کے محاسن بیان کئے جائیں نعت کی تعریف میں آتی ہیں''۔(نعت پاک کی اہمیت، عثمانی: ص۔۵۹)

نعت گوئی کا سلسلہ کبھی بھی رکا نہیں، دکن اور شمال کے علاوہ مشرقی وجنوبی ہند کے علاقوں میں شعراء اکرام نے سعادت نعت گوئی حاصل کی۔

سلاطین قطب شاہی سلاطین آصف جاہی اوران کے درباروں سے وابستہ شعراء کرام ونیز دکن کے صوفی بزرگوں اورشاعروں نے نعت گوئی کے ذریعہ ہر دور میں حصول سعادت کا سامان تیار کیا۔ بالخصوص شہر حیدرآباد کی مشہور قدیم یونیورسٹی' بارگاہ نبوی میں مقبول دینی درسگاہ'' جامعہ نظامیہ'' کے علماء کا اس میں بہت بڑا حصہ رہا۔ جامعہ نظامیہ سے فارغ بے شمار شعراء کرام ونعت گو علماء دنیا کے گوشے گوشے میں پھلے ہوئے ہیں۔ اورنعت گوئی کے ارتقاء میں اپنا اہم کردارادا کررہے ہیں۔ علماء جامعہ نظامیہ نے صرف نعت گوئی میں کامیابی حاصل نہیں کی بلکہ اس کی نشوونما میں اپنا اہم کردارادا کیا ہے۔ مولوی ابن حیدر(کامل جامعہ نظامیہ) اپنے ایک مضمون'' رباعی کی ارتقاء میں جامعہ نظامیہ کا حصہ'' میں لکھتے ہیں۔

'' جامعہ نظامیہ نے جن اصناف وعلوم کے فروغ میں اہم کردارادا کیا ان میں نثر نگاری' ترجمہ نگاری' فن صحافت' فن طباعت اور شاعری ہیں۔ جامعہ نظامیہ نے کم وبیش اردو شاعری کی بیشتر اصناف سخن میں اپنے انمنٹ نقوش چھوڑے ہیں''۔

(مجلّہ انوارنظامیہ: ج۔ا' شمارنمبر۲۳ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ م مارچ ۲۰۱۴ء)

ایسے تو علماء جامعہ نظامیہ نے کئی ایک علوم وفنون میں مہارت حاصل کی ہے اور دنیا کے کونے کونے میں مختلف اعتبار سے خدمات انجام دے رہے ہیں' لیکن ان میں چند مشہور ومعروف نعت گو علماء جو نعت گوئی کے ارتقاء میں اپنا اہم کردارادا کئے ہیں ان کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام امام انوار اللہ فاروقیؒ: آپ کا اسم گرامی محمد انوار اللہ بن قاضی ابومحمد شجاع الدین ہے اور خان بہادر وفضیلت جنگ وغیرہ شاہی خطاب ہے۔ مولانا محمد انوار اللہؒ ۴ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ بمقام ناندیڑ پیدا ہوئے۔ اور جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔ (مطلع الانوار: مصنف مفتی محمد رکن الدین)

شیخ الاسلام کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار علوم وفنون سے نوازا تھا' انہی علوم وفنون میں سے ایک فن نعت گوئی بھی ہے۔ شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ نے نعت گوئی کے میدان میں اپنی حیات کا ہر لمحہ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت کو لوگوں کے قلوب میں ڈالنے کا بے مثال ولا جواب کارنامہ انجام دیا۔ جو شمیم الانوار' خدا کی قدرت اور انوار احمدی کی شکل میں موجود ہے۔ مولانا انوار اللہ فاروقیؒ کی نعت گوئی کی خاص بات یہ ہے کہ پڑھنے والے کے قلب میں محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رچ بس جاتی ہے اور بندۂ مومن کو اپنے آقا سے قلبی وابستگی پیدا ہوتی ہے۔

رفعت ذکر پاک ثابت ہے کلام اللہ سے مطمئن ہوتے ہیں دل ذکر شہ لولاہ سے

آپ کے اشعار کی خصوصیت ایک یہ بھی ے کہ آپ نعت گوئی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب اور اختیارات ومعجزات بیان کرتے ہیں۔ حضرت انوار کا والہانہ پن ملاحظہ کیجئے۔

خود خدانے کی ثنائے رحمت اللعالمین انبیاء دائم رہے مداح ختم المرسلیں
اور جماد و جانور بی نعت سے چھوٹے نہیں بت زبان قال سے کرتے تھے وصف شاہ دیں
نعت وہ ہے جس کا حضرت نے کیا خود اہتمام حق تعالیٰ نے لیا جملہ نبیوں سے یہ کلام

ہو جو محروم اس سے ایمان اس کا ناتمام　　اور جو دشمن ہو اس کے کفر میں پھر کیا کلام
کی بذات خود خدانے نعت جو محبوب کی　　پھر ثناء دل سے کریں کیوں کر نہ ب محبوب کی

(انواری احمدی:ص۔۲۹۱۔۲۹۴)

حضرت انوار کی نعت گوئی میں آیات کریمہ واحادیث شریفہ کی یا تو تشریح ہوتی ہے یا اجمالی ہوتا ہے۔جن سے اصل واقعہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جیسا کہ آپ رقمطراز ہیں:۔

وحشت آدم گئی نام شہ لولاک　　مردے زندہ ہوگئے تاثیر نام پاک سے
بھیجتا ہے خود دردو اس فخر عالم پر مدام　　اور فرشتے دائماً مشغول ہیں جس میں تمام

(دیوان انور،مرتب شاہ فصیح الدین نظامی:ص۵۲۔۵۱۔سن اشاعت مارچ ۲۰۱۳م ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ)۔

حضرت احمد علی صوفی: حضرت مفتی سید احمد علی صوفی قادری جامعہ نظامیہ کے فیض یافتہ ارشد تلامذہ کئے جاتے ہیں۔عالم صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک بہترین صحافی،ادیب اور عربی وفارسی کے علاوہ اردو کے قادرالکلام شاعر بھی ہیں۔آپ کی ولادت ۱۰/رمضان ۱۳۱۲ھ بروز چہارشنبہ بمقام کبوتر خانہ(حیدرآباد)میں ہوئی۔

(اسلامی افکار شیخ الاسلامی بانی جامعہ نظامیہ نمبر۔۱۹۹۴ء)

حضرت احمد علی صوفی علماء کی جماعت میں ایک عالم دین اور اولیاء کے گروہ میں ایک ولی تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں علوم ظاہری و باطنی سے نوازا تھا اور وہ اپنے اندر کئی علوم کو لئے ہوئے تھے لیکن یہاں صرف ان کی نعت گوئی پر روشنی ڈالنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

فصیح الدین نظامی نے اپنی کتاب آپ کے کلام جمع کیا ہے۔ملاحظہ وں:

محمد ہیں اپنے سراجاً منیرا　　کہ ہے شان جن کی بشیراً ونذیرا
انہیں کی بدولت خدا ہم کو دیگا　　قیات میں جنت و ملکاً کبیرا
حقیت نہ جانے گا احمد کی کوئی　　و لو کان بعضا لبعض ظہیراً
جو دشمن ہے دل سے نبی الوریٰ کا　　فیدعو ا ثبورا و یصلی سعیرا
اگرچہ مدینہ میں ہیں میرے آقا　　مگر ہیں صفی سے علیماً خبیرا
ہر ہر گلی میں ہم کو مدینہ کی اے صفی　　آتا ہے لطف باغ جنان کی بہار کا

(اردو شعروادب کے فروغ میں فرزندان جامعہ نظامیہ اک حصہ۔ازمحمد فصیح الدین نظامی،سن اشاعت ۱۹۹۹ء ص:۹۵)

حضرت صفی ایک سچے عاشق رسول ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ایسے نعت گوشاعر ہیں جن کی حمدوں اور نعتوں میں ایمان وایقان کے سرچشمے

پھوٹتے دکھائی دیتے ہیں۔ان کی نعتوں میں حب رسول اوراحترام رسول کے اجالے دکھائی دیتے ہیں ان کی نعتوں میں محبت وعقیدت کے ساتھ ساتھ التجائی انداز بہ درجہ اتم پاتا ہے۔مذکورہ بالا کلام میں حضرت صفی نے ایک ہی وزن پر اکتفا کیا ہےاورقرآن کریم کی آیت کے حصہ کواپنی نعت میں شامل کیا ہے۔حضرت صفی نے قرآن مجید کی آیات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی کرتے ہوئے منکرین نعت گوئی کا منہ توڑ جواب بھی دیا ہے۔یقیناً نعت گوئی کے ارتقاء میں حضرت صفی کا بہت بڑا حصہ رہا۔

امجد حیدرآبادی: آپ کا پورنام سید احمد حسین امجد حیدرآبادی ہے۔امجد حیدرآبادی جواردو وشعروادب کی دنیا میں ''رباعیات کے شہشناہ''،تسلیم کئے جاتے ہیں۔جامعہ نظامیہ کے فیض یافتہ،زبردست باکمال صاحب فن شاعر تھے۔ جامعہ نظامیہ کے اولین دور کے شعراءاور ادباء میں بلند مقام کے حامل ہیں۔آپ کا ۱۲؍شوال ۱۳۸۰ھ کوانتقال ہوا۔امجد کی شعرگوئی کا آغاز چودہ سال کی عمر سے ہوا۔حضرت امجد حیدرآبادی نے پہلاشعراپنی مادرعلمی جامعہ نظامیہ میں طالب علمی کے دوران کہاوہ شعر یہ ہے۔

نہیں غم گرچہ دشمن ہوگیا ہے آسمان اپنا مگر یارب نہ ہونا مہرباں وہ مہرباں اپنا

(جمال امجد،خودنوشت سوانح امجد حیدرآبادی۔ص:۲۹۶)

امجد حیدرآبادی کی رباعیات کے علاوہ دیگر اصناف سخن میں شہرت حاصل کرنے کے متعلق محمد فصیح الدین نظامی رقمطراز ہیں: ''امجد حیدرآبادی اگرچہ رباعیات کے باعث شہرت رکھتے ہیں مگر درحقیقت دیگر اصناف سخن میں آپ کے بہترین خیالات اوراعلیٰ جذبات کے نمونے ملتے ہیں آپ کے کلام کی حکمت اورمعرفت کے مدنظر حکیم الشعراءاورشہنشاہ رباعیات کالقب دیا گیا''۔

حضرت امجد کی غزل بھی تصوف وفلسفہ کا معدن،حقیقت اوراصلیت کا خزانہ ہوتی ہے۔ہرشعر میں بجلی کی چمک اورتڑپ پائی جاتی ہے۔

(مرقع انوار،از فصیح الدین نظامی،ناشر:مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ،حیدرآباد،سن اشاعت،۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء،ص:۶۶۴)

آپ کا نعتیہ کلام درج ذیل ہے:

یہ کون ہے، آغوش میں آمنہ کی صدا آتی ہے مرحبا مرحبا کی
ہوئی مستجاب اب دعاء انبیاء کی مجسم ہوئی آج رحمت خدا کی
کھلا آج اسرار وحدت کا دفتر نمایاں ہوا کنز مخفی کا جوہر
یہ معصوم بندہ ہے یا بندہ پرور عجب ننھی ہستی ہے اللہ اکبر
فلک کی صدا ہے احمد یہی ہے احد کہہ رہا ہے احمد یہی ہے
محبت میں امجد رہے گا زباں زد محمد صلی اللہ علیہ وسلم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(نذرامجد،مصنف احمد حیدرآبادی،مرتب،عادل اسیر دہلوی،ناشر:ملک بک ڈپو،سن اشاعت ۲۰۱۲۔ص:۴۔۷۔۱۱۔۱۶)

امجد حیدرآبادی شہنشاء رباعیات ہے لیکن انہوں نے نعت گوئی کے میدان میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی ۔ مذکورہ بالا نعوت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نعت گوئی کے ارتقاء میں امجد حیدرآبادی نے چار چاند لگادیئے ہیں۔

رحمت اللہ خان رحمت : رحمت اللہ خان رحمت یکم شوال ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۴/ستمبر ۱۸۸۳ء کو حیدرآباد میں پیدا ہوئے ۔ رحمت بچپن ہی سے ذہین وفطین تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں اور اساتذہ سے مکمل کی، اعلیٰ علوم کی تحصیل کے لئے جامعہ نظامیہ حیدرآباد کا رخ کیا اور یہیں سے علوم وفنون میں مولوی فاضل کی سند حاصل کی ۔ رحمت نے کم وبیش تمام اصناف میں طبع ازمائی کی جیسے حمد، نعت، منقبت، مناجات، سلام، مرثیہ، قصیدہ، مدح، قطعات، رباعیات، مخمسات، ہجو، ٹھمری وغیرہ میں اپنا کلام چھوڑا ہے۔

(ادبیات اردو کے فروغ میں فرزندان جامعہ نظامیہ کا حصہ، مصنف فصیح الدین نظامی، سن اشاعت ۱۹۹۹ء ص ۳۴، ۳۶)

''سخنوران دکن'' میں تسکین عابدی رقمطراز ہیں: ''رحمت نعت اور مدح بڑی اچھی کہتے ہیں، خوش فکر شاعر ہیں''۔

(سخن واران دکن، سن ۱۳۵۶ھ ص: ۱۹۵)

آپ کا کلام ملاحظہ ہو۔

ملا جب میم سے منشائے ذات رب وحدت کا — حریم دل میں نقش ہائے حطی کا بنا نقشہ
مصور نے ملایا جب سرا میم مشدد کا — دکھائی دال نے سرتاپا نقشہ محمدﷺ کا

(ادبیات اردو کے فروغ میں فرزندان جامعہ کا حصہ: ص ۳۷)

صفی اورنگ آبادی: محمد بہاء الدین بہبود علی صفی اورنگا آبادی، اورنگ آباد دکن میں ۲۵ رجب ۱۳۱۰ھ کو پیدا ہوئے ۔ ۷ سال کی عمر حیدرآباد آئے ۔ گھریلو تعلیم کے بعد جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں عربی وفارسی کی تعلیم حاصل کی۔

(جامعہ نظامیہ حیدرآباد کا علمی وادبی منظرنامہ، مصنف عظمت اللہ خان ۔ سن اشاعت ۲۰۱۶ ۔ ۱۴۳۸ھ ص: ۸۵)۔

صفی اورنگ آبادی اردو محاورات کے امام کہلاتے ہیں اور غزل گوئی میں بھی ایک اونچا مقام حاصل کیا۔ لیکن آپ نے غزل گوئی کے ساتھ ساتھ نعت گوئی کے میدان میں بھی اپنا اہم حصہ کیا گیا۔

محمد فصیح الدین نظامی صفی اورنگ آبادی کی غزل گوئی نعت گوئی کے متعلق کچھ اس طرح رقمطراز ہیں: ''صفی اورنگ آبادی غزل کے مسلم الثبوت استاد اور اپنی طرز کے بے مثل شاعر تھے۔ صفی کے کلام میں تغزل کی چھاپ کے ساتھ تصوف کی آب وتاب بھی نظر آتی ہے۔ ۔ صفی کی غزلوں میں نعت کے بھی چند اشعار ملتے ہیں''۔

(مرقع انوار ۔ از مولانا فصیح الدین نظامی، ناشر مجلس اشاعت العلوم، سن اشاعت ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء ص: ۲۶۱)

چند نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں:

اشرف الخلق، شہنشاہ رسل، شافع محشر بخدا ساری خدائی ہے محمد ﷺ کیلئے
خلقت ارض وسماوات کا برخ تو ہے ابر اس واسطے سایہ تھا تیرے قد کے لئے

(مذکورہ حوالہ)

حضرت سید شاہ شیخن احمد قادری الشطاری کامل: حضرت سید شاہ شیخن احمد قادری شطاری کامل حیدرآباد دکن کے معزز اہل علم اور سادات گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ۲۳ صفر المظفر ۱۳۲۳ھ کو آستانہ شطاریہ محلّہ دبیر پورہ، حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ دکن کی دینی تعلیمی وروحانی دانشگاہ جامعہ نظامیہ کی امارت کے عہدہ جلیلہ پر بھی فائز تھے۔

(جامعہ نظامیہ حیدرآباد کا علمی وادبی کا منظرمہ، مصنف ڈاکٹر محمد عظمت اللہ خان قادری، سن اشاعت ۲۰۱۶، ۱۴۳۸ھ ص: ۱۷۵)

جناب محمد فصیح الدین لکھتے ہیں: ''کامل شطاری کو دربار رسالت اور بارگاہ غوثیت سے جو بے پناہ عقیدت ومحبت ہے اس نے دراصل شعر گوئی کا روپ اختیار کیا یوں تو ان کی کہی ہوئی نعتیں اور منقبتیں بھی بہت ہیں جن میں آداب کا پورا لحاظ اور پاس ہے''۔

(مرقع انوار۔ از مولانا فصیح الدین نظامی، ناشر مجلس اشاعت العلوم، سن اشاعت ص: ۶۶۹)

آپ کے کلام کو پڑھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ غزل گوئی میں ایک اونچا مقام رکھتے ہیں، لیکن جس طرح آپ نے غزل گوئی میں اپنا اہم کردار ادا کیا اسی طرح نعت گوئی کے ارتقاء میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ چند نعتیہ اشعار ملاحظ ہوں:

ہم آپ ہی کے در کے ٹکڑوں پہ پل رہے ہیں سب آپ کا تصدق، سب آپ کا اتارا
میں کس شمار میں ہوں، میری نجات کتنی بخشش کو میری بس ہے اک آپکا اتارا
ہے آپ ہی کے در کا ادنی غلام کامل اس پر بھی چشم رحمت یا سیدی خدارا

(واردات کامل، از: شیخن احمد شطاری کامل، زیر اہتمام کامل اکیڈیمی، تیسرا ایڈیشن ص۔ ۱۱)

مذکورہ بالا علماء جامعہ نظامیہ کی نعت گوئی کے مطالعہ سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ علماء جامعہ نظامیہ نے نعت گوئی کے ارتقاء میں اپنا اہم کردار ادا کیا ہے۔ نعت رسول اللہ ﷺ کو شعر گوئی کا جامہ پہنانا اتنا آسان ہے جتنا کہ لوگ سمجھتے ہیں لیکن علمائے جامعہ نظامیہ نے اس میدان میں جو کارنامہ انجام دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد لکھتے ہیں: ''ممکن ہے کہ کچھ ارباب نقد ونظر کے نزدیک یہ بات محض تکلف یا عقیدت کی ہو مگر میرا خیال ہے کہ مختلف اصناف سخن میں نعت گوئی سے زیادہ مشکل کوئی اور سخن نہیں ہے۔ ایک اچھے اور کامیاب نعت گو کو نہ صرف تضاد شعر کو اپنے کلام میں آہنگ کرنا پڑتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دل پر عقل اور عشق پر علم کو پاسبان بنائے رکھنا پڑتا ہے:۔

(ڈاکٹر احمد ملک زادہ منظور''ایک تاثر''نعت پاک کی اہمیت ومرتبہ: ص: ۱۴)

اور مولانا عرفی فرماتے ہیں:

نعت گوئی کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی تلوار کی دھار پر چلنے کو اٹھا ہو یہاں توازن فکر میں ذرا بھی خلل پڑا تو ٹھوکر ہی نیں کھائی سمجھو کہ وہیں کٹ کر رہ گیا۔

(ورفعنا لک ذکر محمد ﷺ مصنف سید شاہ خسرو حسینی ناشر سید محمد حسینی گیسودراز اکیڈیمی' سن شاعت ۲۸/جنوری ۲۰۰۲ ص ۱۵)

لیکن اس کے باوجود بھی فرزندان جامعہ نظامیہ نے نعت گوئی کے میدان میں اتر کر اس کے ارتقاء کے لے ایک ایسا کارنامہ انجام دیا جو لاجواب و بے مثال ہے۔ان کے علاوہ دیگر علمائے جامعہ نظامیہ کا بھی نعت گوئی کے ارتقاء میں اہم حصہ رہا' جن کے چند نام حسب ذیل ہیں۔

سید اعظم علی اصفی' غلام علی حاوی' عبدالحمید خان خیالی' سید عطاء اللہ حسینی قدسی' نوید افروز نوید' اکبر خان اکبر' وجیہہ اللہ سبحانی' خواجہ عبدالقادر شفاء' سید عبدالحفیظ محفوظ' مرزا سردار بیگ شمیم' ضیاء الدین نقشبندی وغیرہ۔

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالحمیدؒ کی اردو خدمات

مولوی محمد عبدالحنان شعیب نظامی
متعلم فاضل اول جامعہ نظامیہ

''علوم وفنون کی تحصیل کے بعد آپ نے مسند درس وتدریس کو زینت بخشی اور فیضان علم بلا تخصیص رنگ ونسل علاقہ وزبان تقسیم کرنے لگے۔اوراپنی متاع حیات کے آخری حصہ تک اس تقدیس آفریں خدمت میں اپنے آپ کو مصروف ومشغول رکھا۔اور اپنے فنی،علمی،وتحقیقی جواہر سے دوسروں کے دامن کو مالا مال کیا۔''

گذشتہ صدی کے ربع اول میں سرزمین دکن پرایک ایسے مردمجاہد کا بطن گیتی سے ظہور ہوا جو بیک وقت عالم،عارف،معلم ومفکر،مصلح قوم،رہبر دین وملت،پیر طریقت،رہبر شریعت،مدبر ومحرر،مصنف ومحقق،منطقی وفلسفی،قائد وعابد،ادیب وخطیب،دل دردمند،وفکرارجمند کا مالک تھا۔جیسے عوام وخواص مفکراسلام،امیرملت حضرت علامہ مفتی محمد عبدالحمید(نوراللہ مرقدہ)کے نام نامی سے جانتے تھے۔جس کے آباواجداد علم ومعرفت کے آفتاب وماہتاب تھے۔جس شخص نے بیک وقت عالمی ادارہ تحقیق دائرۃ المعارف العثمانیہ،امارات ملت اسلامیہ،مجلس علماء دکن ،آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ،رویت ہلال کمیٹی،مجلس احیاء المعارف النعمانیہ،ازہرہند جامعہ نظامیہ،مجلس اشاعت العلوموغیرہ جیسے سینکڑوں اداروں کی تن من دھن سے خدمت کرتے ہوئے اسلام کے پرچم کو بلند کیا اور دین اسلام کی ترویج اور اردوادب کی ترقی واشاعت میں اپنی زندگی کو صرف کردیا۔

مفکراسلام امیرملت کا اجمالی تعارف: مفکراسلام حضرت مولانا مفتی محمد عبدالحمیدؒ کی ولادت باسعادت ۱۳۲۳ھ کو بمقام محلّہ مغل پورہ آندھراپردیش حیدرآباد میں ہوئی۔آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ رسول اللہ امیرالمومنین سیدنا ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے حضرت قبلہ کا خاندان علم وحکمت،دانائی،تصوف،اورمعرفت کا گہوارہ تھا۔آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت علامہ محمد حسین صاحبؒ سے حاصل کی جو ہندوستان کے مشہور علماء ربانیین میں سے تھے اور آپؒ کے جد اعلی حضرت محمد حسین صاحبؒ میسور کے جلیل القدر علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔آپؒ ابتدائی تعلیم کے مراحل کی تکمیل کے بعد اعلی دینی واسلامی تعلیمات کی تحصیل کے لیے ایشیاء کی مشور ومعروف دانشگاہ مادرعلمی ازہرہند جامعہ نظامیہ میں شریک کیے گیے۔جہاں آپ نے استاذ الاساتذہ عمدۃ المحدثین،سندالمحدثین،ثانی امام اعظم حضرت علامہ سیدابوالوفاالافغانیؒ

اور شیخ المحدثین ،سند المحققین حضرت علامہ شیخ محمد یعقوبؒ جیسے عظیم المرتبت اساتذہ کرام کی بارگاہ میں زانوئے ادب طے کیا،۲۲ شوال المکرّم ۱۳۹۷ھ مطابق اکٹوبر کو اس دارفانی سے کوچ کر گیے آپ کی نماز ہ جنازہ یوم وصال کے دوسرے دن حیدرآباد دکن کی تاریخی مکہ مسجد میں بعد نماز ہ جمعہ ادا کی گئی۔اور تدفین مقبرہ شاہ بیدار نزد قلعہ گولکنڈہ میں تدفین عمل میں آئی۔

مذکورہ بالا عظیم شخصیت کے حامل حضرت امیر ملت کی ذات بابرکت میں اللہ تعالی نے ہمہ جہتی عطا فرمائی۔آدمی کسی ایک میدان میں اپنے زیادہ سے زیادہ کارنامے ظاہر کرسکتا ہے لیکن بیک وقت مختلف میدانوں میں اپنی خدمات کا لوہا منوایا ہے حضرت کی زندگی کا یہی پہلو نمایاں ہے آپ شریعت ،طریقت ،تصوف ،اصلاح قوم وملت ،تصنیف وتالیف کے ہر میدان میں بالخصوص اردو خدمات میں آپ نے طبع آزمائی کی۔

امیر ملت کی اردو خدمات کے شاہکار: یہ بات واضح ہے کہا ادب کسی بھی قوم کی تاریخ کی دینی ،فکری ،وثقافتی اور سماجی زندگی کا پرتو ہوتا ہے۔حضرت امیر ملت کو ادب کا ذوق وشوق اپنے آباء واجداد سے ہی حاصل ہوا تھا۔آپ نے مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف فرمائی جو حسب ذیل ہیں۔

۱) ولادت باسعادت رختم نبوت ﷺ (۲) استعانت بالاولیاء (۳) حقیقت فاتحہ (۴) مسلم پرسنل لابورڈ ،مسئلہ حجب الحرمان ۵) تعارف امارت ملت اسلامیہ (قرآن وحدیث کی روشنی میں) ۲) طلاق وخلع وتعدد ازدواج (تعلیمات اسلامی کی روشنی میں (۷) معارف انوار (تذکرہ شیخ الاسلام علیہ الرحمہ) مذکورہ تصانیف کے علاوہ آپ کے مقالات ومضامین حسب ذیل ہیں:

(۱) فضائل ومسائل رمضان ،روزہ زکوۃ (۲) دل کی نماز اور اسکی حقیقت (۳) تصوف واحسان (۴) قلب سلیم (۵) دور حاضر میں دینی تعلیم کی اہمیت

اسی طرح حضرت موصوف کے تراجمہ کردہ کتابیں یہ ہیں:

(۱) رسالۃ الصیام (۲) کتاب العالم والمتعلم (۳) سراج الامہ امام اعظمؒ

امیر ملت کی مذکورہ بالا کتابوں مقالات ومضامین اور تراجم کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا طرز بیان عالمانہ صوفیانہ دائرے میں رہتے ہوئے بھی ادبی رنگ اختیار کر گیا۔آپ صرف عربی کے ادیب نہیں بلکہ اردو ادب کے ایک عظیم شاہکار تھے۔خدائے عزوجل نے امیر ملت کو بے پناہ علمی لیاقت اور مہارت عطا فرمائی۔

حضرت قبلہ نے اپنی تصنیف کردہ کتابوں میں سیدھے سادھے اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے اپنی کتاب: ولادت باسعادت رختم نبوت ﷺ پر دلائل واحکام کے ذریعہ ان بدعقیدوں کا رد کیا جو ختم نبوت کا انکار کرتے تھے۔اور اسی طرح آپ نے طلاق وخلع وتعدد ازدواج پر قرآن کریم و سنت کی روشنی میں قلم چلایا اور مخالفین اسلام کا منہ توڑ جواب دیا۔اور یہ بتلایا کہ مسلمان اپنی جان دے سکتا ہے لیکن قرآن وحدیث کی تحریف کو قطعا برداشت نہیں کرسکتا۔اور ساتھ ہی ساتھ آپ نے حقیقت فاتحہ تالیف کیا اس کے علاوہ ایک اور کتاب استعانت بالاولیاء جن اصحاب کو اس مسئلہ

(استعانت باالاولیاء) میں تردد تھا ان اصحاب کا تردداس رسالہ سے زائل ہوا اور وہ مطمئن ہوئے۔حضرت موصوف نے قرآن مجید اور حدیث شریف کی روشنی کے ذریعہ استعانت بالاولیاء کے جواز کے ذریعہ اہل سنت والجماعت پر ایک بڑا احسان کیا۔ اسی طرح آپ کا سب سے عظیم کارنامہ سراج الائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کی تصانیف جو ابھی نامعلوم تھی اب تک طبع نہیں ہوئی جسکے تلف ہونے کا گمان تھا اس کتاب کا آپ نے اردو میں ترجمہ لکھ کرامت کے لیے بیش بہا قیمتی تحفہ عطا کیا۔

حضرت امیر ملت نے جس طرح تصنیف وتالیف کے میدان میں قلم اٹھا کر اردو کی خدمت کی اسی طرح خطبات جمعہ کے ذریعہ اسی طرح شعروشاعری اور خطابت کے ذریعہ سے بھی اردو خدمات انجام دیں۔حضرت امیر ملت ایک ایسے خطیب تھے جن میں ''شعلہ مقالی''نہیں بلکہ ''شریں مقالی'' تھی آپ کی خطابت مثالی خطابت تھی آپ کی مجالس خطابت میں علماء، وزعماء،شہر وریاست میں ہمہ تن گوش حاضر ہوا کرتے تھے اور آپ کے حسن خطابت سے استفادہ کرتے تھے۔آپ کے خطبات عربی ہوں کہ اردوٗ دونوں ہی فکر انگیزٗ علمیت سے معمور اور براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ سے بھر پور تھے۔حضرت امیر ملت شعروشاعری کے ذریعہ سے بھی اردوادب کو زینت بخشی اور کلاسکی انداز میں کلام منظوم فرمایا کرتے تھے۔جوفصاحت وبلاغت اور برجستگی کا مرقع ہوتا تھا۔

علمی خدمات: علوم وفنون کی تحصیل کے بعد آپ نے مسند درس وتدریس کو زینت بخشی اور فیضان علم بلاتخصیص رنگ ونسل علاقہ وزبان تقسیم کرنے لگے۔ اور اپنی متاع حیات کے آخری حصہ تک اس تقدیس آفریں خدمت میں اپنے آپ کو مصروف ومشغول رکھا۔اور اپنے فنی،علمی،وتحقیقی جواہر سے دوسروں کے دامن کو مالا مال کیا۔اس طرح آپ ایک عالم نہیں بلکہ ''عالم گر''محقق نہیں ''محقق گر''مفتی نہیں بلکہ ''مفتی ساز'' تھے۔اپنی ذات میں ایک مکمل ''ادارہ'' تھے ایک آدمی نہیں بلکہ ''اکاڈمی'' تھے۔

خلاصہ کلام: ان تمام شواہد ودلائل سے ہر ذی عقل یہ سمجھ سکتا ہے کہ حضرت موصوف نے اپنی آخری سانس تک اردو کی خدمات میں اپنے آپ کو مصروف ومشغول رکھا اور کوئی تشنگی باقی نہیں رکھی۔

اللہ تبارک وتعالی سے دعاء ہے کہ حضرت امیر ملت کے اس فیضان کو ہمیشہ باقی رکھے اور یہ فیضان ہم سب پر گاری وساری فرمائیں۔

مصادر ومراجع:

مرقع انوار: شاہ محمد فصیح الدین نظامی، سن اشاعت ۲۰۰۸ء ،ناشر مجلس اشاعت العلوم۔

مفتی عبدالحمیدؒ شخصیت علمی وادبی کارنامے: شاہ محمد فصیح الدین نظامی، سن اشاعت ۲۰۰۹ء، ناشر: الانصار پبلی کیشنز ریاست نگر حیدرآباد۔

☆☆☆

کتب اسلامیہ کی ضرورت

اور

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ کی خدمات

مولوی محمد عمران نظامی، متعلم عالم اول جامعہ نظامیہ

''حضرت شیخ الاسلام کی عہد میں مختلف موضوعات پر کئی کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئیں۔ اور اب تک تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، سیرت النبی، اخلاق، تہذیب اسلامی، عقائد و کلام عربی، فتاوی جیسے اہم موضوعات سینکڑوں کتب شائع ہوچکی ہیں۔''

عہد اسلامی کی چودہ سو سالہ طویل تاریخ میں ہرفن پر لاکھوں کتابیں لکھی گئی۔فکر و دانش کے ان چشموں سے اپنے اور بیگانے سبھی سیراب ہوئے اور اسرار وحکم کے انمول موتیوں سے اپنے دامن بھر لیئے، لیکن دوسری طرف معروف وغیر معروف نہ جانے کتنے گرانقدر خزانے حوادث اور روزگار کی نذر ہوگئے۔ساتویں صدی میں جب تاتاریوں نے عروس البلاد بغداد کو تباہ و تاراج کیا تو انہوں نے مسلمانوں کے علمی میراث کا جنازہ نکالا۔کہا جاتا ہے کہ دریائے دجلہ دو دن تک اہل بغداد کے خون سے اور تین دن علماء امت کے لکھے بیش بہا خزانے کی روشنائی سے اپنا رنگ تبدیل کر چکا تھا۔

عالم عرب ہو یا اندلس کی سرزمین پر ہر جگہ اعداء اسلام نے مسلمانوں کو زیر کرنے کے لئے ان کے علمی ذخیرہ ہی کو نشانہ بنایا۔اسپین کے لوگوں نے جب اندلس پر قبضہ کیا تو انہوں نے مسلمانوں کے علمی ذخیرہ کو نذر آتش کیا اور کتابوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ جب کتابوں کو نذر آتش کیا گیا تو رات کا اندھیرا چھٹ کر دن کا منظر پیش کر رہا تھا۔

ہندوستان میں 1857 کی پہلی جنگ آزادی چونکہ مسلمانوں کی قیادت میں لڑی گئی تھی تو فطری طور پر انگریزوں کے غیض وغضب کے اولین نشانہ بھی مسلمانوں ہی بنے۔مسلمانوں کی املاک کو تو تباہ کیا ہی گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے فکری اور مذہبی ادارہ کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ایسے پرآشوب دور میں عام مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ وہ ان ادارں کو بچانا تو درکنار اپنے گھربار کو بھی مشکل سے بچا پایا تھے۔

ہندوستان کے علماء کے ہمتوں کو پست کرنے کیلئے اور مسلمانوں کو ذہنی طور پر غیر کارکرد کرنے کے لئے انگریزوں نے ہر طرح کے اقدامات کئے ۔استشراق کا طوفان اسی اندھیرے دور کا تحفہ تھا کہ جہاں پر عیسائیوں نے دامے' درمے' قلمے ' سخنے مسلمانوں کے ایمان کو خریدنے کی کوشش کی ۔

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا — روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکالدو

فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات — اسلام کو حجاز و یمن سے نکالدو

دین محمدی کے وہ مخلص جانثار علماء جنہوں نے اس سیلاب کے سامنے بند بنایا اوران حملوں کا ترکی بہ ترکی جواب دیا اگران کا وجود نہ ہوتا تو آج ہمارے سامنے مسلمانوں کی موجودہ صورتحال نہ ہوتی ۔علماء اور دانشوران قوم نے مسلمانوں کی ایمانی حفاظت کے لئے جہاں مدارس کے قیام کو ضروری قرار دیا تو وہی پر ان کے سامنے یہ حقیقت بھی پیش نظر تھی کہ تبشیری طاقتوں اور عیسائی مشنریوں کا مقابلہ صرف مدارس کے قیام سے نہیں ہوسکتا بلکہ ان کے لیٹریچر کا رد کرنے کے لئے مسلمانوں کے مطابع قائم ہونے ضروری ہے جو ایک طرف مسلمانوں کے خون جگر کو ایمان کی حرارت سے تازہ دم کرتے رہے تو دوسری طرف عقائد اسلام پر وارد ہونے والے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دے سکے ۔چنانچہ ہندوستان کے چنندہ لوگوں نے علوم کے ذخیرہ کو ضائع ہونے سے بچانے کی تدابیر کی انہیں دوررس نگاہ رکھنے والی شخصیتوں میں حضورت شیخ الاسلام بانی جامعہ کا نام نمایاں ہے ۔جنہوں نے عربی مخطوطات کی حفاظت اوراس کی طباعت کی خاطر ایک طرف دائرۃ المعارف جیسے عالمی شہرت کے حامل ادارہ کو قائم فرمایا تو شخصی طور پر اشاعت العلوم کے نام سے ایک طباعتی ادارہ قائم کیا جس نے نہ صرف مذہبی لیٹریچر کے فروغ میں کردار ادا کیا بلکہ اردو زبان وادب کے فروغ میں نا قابل فراموش خدمات انجام دی اور آج بھی ملت اسلامیہ نے اس سے جو نیک توقعات کررکھی ہیں ان کی تکمیل میں شب وروز مصروف ہے ۔1330ھ میں مجلس اشاعت العلوم کا قیام دراصل مصلح قوم وملت حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کی علمی بیداری کا ایک اہم اور واضح ثبوت ہے ۔کتب کی اشاعت سے آپ کا مقصد ملت میں اخلاق وکردار کا عملی نفاذ' مطالعہ اور علم کو عام کرنا تھا۔اس بات کو شاہ وقت نے محسوس کیا چونکہ ان کی شیخ الاسلام کی صحبت براہ راست نصیب ہوئی تھی ۔اسی لئے ان کے ذہن وفکر منور ہوچکے تھے ۔اور وہ علم کی اہمیت اور حفاظت سے بخوبی واقف تھے ۔چنانچہ اس پس منظر میں میر عثمان علی خان نے نہ صرف شیخ الاسلام کی تجویز کا خیر مقدم کیا بلکہ اس مطبع کی ترقی و ترویج اور استحکام کے لئے اس دور کے ماہانہ پانچ سو روپئے کی ماہانہ امداد جاری کی ۔

حضرت شیخ الاسلام کی عہد میں مختلف موضوعات پر کئی کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئیں ۔اوراب تک تفسیر' حدیث' فقہ' تاریخ 'سیرت النبی' اخلاق' تہذیب اسلامی' عقائد وکلام عربی' فتاوی جیسے اہم موضوعات سینکڑوں کتب شائع ہوچکی ہیں ۔

جن میں شیخ الاسلام کی کتاب انوار محمدی سرفہرست ہے ۔حضرت شیخ الاسلام نے اس کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور درود شریف کے فوائد وآداب کو عالمانہ انداز میں تحریر فرمایا ہے ۔اسے نعت منشور کہے تو بیجا نہ ہوگا ۔ ہند و پاک سے متعدد مرتبہ اس کے ایڈیشن شائع

ہو چکے ہیں۔

اوراس کے علاوہ وہ ''افادۃ الافھام'' بھی زیورطبع سے آراستہ ہوچکی ہے۔قادیانی مذہب کے متعلق ایسی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی جو کہ ازالہ الاوہام کا مکمل جواب ہے۔

علاوہ ازیں' کتاب العقل' کی طباعت بھی مجلس اشاعت العلوم کا کارنامہ ہے۔اس کتاب میں شیخ الاسلام بانی جامعہ نے عقل کی حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔حکمت قدیمہ وفلسفہ جدیدہ کا اثر جن مسائل پر ہوتا تھاان تمام کا جواب لا جواب برصغیر کے ممتاز عالم دین بانی جامعہ نے تحریرفرمایا ہے۔اس موضوع کی اہمیت سے اہل ہند نے گرچہ کے اپنی آنکھیں پھیر لی ہولیکن معاصر دنیامیں اورخصوصاً یورپ کے عصری ودینی دونوں طرح کی دانش گاہوں میں یہ موضوع اہمیت کواختیار کرتا جارہا ہے۔اس طرح کے موضوع پر یہ قابل قدر کتاب جواردوزبان میں لکھی گئی ہے وہ شیخ الاسلام کی طرف سے اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اردوزبان بھی دیگرزبانوں کے ہم پلہ تمام معاصر علوم کواپنے اندرسموسکتی ہے۔بشرطیکہ اس کوشیخ الاسلام جیسے عالی قدر اصحاب قلم میسرآئے۔

یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کا موضوع گرچہ اخلاقیات اومذہبی موضوعات رہاہےلیکن آپ کا اسلوب نگارشی' بقول پروفیسرعبدالحمید اکبرصاحب کے مولانا حالی کے اسلوب سے مشابہ ہے'جس کی بناء پرہم یہ کہہ سکتے ہیں ک ان کتابوں کی اشاعت سے دکن میں اردوزبان وادب کےفروغ میں بہت نمایاں ترقی ہوئی۔

اسی سلسلہ کی ایک اورکڑی مولانا فصیح الدین نظامی صاحب کی کتاب ''اردوشعروادب کےفروغ میں فرزندان جامعہ نظامیہ کا حصہ'' اس کتاب کا مقصد دنیائے علم کو جامعہ نظامیہ کی اردوزبان وادب میں تاریخ ساز خدمات سے روشناس کروانا ہے۔اس کے علاوہ مجلس اشاعت العلوم نے بزبان اردو بہت سی کتابیں شائع کی جن میں مقاصدالاسلام' امام اعظم امام المحد ثین' تصرف خیرالمرسلین' فوز المرام فی طبقات اولیاءالکرام' مرجع غیب' ہدایۃ الترسیل' نقشہ جائے فقہ' حمایت الصلوۃ' تفسیر مظہری وغیرہ شامل ہیں۔

☆☆☆

بیجاپور میں عربی کا فروغ وارتقاء

مولانا سید محمد یوسف حسینی صاحب
صدر شعبہ عربی انجمن آرٹس سائینس اینڈ کامرس کالج بیجاپور

''ابراہیم عادل شاہ ثانی کا مقبرہ ابراہیم روضہ بہ اعتبار فن ونقش ونگار بیجاپور کی تاریخی عمارتوں میں سرفہرست گردانا جاتا ہے اس عمارت کے چاروں سمت نازک جالیوں کی شکل میں نہایت ماہرانہ نقاشی سنگتراشی کے ذریعہ عربی عبارتیں تحریر کی گئی ہیں ان میں قرانی آیات' اسمائے الٰہی' اسمائے رسول' درود شریف' دردو ابراہیم' اسمائے خلفا راشدین' ایسی آیتیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نام شامل ہے۔''

شہر بیجاپور صوبہ کرناٹک' انڈیا کا ایک قدیم تاریخی شہر ہے' اس شہر کو بلدۃ العلم ودیاپور بھی کہا جاتا ہے۔ پچھلے زمانوں میں یہ شہر مختلف علوم وفنون کا گہوارہ رہا ہے۔ دنیا کی تین بنیادی زبانوں میں پہلا درجہ رکھنے والی عربی زبان صوفیاء علما کے ہمدوش یہاں پہنچی مسلم حکمرانوں کے دور میں زندہ تابندہ رہی صوفیاء نے اپنی تصنیف تالیف کو اور حکمرانوں نے اپنے مقبروں کتبوں کو اس زبان سے زینت دی اور آج بھی یہ زبان شہر بیجار پور کے مکتبوں مدرس اور تعلیمی ادارں میں با قاعدہ طور پر پڑھائی جاتی ہے۔ شہر بیجاپور میں عربی زبان کے وجود کو مندرجہ ذیل تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) صوفیاء علماء کی تصانیف وتالیفات (۲) حکمرانوں کے کتبے اور مقبرے (۳) موجودہ عربی تعلیمی ادارے

(۱) صوفیاء کی تصانیف وتالیفات: بہمنی اور عادل شاہی علم دوست سلطانوں نے اپنی سلطنت میں علوم فنون کی ترقی وترویج کے لئے بیرون ممالک اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے صوفیاء علماء کو بیجاپور بلایا اور یہاں بسایا تھا۔ ان میں عربی زبان کے جید علماء بھی شامل تھے۔ بیجاپور کی تاریخ میں ایسے علماء صوفیا کی فہرست بڑی طویل ہے۔ ۷۷۳ھ میں بیجاپور تشریف لائے ایک جید عربی داں حضرت عین الدین گنج العلم سے متعلق' مشہور ہے کہ آپ نے ۱۳۲ ایک سو بتیس کتب ورسائل تصنیف کئے تھے۔ حضرت شیخ مصطفیٰ بن شیخ جنیدی سجادہ نشین گنج العلم نے ۱۲۱۰ھ میں تحریر کردہ فارسی قلمی شجرہ میں آپ نے مندرجہ ذیل کتب ورسائل کا ذکر کیا ہے۔

علم تفسیر میں ممالک التنزیل' تلقیف' محسوب' اقراء واضح ضمائر' شرائف' تالیف' تشریف تبیان مکشاف شرح کشاف علم قراءت رموز توطین' تبین' میسر تفصیل الفوائد' تحصیل تکمیل' سلسبیل' توضیح' علم حدیث میں رواتب' ارشات' معتمد علم کلام میں منظور' مرغوب' مسعد علم اصول میں ممہد' تاسیس موسس علم فقہ میں اساس الاسلام' اسن مسین' مفہوم علم سلوک میں اطوار الابرار مصداق' شواہد' مشرح' اقوات الاوقات' میقات' اوقات

جوامع موائد' تعدید معدود' اطابہ' عطایا شرح وصایہ' اوطار' خطبۃ الاطوار' منظر' ترجمہ منظومہ شرح سید السادات' علم تاریخ میں ادوار التاریخ' اطباق الحاق تلخیص' تلخیص طبقات ناصری علم طب میں اکلیل تکلیل' مراواح تحفہ مکیف' علم حکمت میں محقق ملخص' تسیر' اعجوبہ' جہان بین' علم نسب میں شجرہ مبارکہ جمع الانساب' مجموعہ موجز' علم لغت میں تصحیح مصحح' اخیاس مثلث علم نحو میں تلمیح' لہنہ علم صرف میں تلویح' لقمہ وزنہ اوزان' موزون۔

حضرت ابراہیم زبیری نے اپنی مشہور ومعروف فارسی تصنیف روضۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت بابا میر قدس سرو جو حضرت سید شاہ چندا حسینیؒ گوگی کے خاندان صحیح النسب سے ہیں۔انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھنے کے لئے سات ہزار درود شریف تالیف کئے تھے۔ (روضۃ الاولیاء بیجاپور) بیجاپور تشریف لائے صوفیاء علماء عربی داں تھے۔دین اور علوم وفنون کی اشاعت کے لئے انہوں نے فارسی اور وقت کی رائج زبانوں میں قلم اٹھایا اس لئے ان کی بیشتر تصانیف فارسی زبان میں ہیں مگر ان کا ماخذ عربی زبان ہی رہی ہے۔

(۲) حکمرانوں کے کتبے اور مقبرے: بیجاپور کے عادل شاہی حکمرانوں نے اپنی تعمیر کردہ مسجدوں' مقبروں' برجوں اور کتبوں کو عربی زبان سے مزین کیا ہے چنانچہ جامع مسجد' مسجد چاند سلطانہ' مسجد رائلاں' مسجدی حیدری' مسجد بخاری' مسجد ملک صندلہ' مسجد شمس الدین' مسجد صالح بیگ' مسجد چابک سواران' مسجد نوگنبد' مسجد اختیار خان' مسجد چنگی شاہ' مسجد افضل خان' زمرد مسجد' خواجہ سنبل مسجد رنگین مسجد' درگاہ حافظ حسینیؒ حمزہ حسینیؒ درگاہ شیخ حمید قادری درگاہ کریم اللہ قادری' پیر بالے صاحب کا چلہ' درگاہ گنج العلومؒ چوکھنڈ' چنگی شاہ برج چہارم قلعہ ارک کڑک' بجلی برج' تابوت برج' علی باغ برج' شاہ برج' کنگن برج' نعمت برج' دریچہ سارواڑ ڈ ڈی ڈی شاہ پور دروازہ' روشن دروازہ' علی پور دروازہ' فتح دروازہ قلعہ کا مشرقی دروازہ' مقبرہ بڑے صاحب' مقبرہ اعتبار خان' بیوی باندی کی باولی' کمٹ باولی' توپ ملک میدان' توپ دروازہ' امام دکھنی' سرائے مصطفیٰ خان لاری' اور براہیم روضہ وغیرہ تقریباً پینتالیس مقامات پر بخط طغرا وثلث کوفی نستعلیق نہایت دیدہ زیب طریقہ سے تحریر کئے گئے عربی زبان کے کتبے آج بھی دعوت نظارہ دیتے ہیں۔مذکورہ عمارتوں پر قرآنی آیات' اسمائے الٰہی اور درود شریف' مناجات' اشعار' اوراد اور بعض جگہ صرف ایک دو جملے ماہرانہ فن خطاطی سے طغروں کی شکل میں تحریر کئے گئے ہیں۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی کا مقبرہ ابراہیم روضہ بہ اعتبار فن ونقش ونگار بیجاپور کی تاریخی عمارتوں میں سرفہرست گردانا جاتا ہے اس عمارت کے چاروں سمت نازک جالیوں کی شکل میں نہایت ماہرانہ نقاشی سنگتراشی کے ذریعہ عربی عبارتیں تحریر کی گئی ہیں ان میں قرانی آیات' اسمائے الٰہی' اسمائے رسول' درود شریف' درود ابراہیم' اسمائے خلفاراشدین' ایسی آیتیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نام شامل ہے۔مغفرت سے متعلق کی آیتیں' سورہ فاتحہ' آیت الکرسی' سورہ اخلاص اور مندرجہ ذیل عربی اشعار دروازوں کی چوکھٹ پر تحریر کئے گئے ہیں۔

الٰہی عبدک العاصی اتاک مقرا بالذب و قد دعاک
اسیر الخطایا عند بابک واقف علی وجد بہ مما انت عارف

فان تغفر فانت کذاک اھل و ان تطرد فمن یرحم سواک
فمن الذی یرجو سواک و یبقی و مالک فی فضل القضاء متخالف
ینادی بالتذلل فی اللیالی یناجی بالدعا یرجو عطاک
ذنوبا و لم تخف عنک عیبھا و یرجو فیھا فھو زاج و خائف
اتیتک باکیا فارحم بکائی حیائی منک اکثر من خطائی
فخذ بیدی فانی مستجیر بعفوک یاعظیم و یا رجائی
وقدت علی الکریم بغیر زاد من الحسنات و القلب السلیم
رجائی ان یعاملنی بلطف بفضل منہ الکرم العمیم
فحمل الزاد و افتح کل شئی اذا کان الوفود علی الکریم
فتحمل الزاد و افتح کل شئی اذا کان الوفود علیالکریم
فان یک یا مھیمن قد عصاک فلم یجد لمعبود سواک
الھی لا الٰہ سواک فارحم علی من لا رحیم لہ سواک
تجاوز عن ضعیف قد جفاک فجائک تائبا یرجو عطاک
تفضل سر المعاصی من العطائی فاغفر الذنوب یا کریم الائی

مذکورہ عربی اشعار مختلف ادوار کے معروف شعراء اکرام کے کلام سے منتخب کے گئے ہیں ۔ان اشعار میں خدا کو اپنا معبود حقیقی، معاف کرنے والا اور اپنی امیدوں کا ماویٰ ملجاء بتایا گیا ہے اور خود کو خطا کار، گناہ گار سراپا تقصیر بتا کر اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کی گئی ہے۔

کسی بھی جگہ کی تاریخی عمارت جس قدر اہم ہوتی ہے اسی قدر اس کے کتبے اور تحریریں بھی اہم ہوتی ہیں ان کے ذریعہ عہد حاضر کا انسان اپنے اسلاف کی تہذیب تمدن، وسعت نظری، مذہبی رواداری اور ملک عزیز کی اہمیت وعظمت واقفیت حاصل کرتا ہے مگر افسوس کہ آج تک ابراہیم روضہ پر موجود عربی کتبوں یا عبارتوں کا ترجمہ یا تحقیق کام پیش نہیں ہوا جس کی وجہ سے وہاں پہنچنے والے ہزاروں زائرین سینکڑوں ریسرچ اسکالرس اس کی تعمیری خوبیوں سے تو واقف ہوجاتے ہیں لیکن عربی کتبوں عبارتوں کے مطلب ومقصد سے ناواقفیت کی بناء ایک خلش دل میں لئے لوٹ جاتے ہیں ۔احقر نے مائنر ریسرچ پراجکٹ کے تحت اس پر کام کرنے کی پہل کی ہے خدائے تعالیٰ کامیابی عطا کرے۔آمین

(۳) موجودہ عربی تعلیمی ادارے: شہر کی مساجد میں عربی ناظرہ کے لئے چلائے جانے والے بہت سارے مکاتب اور متعدد اقامتی دینی درسگاہوں کے علاوہ بیجاپور میں حکومت کرناٹک سے منظور شدہ گزیٹیڈ ۱۲۱ کیس عربی مدارس موجود اور کارکرد ہیں ان کا نصاب تحتانیہ، وسطانیہ،

فوقانیہ کہلاتا ہے۔تقریبا ۸۰ (اسی) معلم تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں اور تقریبا ۳۰۰۰ (تین ہزار) طلبا و طالبات عربی زبان وادب کی تعلیم پاتے ہیں۔

شہر بیجاپور میں حکومت سے منظورہ شدہ ۲ دوعربی کالج بھی ہیں ان کالجوں میں تفسیر' حدیث' فقہ' عقائد' عربی ادب' تاریخ' قواعد وبلاغت اور سیرت وترجمہ پڑھایا جاتا ہے۔اس کورس کو افضل العلماء کہتے ہیں۔۱۵۰ (ڈیڑھ سو) طلبا و طالبات عربی زبان وادب کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

شہر بیجاپور میں پی جی سنٹر کرناٹک یونیورسٹی دھارواڑ کے زیر اہتمام ایک سالہ عربی سرٹیفکیٹ کورس بھی چلایا جاتا ہے۔ پری یونیورسٹی کالج' سکیاب بیجاپور اور ویمنس ڈگری کالج بیجاپور میں عربی زبان ایک سبجکٹ کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہے۔۱۹۸۶ء سے انجمن آرٹس سائینس اینڈ کامرس کالج بیجاپور میں شعبہ عربی قائم ہے۔بی اے' بی ایس سی' بی کام میں عربی زبان پڑھائی جاتی ہے۔

الغرض شہر بیجاپور میں عربی زبان زمانہ قدیم سے آج تک زندہ تابندہ ہے۔ یہاں عربی کی تعلیم کا رجحان بکثرت پایا جاتا ہے۔اگر ذمہ دار احباب اور عربی کے اساتذہ قدم بڑھائیں تو اس شہر کو عربی زبان کا ایک حسین گلدستہ بنایا جاسکتا ہے۔

OOO

خوشگوار ازدواجی زندگی کیلئے اسلامی ہدایات

حمیراءفاطمہ بنت حافظ محمد محمود احمد صاحب
متعلمہ کامل الحدیث سال دوم٬ کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ

''الٰہی قانون اور نبوی دستور پر عمل پیرا ہونے ہی میں دارین کی فوز وفلاح مضمر ہے۔دنیا میں خیر وشر٬ دونوں کے راستے کھلے ہیں،بس صحیح سمت اختیار کرنے اور اچھائی کی راہ پر گامزن ہونے کی ضرورت ہے۔''

اسلام ایک عالمی اورآفاقی دین ہے،اس کے قوانین واحکام فطرت کے عین مطابق اور ناقابل تنسیخ وتبدیل ہیں۔''اسلام'' صرف مسجد ومحراب تک محدود نہیں ہے بلکہ دین اسلام نے انسانیت کے تمام طبقوں کو،تمام شعبہ ہائے حیات میں کامل رہنمائی کی ہے۔گھریلو معاملات ہوں یا بیرونی امور،معاشی مسائل ہوں یا معاشرتی مسائل،انفرادی مسئلہ ہو یا اجتماعی٬ ہر گام پر اسلامی ہدایات رہنمائی کرتی نظر آتی ہیں۔

آج اسلامی احکام سے ناواقفیت ،دین سے دوری اور صحیح تعلیم وصالح تربیت سے محرومی کے سبب گھریلو اختلافات اس قدرعروج پر ہیں کہ خاندان کے خاندان تباہ ہورہے ہیں،چھوٹا سا جھگڑا طلاق تک لے جارہا ہے۔چند افراد کی نادانی اور جاہلانہ اقدام کے سبب برسر عام شریعت مطہرہ کا استہزاء کیا جارہا ہے،احکام اسلام کو بدلنے کی کوششیں کی جارہی ہیں،عدالتوں اور ایوانوں میں اس کو موضوع بحث بنایا جارہا ہے اور ادھر ہم میں کچھ احساس بھی باقی نہ رہا:

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا　　　کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

کم از کم ایسے نازک حالات میں تو ہمیں اپنی اور اپنے معاشرہ کی خبر لینے کی ضرورت ہے،جہاں ہر طرف نفرتوں کا بازار گرم ہے،آئے دن صورت حال ابتر ہوتی جارہی ہے،محبتوں کی آشیانوں میں نفرتیں پل رہی ہیں،نہ رشتوں کا تقدس رہا نہ بڑوں کی توقیر۔

ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے اصول: اگر کوئی اپنی ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ہدایات ربانیہ وارشادات نبویہ کے مطابق زندگی بسر کرے۔

حضرت محدث دکن ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نکاح کرنے سے سالک امور خانہ داری سے نجات پاکرفراغ کے ساتھ عبادت کرسکتا ہے، جب عبادت کرتے ہوئے تھک جائے تو نیک عورت کی وجہ سے عبادت کا شوق تازہ ہوتا ہے،اس لئے دین کی راہ میں عورت اپنے شوہر کی مددگار رہا کرتی ہے۔

عورت امور خانہ داری کا انتظام کرتی ہے اور شوہر کو گھر کے جھگڑوں سے بے فکر بنا کر علم وعمل وعبادت میں مصروف ہونے کا پورا موقعہ فراہم کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوسلیمان دارانی -رحمۃ اللہ علیہ- فرماتے ہیں: نیک عورت امور دنیا سے نہیں بلکہ اسباب آخرت سے ہے۔

مرد کو چاہیئے کہ حتی الامکان عورت کے اخلاق ومزاج وغیرہ کے حالات معلوم کر کے نکاح کرے، اس لئے کہ بدمزاج اور ناشکر گزار عورت کے ساتھ مرد کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور دنیا اس کے لئے دوزخ بن جاتی ہے۔

عورتوں کی بدسلوکی پر صبر کرنا اور ان کی ضروریات کا مہیا کرنا اور راہ دین پر ان کو قائم رکھنا بہترین عبادت ہے۔ عورتوں کا نفقہ دینا خیرات دینے سے افضل ہے، اور اہل وعیال کے لئے کسب حلال کرنا ابدالوں کا کام ہے۔(1)

حضرت مولانا مفتی حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ فرماتے ہیں: ''نکاح کے بعد اس کا تقاضا یہی ہے کہ شوہر اور بیوی خوش اخلاقی وحسن معاشرت کے ساتھ زندگی گزاریں، ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں، شوہر بیوی کی رہائش، خوراک و پوشاک اور دیگر ضروریات کی تکمیل کرے اور بیوی دستور کے مطابق شوہر کی اطاعت کرے، اگر زوجین ایک دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہیں تو ان کے درمیان فرحت ومسرت کا ماحول قائم رہتا ہے''۔

شوہر کے لئے لازم ہے کہ وہ بیوی کے حقوق کی ادائی کا مکمل لحاظ رکھے، اس کا مہر ادا کرے، اس کی رہائش کا انتظام کرے، اس کے کھانے، پینے اور لباس و پوشاک کا نظم کرے، جو وہ کھاتا ہو اسی میں سے کھلائے، جو پہنتا ہو اسی معیار کا اسے پہنائے، نہ اس کے چہرے میں عیب نکالے، نہ اس کو مارے اور نہ ہی اس کے خاندان والوں کو برا بھلا کہے۔ تمام حقوق کی ادائی کے ساتھ اس کے ساتھ حسن سلوک کرے اور نرم برتاؤ کرے۔ اسی طرح بیوی کی ذمہ داری ہے کہ وہ جائز کاموں میں اپنے شوہر کی اطاعت کرے، اس کی اجازت کے بغیر باہر نہ نکلے، اپنے گھر میں کسی ایسے کو آنے نہ دے جسے اس کا خاوند ناپسند کرتا ہو، اور ہر حال مین اپنی عزت کی حفاظت کرے۔

اسلام نے تمام اہل حقوق کے حقوق متعین کئے ہیں، اور ہر ایک کو ان کے متعلقہ حقوق کی ادائی کا پابند بنایا ہے، صحیح بخاری شریف میں روایت ہے: عن عون بن أبي جحيفة عن أبيه قال آخى النبي صلى الله عليه وسلم بين سلمان ، وأبي الدرداء ، فزار سلمان أبا الدرداء ، فرأى أم الدرداء متبذلة. فقال لها ما شأنك قالت أخوك أبو الدرداء ليس له حاجة في الدنيا .فجاء أبو الدرداء ، فصنع له طعاما.فقال كل.قال فإني صائم .قال ما أنا بآكل حتى تأكل.قال فأكل.فلما كان الليل ذهب أبو الدرداء يقوم.قال نم.فنام ، ثم ذهب يقوم.فقال نم.فلما كان من آخر الليل قال سلمان قم الآن .فصليا ، فقال له سلمان إن لربك عليك حقا ، ولنفسك عليك حقا ، ولأهلك عليك حقا ، فأعط كل ذي حق حقه . فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فذكر ذلك له ، فقال النبي صلى الله عليه وسلم:صدق سلمان . ترجمہ: حضرت عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی اور ابودرداء رضی اللہ عنہما کو بھائی بھائی بنادیا۔ ایک مرتبہ حضرت سلمان، حضرت ابودرداء کی ملاقات کے لئے تشریف لائے اور ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو بڑی خستہ حالت میں پایا اور پوچھا کیا حال ہے؟ وہ بولیں تمہارے بھائی ابودرداء کو دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔ پھر ابودرداء تشریف لائے تو سلمان رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کھائیے، میں روزے سے ہوں۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک آپ بھی نہ کھائیں۔ چنانچہ ابودرداء نے بھی کھایا، جب رات ہوئی تو ابودرداء رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے کی تیاری کرنے لگے۔ حضرت سلمان نے کہا کہ آرام کیجئے!، پھر جب رات کا اخیر حصہ آیا تو ابودرداء سے کہا: اب اٹھیئے! چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلاشبہ تمہارے رب کا تم پر حق ہے اور تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، لہذا سارے حق داروں کے حقوق ادا کرو۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: سلمان نے سچ کہا ہے۔(2)

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان رہنما ارشادات کو زوجین ہمیشہ پیش نظر رکھیں جو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے عظیم خطبہ میں ارشادفرمایا: **أيّها النّاس فإنّ لكم على نسائكم حَقّا ، ولهن عليكمُ حَقّا ، لكم عليهن أنْ لَا يوطئن فرشكم أَحدا تكرهونه وعليهنّ أَنْ لَا يأْتين بفاحشة مبيّنة فَإنْ فعلْن فإنّ اللّه قد أذن لكم انْ تهجروهن في الْمضاجعِ وتضربوهن ضربا غير مبرحٍ فإنْ انْتهين فلهن رزقهن وكسوتهن بالمعْروف واسْتوصوا بالنساءِ خيرا ، فإنّهن عندكم عوان لا يملكن لأنفسهن شيْئا ، وإنّكم إنّما أخذتموهن بأَمانة اللّه واسْتحللتم فروجهن بكلمات الله .** اے لوگو! تمہارے اوپر تمہاری بیویوں کے حقوق واجب ہیں اور اُن کے ذمہ تمہارے حقوق ہیں، تمہاری عورتوں کے ذمہ تمہارا یہ حق ہے کہ وہ اپنے پاس ایسے شخص کو نہ بلائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور یہ بھی اُن کی ذمہ داری ہے کہ کوئی بے حیائی کا عمل نہ کریں، اگر وہ ایسا کوئی عمل کریں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات کی اجازت دی ہے کہ تم انہیں خوابگاہوں میں چھوڑ دو اور انہیں ہلکی سی تنبیہ کرو! اگر وہ باز آجائیں تو دستور کے مطابق نان نفقہ اور لباس اُن کا حق ہے۔ عورتوں سے متعلق بھلائی کی نصیحت قبول کرو! کیونکہ وہ تمہاری پابند اور تمہارے زیر فرماں ہیں۔ وہ خود اپنے لیے کچھ نہیں کرسکتیں، لہٰذا تم عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو! کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امان کے ساتھ حاصل کیا ہے اور کلام الٰہی کی برکت سے وہ تمہارے لیے حلال ہوئیں ہیں۔(3)

آپ نے ارشادفرمایا: لَا تُنفِقُ امْرَأَةٌ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا. کسی خاتون کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند کا مال اس کی اجازت کے بغیر کسی کو دے۔

اسلام میں حسن معاشرت کی تاکید: سورۃ النساء کی آیت نمبر 19 میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''**وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ**''۔ ترجمہ: اور تم اپنی بیویوں کے ساتھ عمدگی سے زندگی بسر کرو!۔(4)

انتہائی جامعیت کے ساتھ اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں حسن معاشرت کا حکم دیا ہے،اس میں جس قدر غور کیا جائے گہرائی کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:خَیۡرُکُمۡ خَیۡرُکُمۡ لِأَھۡلِهٖ، وَاَنَا خَیۡرُکُمۡ لِأَھۡلِیۡ . ترجمہ:تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کےحق میں اچھا ہواور میں اپنے گھر والوں کے لئےتم سب سے بہتر ہوں۔(5)

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: دوزخی وہ شخص ہے جوگھر آئے اور گھر کےلوگ اس سے ڈرتے رہیں۔اس لئے بیوی بچوں کے ساتھ ایسا سلوک رکھا جائے کہ وہ ناراض نہ ہوں۔

زندگی میں نشیب وفراز آتے رہیں گے، بےسودگی وآسودگی کا سلسلہ چلتا رہے گا،لیکن صرف ظاہری حسن و جمال کی کمی یا کوئی ایسا عمل جوناپسندیدہ خاطر ہو، یا کوئی عیب جوکراہت کا سبب بنا ہو، یا کوئی عادت جو بری معلوم ہوتی ہو، یا اخلاق واطوار میں عمدگی نہ ہو،مزاج میں ترشی یا زبان میں تلخی ہوتو فوراًدل برداشتہ ہوکراز دواج کے اس رشتہ کوتوڑ نہ دیا جائے بلکہ ان کوتاہیوں اور خامیوں پرصبر کیا جائے،عمدگی سے اصلاح کی کوشش کی جائے،مؤثر طریقہ سےنصیحت کی جائے،اللہ تعالی کی ذات سے امید ہے کہ اسی بیوی سے' جس کی کوئی چیز ناپسندیدہ ہو' ایسی بھلائی عطا فرمادے جس کے خوشی اس کے تمام عیبوں سے نظر ہٹا دے، یا اسی بیوی سے ایسی صالح اولاد عطا فرمائے جوخاندان کا نام روشن کرنے والی ہو۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''فَاِنۡ کَرِھۡتُمُوۡھُنَّ فَعَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَھُوۡا شَیۡئًا وَّیَجۡعَلَ اللّٰهُ فِیۡهِ خَیۡرًا کَثِیۡرًا ''۔ترجمہ: پھراگرتم انہیں ناپسندکروتو(صبر کرو) شاید تم کسی چیز کوناپسندکرواوراللہ تعالی نے اس میں تمہارے لئے خیر کثیر رکھ دی ہو۔(6)

الٰہی قانون اورنبوی دستور پرعمل پیرا ہونے ہی میں دارین کی فوزوفلاح مضمر ہے۔دنیا میں خیروشر' دونوں کے راستے کھلے ہیں،بس صحیح سمت اختیار کرنے اوراچھائی کی راہ پرگامزن ہونے کی ضرورت ہے، کیونکہ:

یہی زندگی مصیبت، یہی زندگی مسرت یہی زندگی حقیقت، یہی زندگی فسانہ

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ ہمارے معاشرہ کو پاکیزہ بنائے اورحسن معاشرت کی توفیق دے، ہمارے گھروں کومحبتوں کا گہوارہ بنائے۔آمین۔

مصادرومراجع

1 مواعظ حسنہ،حصہ اول،ص:342 2 صحیح البخاری،کتاب الصوم،حدیث نمبر:1968
3 سیرت ابن ہشام۔ 4 سورۃ النساء،آیت نمبر:19
5 جامع ترمذی شریف 6 سورۃ النساء،آیت نمبر:19

☆☆☆

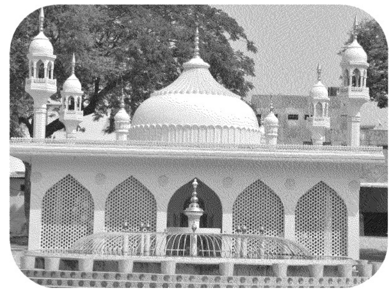

کلام الامام

شیخ الاسلام عارف باللہ
حضرت حافظ محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ انورؔ

مژگاں ہیں عاشقوں کیلئے تیر ایک ایک
اور تار موئے زلف ہے زنجیر ایک ایک

ہاتھ آئے جس کو سلسلۂ زلفِ عنبریں
توڑے تعلقات کی زنجیر ایک ایک

عشاق کے دلوں کو پھنسانے کا دام ہے
ہر تار موئے زلفِ گرہ گیر ایک ایک

زردیٔ رنگ و آہ و فغاں اشک و لاغری
ہے عشق جاں گداز کی تاثیر ایک ایک

کی صدقِ دل سے جس نے اطاعت رسول کی
عالم میں اُس کی کرتا ہے توقیر ایک ایک

کیا حال ہو جو حشر کے دربار عام میں
بہرِ سزا سنائیں گے تقصیر ایک ایک

کیا لطف سنگ و گِل کی عمارت میں منعمو
اشکستہ دل ہیں قابل تعمیر ایک ایک

جو ہم سے کام ہوتے ہیں غفلت کے خواب میں
محشر میں پیش آئیگی تعبیر ایک ایک

لکھا تھا جو ازل میں وہ ہرگز ٹلا نہیں
ہر چند کی خلاف میں تدبیر ایک ایک

ہر چیز میں ہے صنعتِ خلّاق جلوہ گر
اس وجہ سے ہے قابل تصویر ایک ایک

عارف کو فہم آیۂ تخلیق کے لئے
اوراقِ گل ہیں نسخۂ تفسیر ایک ایک

یثرب کی سرزمیں کی مہوّس کو قدر کیا
خاشاک و خاک واں کی ہے اکسیر ایک ایک

وعدوں پہ انورؔا کہیں اُسکے نہ بھولئے
میں جانتا ہوں نفس کی تزویر ایک ایک

بضمن عرس سراپا قدس شیخ الاسلام حضرت بانی جامعہ نظامیہؒ

علمی مذاکرہ

بعنوان

''دورجدید کے طبی مسائل' شریعت کی روشنی میں''

منعقدہ 3/فبروری 2019 بروز یکشنبہ' بمقام جامعہ نظامیہ

بصدارت: حضرت مولانا سید شاہ اکبر نظام الدین حسینی صابری صاحب' امیر جامعہ نظامیہ

زیرنگرانی: مفکراسلام حضرت علامہ مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ' جامعہ نظامیہ

سلسلہ	اسماء مقالہ نگار	عنوان مقالہ
۱	مولانا مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی صاحب	''سروگیسی: حقیقت' مختلف صورتیں اور شرعی احکام''
۲	مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری صاحب	''کلوننگ اور اس کی شرعی حیثیت''
۳	مولانا حافظ محمد لطیف احمد صاحب	''پلاسٹک اور کاسمٹک سرجری' حلت وحرمت کے تناظر میں''
۴	مولانا حافظ سید واحد علی صاحب	''سرجری کی اقسام اور صورتیں' شریعت کی روشنی میں''
۵	مولانا محمد امین الدین صاحب	''طبی مشورہ کی بنیاد پر قتل اور اسقاط حمل' اسلامی نقطہ نظر''

سروگیسی (Surrogacy)

حقیقت، مختلف صورتیں اور شرعی احکام

مولانا مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی مجددی قادری صاحب
شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ

''دین اسلام نکاح کو غایت درجہ اہمیت دیتا ہے اور نسل انسانی کی افزائش کے لیے نکاح کو منفرد ذریعہ قرار دیتا ہے، اور نکاح کے علاوہ حصولِ اولاد کے باقی تمام ذرائع ممنوع قرار دیتا ہے اور ساری انسانیت کو پابند کیا گیا ہے کہ خالقِ کائنات کی جانب سے متعین کردہ حدود میں رہتے ہوئے حصولِ اولاد کی کوشش کرے اور ان کی ہرگز خلاف ورزی نہ کرے۔''

مغربی ممالک میں فحاشی وعریانیت عام ہونے کی وجہ سے اور ہم جنس پرستی کا قانونی جواز پیدا ہونے کے باعث جہاں مردوں میں مردانہ صلاحیت کمزور ہوتی جارہی ہے وہیں عورتوں میں تولیدی صلاحیتیں ماند پڑ رہی ہیں اور عورتیں حمل کی مشقتیں برداشت کرنے سے پہلوتہی اختیار کرنا چاہتی ہیں، فطری نکاح کے علاوہ مرد مرد، عورت عورت بھی باہم نکاح کرتے ہیں، ظاہر ہے یہ فطرت کے خلاف ہے ان کے لیے اولاد کے حصول کی کوئی صورت نہیں، ایسے حالات مغربی ممالک کو سروگیسی (Surrogacy) کی طرف لے چلے۔

سروگیسی کیحقیقت، اس کے اسباب ووجوہ، اس کی مختلف صورتیں اور اس کے موہوم فوائد وحقیقیقصانات قرآن وسنت اور حکمت وفلسفہ کی روشنی میں زیر بحث لائے گئے ہیں.

سروگیسی کی تعریف: سروگیسی (Surrogacy) انگریزی لفظ ہے اس کو عربی میں ''تـأجیر الرحم'' اور اردو میں ''بچہ دانی یا کوکھ کرایہ پر لینا کہتے ہیں

تـأجیـر الارحام هو تلقیح ماء رجل بماء امرء ة تلقیحا خارجیا فی وعاء اختبار ثم زرع هذه البویضة الملقحة فی رحم امـرء ـة اخـریٰ تتـطـو ع بـحـمـلـهـا حتی ولادة الجنین او مقابل اجر معین.(مجلة مجمّع الفقه الاسلامی العدد الثانی 516/1) ترجمہ: **تأجیر الرحم**'' ''بچہ دانی یا کوکھ کرایہ پر لینے کا اصطلاحی معنی ہے: مرد کے مادہ منویہ کو عورت کے بیضہ سے ملا کر بیرونی طور

پر ٹسٹ ٹیوب میں بارآور کیا جائے پھر اس بارآور شدہ بیضہ کو عورت کے رحم میں منتقل کیا جائے وہ عورت بچہ جنم دینے تک رضا کارانہ طور پر اس خدمت کے لئے تیار ہو یا کسی متعین اجرت کے عوض.

سروگیسی کا مفہوم:

سروگیسی ایک ایسا معاہدہ ہے کہ جس میں عورت کسی مرد وعورت کے بارآور نطفہ کی پرورش کے لئے اپنی بچہ دانی رضا کارانہ طور پر یا کسی اجرت کے عوض پیش کرنا قبول کرتی ہے۔

سروگیسی کی دوصورتیں ہیں: (1) ہمدردانہ (Altruistic) ورضا کارانہ (Voluntary) ہے، جس میں عورت اس خدمت کے بدلہ کوئی معاوضہ نہیں لیتی، اور (2) تجارتی (Commercial) ہے، جس میں اس عمل کا معاوضہ لیتی ہے۔

یہ عمل اخلاقی اور مذہبی اعتبار سے نہایت گھناؤنا اور قابل مذمت ہے، کوئی بھی مہذب آدمی یا ادنی فہم رکھنے والا شخص رحم اجرت پر حاصل کرنے کو اخلاقی پستی سے تعبیر کرے گا اور اس کو ننگ وعار سمجھے گا۔

مغربی ممالک میں بےلگام عریانیت اور تخریبی ماحول کے باعث بچہ دانی کو کرایہ پر حاصل کرنے کا دستور چل پڑا ہے، اور متحدہ ریاست ہائے امریکہ ودیگر ممالک میں رحم کو کرایہ پر حاصل کرنے کا معاہدہ مشہور تجارتی اگریمنٹ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

سروگیسی کا یہ خلاف فطرت طریقہ مغرب سے مشرقی ممالک میں در آیا ہے اور ہندوستان میں سروگیسی کے ہاسپٹلس قائم ہو چکے ہیں، جن کے پاس سروگیسی کی مذہبی وقانونی گنجائش ہے وہ اپنے مذہب پر عمل کرنے کے پابند ہیں، لیکن مذہب اسلام کی رو سے سروگیسی کا طریقہ اخلاقی گراوٹ اور بےحیائی کی علامت ہے، عریانیت کی دلیل اور غیرت کے خلاف ہے، درندگی وحیوانیت اور فطرت سے بغاوت ہے، کوئی بااخلاق ومہذب مسلم شخص سروگیسی کا طریقہ اختیار نہیں کرسکتا اور نہ کوئی باحیا وغیرت دار مسلمان اپنے لئے سروگیسی کی مدد سے پیدا ہونے والے کسی بچہ کی خواہش رکھے گا۔

سروگیسی کے اسباب ووجوہ:

طبی نقطۂ نظر اور معاشرتی تناظر میں جن اسباب ووجوہ سے لوگ سروگیسی اختیار کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

1) عورت کی بچہ دانی (Uterus) میں کوئی بیماری، عیب یا کمزوری ہے، جس کی وجہ سے وہ حاملہ نہیں ہوسکتی یا مدت حمل مکمل نہیں کرسکتی لیکن اس کی بیضہ دانی (ovary) میں کوئی خرابی نہیں وہ سلامت ہے۔

2) کسی بیماری کی وجہ سے عورت کی بچہ دانی نکال دی گئی ہو لیکن بیضہ دانی میں قوت وصلاحیت ہے۔

3) کسی کمزوری کے باعث حمل میں جنین کی موت واقع ہو رہی ہو یا اسقاط حمل ہو جاتا ہو۔

4) عورت بانجھ ہو اور ٹیسٹ ٹیوب بےبی کے ذریعہ بھی حمل قرار نہیں پا رہا ہے۔

5)عورت کسی بیماری کی وجہ سے مسلسل ایسی دوائیں لیتی ہو جو حمل پر منفی اثر ڈالتی ہیں۔

6)محض مشقت سے بچنے یا حسن و جمال کو برقرار رکھنے کی خاطر استقرار حمل سے عدم دلچسپی۔

ترقی یافتہ دور کی عورتیں مذکورہ اسباب کی بناء پر یا بلا کسی وجہ محض حمل کی مشقت سے بچنے یا حسن و جمال کو برقرار رکھنے کی خاطر دوسری ایسی عورت کے رحم میں بارآور مادہ ڈالتی ہیں جو رقم کے عوض مدت حمل کی تکمیل کرتی ہے اور حمل کی مشقت کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔

سروگیسی کی مجموعی طور پر سات(7)صورتیں:

سروگیسی کی مجموعی طور پر سات(7)صورتیں اختیار کی جاتی ہیں، جو ذیل میں درج کی جارہی ہیں:

1)شوہر کا مادۂ منویہ اور دوسری اجنبی عورت کا بیضہ لے کر خود شوہر کی بیوی کے رحم میں ڈالا جائے۔

2)شوہر کا مادۂ منویہ اور بیوی کا بیضہ لے کر کسی دوسری عورت کے رحم میں ڈالا جائے۔

3) شوہر کا مادۂ منویہ اور اس کی ایک بیوی کا بیضہ لے کر اسکی دوسری بیوی کے رحم میں ڈالا جائے۔

4)کسی اجنبی مرد کا مادۂ منویہ اور بیوی کا بیضہ حاصل کر کے بیوی ہی کے رحم میں ڈالا جائے۔

5)کسی اجنبی مرد کا مادۂ منویہ اور اجنبی عورت کا بیضہ لے کر بیوی کے رحم میں ڈالا جائے۔

6)کسی اجنبی مرد کا مادۂ منویہ اور بیوی کا بیضہ لے کر کسی دوسری اجنبی عورت کے رحم میں ڈالا جائے۔

7)اجنبی مرد کا مادۂ منویہ اور اجنبی عورت کا بیضہ لے کر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل کے بعد کسی اور اجنبی عورت کے رحم میں ڈالا جائے۔

یہ تمام صورتیں قرآن وسنت اور قانون اسلام کی رو سے ناجائز وحرام ہیں۔تفصیلی بحث پیش کرنی کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

سروگیسی میں اجنبی مادوں کا اختلاط زنا کے مترادف

ان صورتوں میں اجنبی مادوں کا اختلاط ہو رہا ہے یا میاں بیوی کا مادہ اجنبی عورت کے رحم میں رکھا جارہا ہے جو از روئے قرآن مجید وحدیث شریف ممنوع ہے، جس طرح اجنبی مرد و عورت کا باہم ازدواجی تعلق قائم کرنا یا دوسرے کی منکوحہ یا معتدہ سے عمل تزویج کرنا' حرام کاری اور زنا ہے' اجنبی مرد و عورت کے مادوں کا اختلاط یا اجنبی عورت کے رحم میں مادہ رکھنا انجام کے لحاظ سے یہی حکم رکھتا ہے، اگرچہ مصنوعی طور پر مادوں کے اس اختلاط کے سبب' زنا کی شرعی حد جاری نہیں کی جائے گی کیونکہ شرعی سزائیں معمولی شبہ کی وجہ ساقط ہوتی ہیں جبکہ اس مصنوعی عمل میں مرد کا اجنبی عورت سے مباشرت اور چھونے کا عمل پایا نہیں جاتا اور نہ اجنبی مرد و عورت ایک دوسرے سے جسمانی طور پر لطف اندوز ہوتے ہیں،لیکن زنا کی مانند اس کے نتائج بھی نقصاندہ وضرر رساں، حیا کی چادر کو تار تار کرنے والے اور نظام نسب کو درہم برہم کرنے والے ہیں۔

جس مرد و عورت کے درمیان مجامعت جائز نہیں ان کے مادوں کو ملانا بھی ناجائز ہے خواہ مرد و عورت کا مادہ ٹسٹ ٹیوب میں ملایا جائے یا مرد کا مادہ عورت کے رحم میں داخل کیا جائے، اسلام کے پاکیزہ قانون نے مرد کیلئے اجنبی عورت کا پس خوردہ پینا مکروہ کہا اس لئے کہ پانی کے

ذریعہ مرد کا لعاب عورت کے لعاب سے مل نہ جائے کہ مرد کو اجنبی عورت کے پس خوردہ سے لذت محسوس ہو، عورت کے بالوں کو ستر کا حصہ قرار دیا اس وجہ سے کہ اجنبی مرد اس کے بال دیکھ کر لطف اندوز نہ ہوجائے، جس قانون میں اجنبی عورت کا پس خوردہ پینا مکروہ اور اسکے بال دیکھنا ممنوع ہو اس پاکیزہ قانون میں اجنبی مرد وعورت کے مادوں کا اختلاط کس درجہ حیا سوز جرم اور کس قدر بدتر گناہ ہوگا، ہر صاحب عقل اس کا بخوبی اندازہ کرسکتا ہے۔

اسلام کے عائلی نظام کی پاکیزگی:

دین اسلام نکاح کو غایت درجہ اہمیت دیتا ہے، نسل انسانی کی افزائش کے لیے نکاح کو منفرد ذریعہ قرار دیتا ہے، اور نکاح کے علاوہ حصولِ اولاد کے باقی تمام ذرائع ممنوع قرار دیتا ہے اور ساری انسانیت کو پابند کیا گیا ہے کہ خالقِ کائنات کی جانب سے متعین کردہ حدود میں رہتے ہوئے حصولِ اولاد کی کوشش کریں اور ان کی خلاف ورزی کی ہرگز کوشش نہ کریں ۔ارشاد باری تعالی ہے:یاأَيّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَ نِسَاءً.(سورۃ النساء) ترجمہ:اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے بہت سے مرد وعورت پیدا کرکے روئے زمین پر پھیلادئے،

اللہ تعالیٰ نے بیویوں کے ساتھ بیٹوں، پوتوں کا ذکر بطور نعمت فرمایا اور جائز بیویوں سے پیدا ہونے والوں کو ہی بیٹے اور پوتے قرار دیا ہے سورۃ النحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ. ترجمہ:اور اللہ نے تم میں سے تمہارے لیے بیویاں بنائیں اور تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے بنائے اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا وہی لوگ انکار کرتے ہیں۔(سورۃ النحل، آیت نمبر:72)

نیز ارشاد الٰہی ہے:وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَصِهْرًا.

ترجمہ:اور وہی ہے جس نے پانی (کی مانند ایک نطفہ) سے آدمی کو پیدا کیا پھر اسے نسب اور سسرالی قرابت والا بنایا۔(سورۃ الفرقان:54)

سروگیسی کی حرمت وممانعت پر قرآن سے استدلال:

ارشاد باری تعالی ہے:نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ.(سورۃ البقرۃ:آیۃ:223) ترجمہ:تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تم جس طرح چاہو اپنی کھیتیوں میں آؤ ۔

یہ بات ہر ذی شعور پر واضح ہے کہ جس طرح اناج اور پیداوار کے لئے زمین پر زراعت کی جاتی ہے اسی طرح بیویوں سے ہی اولاد حاصل کی جائے گی کیوں کہ بیویوں کو اپنے شوہروں کے حق میں بمنزلہ کھیت قرار دیا گیا جس طرح دوسرے کی زمین پر کھیتی کرنا ناجائز ہے، اسی

طرح اپنی منکوحہ یا مملوکہ کے علاوہ کسی اور خاتون کے رحم کو سیراب کرنا، مادہ منویہ اس کی بچہ دانی میں ڈالنا خواہ فطری طریقہ سے ہو یا غیر فطری طریقہ سے یہ بھی ناجائز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کو مؤمن بندوں کی خصوصی صفات میں شمار فرمایا اور ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ .إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ.فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾

ترجمہ: اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اپنی زیردست باندیوں کے، بےشک (ان کے قریب جانے میں) ان پر کوئی ملامت نہیں، پھر جو شخص اس کے علاوہ کسی اور کا طلب گار ہو تو ایسے لوگ ہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ (سورۃ المؤمنون: 5 تا 7)

آیت کریمہ میں شرمگاہوں کی حفاظت فرمایا گیا، جنسی ملاپ نہیں فرمایا گیا، وظیفۂ زوجیت نہیں کہا گیا، اس لئے کہ شرمگاہوں کی حفاظت ایک وسیع مفہوم ہے، اس وسیع مفہوم میں اجنبی عورت سے تعلق وجنسی ملاپ کی ممانعت اور ستر کھولنے سے پرہیز بھی داخل ہے، شرمگاہوں کی حفاظت کے کلمات میں ایسی بلاغت قرآنی ہے کہ سروگیسی جیسے اکیسویں صدی کے جدید مسئلہ میں بھی رہنمائی مل رہی ہے؛ کیونکہ شرمگاہوں کی حفاظت اسی وقت ہوسکتی ہے جب کہ شرمگاہوں کے راستہ سے یا کسی اور غیر فطری طریقہ سے اجنبی کے مادہ کو بچہ دانی میں ڈالنے سے بچایا جائے۔ اس لئے کہ بچہ دانی بھی شرمگاہوں کے مفہوم میں داخل ہے۔

احادیث شریفہ میں شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والوں کے حق میں جنت کی ضمانت وارد ہے، ان نصوص شرعیہ سے یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کے بغیر جنسی عمل نہ کیا جائے اور کوئی غیر فطری طریقہ جیسے: لواطت، مشت زنی وغیرہ کا ارتکاب نہ کیا جائے، اسی طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شرمگاہ کی حفاظت میں مادۂ منویہ کی حفاظت بھی داخل ہے۔ نیز بچہ دانی کرایہ پر دینے کی صورت میں عورت کے حق میں شرمگاہ کی حفاظت متاثر ہوگی۔

سروگیسی کی حرمت وممانعت پر احادیث سے استدلال:

اسلام نے نکاح کے بغیر مرد وعورت کے تعلق کو گناہ قرار دیا اور اس سے رکنے کے لئے تاکیدی ہدایات دیں۔

متعدد احادیث شریفہ میں زنا کاری وبدکاری کی حرمت اور اس کی سنگینی کا بیان ہے، لیکن ذیل میں درج سنن ابوداؤد کی حدیث پاک سروگیسی (Surrogacy) کی ممانعت پر کھلی دلیل ہے، **عن رويفع ابن ثابت الانصاری قال قام فينا خطيبا قال اما انی لا اقول لكم الا ماسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يوم حنين قال لايحل لامری يؤمن بالله واليوم الآخر ان يسقی ماء ه زرع غيره۔**

ترجمہ: حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپ نے غزوہ حنین کے روز فرمایا: اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے شخص کے

لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے پانی سے کسی دوسرے کی کھیتی کو سیراب کرے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی وطء السبایا، حدیث نمبر: 2160)

پانی سے مراد مرد کا نطفہ اور دوسرے کی کھیتی سے مراد دوسرے کی بیوی ہے اس حدیث پاک سے استبراء رحم کا لازمی ہونا معلوم ہوتا ہے، یعنی شوہر سے علیحدگی ہوجانے کے بعد بھی اس کے نطفہ سے رحم کا خالی ہونا یقینی طور پر معلوم کرلیا جانا ضروری ہے، تاہم الفاظِ حدیث کے عموم اور ان کی جامعیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ اپنا نطفہ کسی اجنبی عورت کے رحم میں ڈالے۔ خواہ وہ دوسرے کی منکوحہ ہو یا معتدہ ہو یا مملوکہ یا کوئی اور ہو۔

رحم کرایہ پر دینا اس لئے بھی ناجائز ہوگا کہ یہ عقد ابتداءً اجارہ ہے لیکن انجام ومآل کے اعتبار سے نومولود کی بیع ہے جبکہ آزاد کو بیچنا حرام ہے۔

سروگیسی کی حرمت پر ایک اور حدیث سے اشارہ

سنن نسائی میں حدیث پاک ہے: **ایما امرأة استعطرت فمرت علی قوم لیجدوا ریحها فهی زانیة۔**

ترجمہ: جو کوئی عورت عطر یا کسی بھی قسم کی خوشبو استعمال کر کے کسی قوم کے پاس سے اس لئے گزرے کہ وہ لوگ اُس کی خوشبو سونگھیں تو وہ زنا کرنے والی ہے۔ (سنن نسائی)

جس دین کے شارع نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو کے ساتھ لوگوں کے پاس سے گزرنے والی عورت کو زانیہ قرار دیا ہو اُس دین کے قانون میں کسی عورت کی بچہ دانی کرایہ پر دینے کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے؟

سروگیسی کی حرمت، حدیثی بلاغت، نبوی بصارت:

شرک کے بعد سب سے بڑے گناہ کے سلسلہ میں حدیث پاک ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **ما من ذنب بعد الشرک أعظم عند الله من نطفة وضعها رجل فی رحم لا یحل له .**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے پاس شرک کے بعد کوئی گناہ اس عمل سے بدترین نہیں کہ آدمی نطفہ ایسے رحم میں رکھے جو اس کے لئے حلال نہیں۔ (جامع الاحادیث للسیوطی، حرف المیم، حدیث نمبر: 20456۔ کنز العمال، الباب الثانی فی انواع الحدود، حدیث نمبر: 12994)

زنا کی مذمت میں متعدد احادیث شریفہ موجود ہیں، لیکن اس حدیث پاک میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''نطفہ رکھنے'' کی جو تعبیر ذکر فرمائی ہے اس میں غیر معمولی بلاغت ہے، اس زمانہ میں نطفہ رکھنے کی شکل صرف زنا کی صورت تھی، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوی بصارت سے یہ ملاحظہ فرمارہے تھے کہ آئندہ زمانہ میں لوگ اجنبی عورت کے رحم میں نطفہ رکھیں گے اور بچہ دانی کو سروگیٹ کروائیں گے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرماتے ہوئے ناجائز رحم میں نطفہ رکھنے سے تعبیر فرمایا اور اس کو شرک کے بعد سب سے زیادہ سنگین گناہ قرار دیا۔

سروگیسی فقہی اصول کے خلاف:

سروگیسی اس قاعدۂ فقہیہ کے بھی خلاف ہے: "**درء المفاسد اولی من حلب المصالح**" (**الأشباه والنظائر، ص 113**) یعنی مفاسد وخرابیوں کو دور کرنا مصالح ومنافع کے حصول پر مقدم واولیٰ ہے۔ کیونکہ سروگیسی کے ذریعہ بچہ کا حصول بظاہر ایک منفعت سا لگتا ہے، لیکن اس کے باعث نسب خلط ملط ہوجاتا ہے، یہ ایک خطرناک خرابی ہے، اورنسب کی حفاظت اسلام کے ان پانچ مقاصد میں سے ہے جن کی اسلام نے خصوصی رعایت رکھی ہے۔ لہٰذا جو چیز نسب کو ضائع کرنے کا موجب بنے گی وہ ناجائز وحرام ہوگی، **وکل ما ادی الی ما لایجوز لایجوز** ۔(درمختار)

سروگیسی میں رحم کی دوہری مشغولیت:

شریعت مطہرہ نے مرد کے لیے جائز رکھا کہ وہ نکاح کے ذریعہ عورت سے استمتاع کرے اور ملک بضعہ کا حقدار ہو۔ ملک بضعہ کی وجہ عورت سے جنسی خواہش کی تکمیل اس عورت کے رحم کو مرد کے لیے مشغول کرتی ہے۔ اس طرح ملکِ بضعہ کا حقدار ہونا' رحم کی مشغولیت کا سبب ہے جو نکاح کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور نکاح کے ساتھ ہی عورت کا رحم اپنے شوہر کے لیے اس طرح مشغول ہوتا ہے کہ نہ کسی اور مرد کے لیے استعمال ہوسکتا ہے اور نہ ہی کسی اجنبی نطفہ کے لیے مشغول ہوسکتا ہے، اس کے باوجود اجنبی عورت کے رحم کو کرایہ پر لیا جائے تو رحم کی مشغولیت دوہری ہوجاتی ہے اگر رحم دینے والی عورت (سروگیٹ مدر) غیر شادی شدہ ہو تب بھی کسی مرد کے لیے اس کے رحم سے استفادہ بغیر نکاح کے نہیں ہوسکتا۔

رحم کو کرایہ پر دینا عقل کے بھی خلاف:

جو کام جائز ہے اُس کے لئے اجارہ جائز ہے اور جو عمل جائز نہیں اس کے لئے اجارہ بھی جائز نہیں، جیسے گانے کے لئے کسی مرد یا عورت کو کرایہ پر لینا جائز نہیں، کسی عورت کو جنسی تعلق کے لئے کرایہ پر لینا جائز نہیں، اسی طرح جب کسی عورت کے رحم میں اجنبی مرد کا نطفہ ڈالنا ہی جائز نہیں تو اس ناجائز فعل کے لئے بچہ دانی کرایہ پر لینا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

جفتی کرانے پر اجرت کی ممانعت سے استدلال:

حدیث پاک میں جانوروں کی جفتی کرانے پر اجرت لینے کی ممانعت وارد ہے: **عن ابن عمر رضی الله عنهما قال نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن عسب الفحل .**

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نر کی جفتی پر اجرت لینے سے منع فرمایا۔ (صحیح بخاری، کتاب الاجارۃ، باب عسب الفحل، حدیث نمبر: 2284)

جانوروں میں حلال وحرام کے حوالہ سے نر و مادہ کے درمیان ملاپ کا کوئی قانون وضابطہ مقرر نہیں اس کے باوجود حضرت نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کی جفتی پر اجرت لینے کومنع فرمایا تو عورت کے رحم کو کرایہ پر لینا جبکہ اس سلسلہ میں حدود مقرر کئے گئے ہیں بدرجۂ اَولی درست نہ ہوگا۔

کسی عورت کی بچہ دانی اس کی شرمگاہ کے حکم میں ہے اور شرمگاہوں میں اصل حرمت ہے، جس طرح ایک عورت اپنی شرمگاہ کسی کو کرایہ پر نہیں دے سکتی اسی طرح بچہ دانی بھی کرایہ پر نہیں دے سکتی۔

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں ہے:**قال : ولایجوز اخذ أجرة عسب التیس وھو ان یواجر فحلا لینظر علی اناث لقولہ علیہ السلام ان من السحت عسب التیس. والمراد اخذ الاجرۃ علیہ. ..... قال : ولایجوز الاستیجار علی الغناء والنوح وکذا سائر الملاھی ، لانہ استیجار علی المعصیۃ ، والمعصیۃ لاتستحق بالعقد. (ھدایہ ، کتاب الاجارات)**

رحم کو کرایہ پر دینا از روئے عقل اس لیے بھی درست نہیں کہ انسان کو کسی کام پر بطور اجیر ومزدور لیا جاتا ہے تو وہ اپنے اعضاء سے مفوضہ عمل کرتا اور اجرت کا مستحق ہوتا ہے، جیسے کمپیوٹر کتابت کرنے والا اپنے ہاتھ سے کسب کرتا ہے، حمل ونقل پر مامور اجیر اپنے جوارح کو استعمال کرتا ہے، اس کے برخلاف رحم کرایہ پر دینے والی عورت کا جنین کی پرورش میں کوئی کسب نہیں بلکہ جنین عورت کے رحم میں قدرتی طور پر تکوینی نظام کے تحت پرورش پاتا ہے۔

جیسا کہ حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے مقاصد الاسلام حصہ ہفتم (7) میں تحریر فرمایا: چونکہ رحم کمال درجہ کا مشتاق منی ہوتا ہے، اس لئے فلاسفہ کی ایک قوم نے اس کو حیوان کہا ہے اور رسالۂ تشریح اور افعال اعضاء میں ڈاکٹر غلام حسین صاحب نے لکھا ہے کہ چونکہ رحم کو منی کے کھینچنے کا شوق طبعی ہے۔ اس لیے مجامعت کے وقت عنق الرحم فرج کی طرف مائل ہوجاتا ہے انتہی۔ جب حرکت ارادی اور شوق وغیرہ لوازم حیوانیت رحم میں پائے گئے تو فلاسفہ کی ایک جماعت قائل ہوئی کہ وہ حیوان ہے۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ معدہ وغیرہ بھی غذا کی طرف حرکت کرتے ہیں۔ اور مائل ہوتے ہیں۔ البتہ فرق اس قدر ہے کہ رحم جب دیکھتا ہے کہ اپنا مطلوب دور ہے۔ اور اس کو پہنچانے والا قاصر اور کوتاہ دست ہے تو سبقت کر کے کسی قدر آگے بڑھ جاتا ہے اور اس کو قدم بڑھانے کے لیے راستہ بھی مل جاتا ہے بخلاف معدے کے کہ اس کا مطلوب خود افتاں وخیزاں اس تک پہنچ جاتا ہے (مقاصد الاسلام، حصۂ ہفتم، ص:-80)

بچہ دانی گواہی دے گی کہ مجھے معصیت وگناہ میں استعمال کیا گیا تھا:

رحم کو غلط طریقہ پر دوسرے سے مشغول کرنا ایسا سنگین جرم ہے کہ محشر میں وہ خود صاحب رحم کے حق میں گواہی دے گا کہ مجھے معصیت و گناہ میں استعمال کیا گیا تھا اس پر گفتگو کرتے ہوئے شیخ الاسلام ارشاد فرماتے ہیں:

الغرض کہ جب یہ ثابت ہوا کہ تمام اعضاء حیوان ہیں اور جس طرح گائے ، بکری ، گھوڑے ، کتے ، بلیاں وغیرہ حیوانات اپنے اپنے

فرائض منصبی اور خدمات بیرونی میں مشغول ہیں۔ ویسے ہی یہ حیوانات اندرونی یعنی اعضائے جسم انسانی' خدمات اندرونی میں مشغول ہیں اور اپنے فرائض منصبی سے متعلق ادراکات میں انسان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں تو معلوم ہوا کہ جس طرح حیوانات بیرونی ہماری خدمت گزاری کے لیے متعلق ہیں۔ اسی طرح یہ حیوانات اندرونی بھی متعلق و مامور ہیں۔ اگر ہم صرف اپنی لذتیں حاصل کرنے کی غرض سے خلاف حکم الٰہی ان سے کام لیں تو وہ یہاں فرماں برداری ضرور کریں گے؛ کیونکہ وہ ان کا کام ہے مگر جس روز خدائے تعالیٰ ہم سے سوال کرے گا کہ تم نے ان ناجائز امور میں مدد لی تھی یا نہیں اور ہم اس کا انکار کریں تو ان سے سوال ہوگا کہ فلاں کام میں تم سے اس نے مدد لی تھی یا نہیں اور وہ اصل واقعہ کی خبر ضرور دیں گے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: ویوم یحشر اعداء اللہ' الآیۃ۔ (مقاصد الاسلام، حصہ ہفتم، ص:84-83-80)

سروگیسی کو رضاعت کے مسئلہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں' ایک شبہ کا ازالہ:

سروگیسی کے مسئلہ کو اگر کوئی رضاعت کے مسئلہ پر قیاس کر کے جائز کہے تو ہم کہیں گے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ رضاعت کے جواز پر قرآن وسنت کی نص موجود ہے، علاوہ ازیں رضاعت ایک زندہ وجود کی زندگی کو قائم رکھنے اور اس کی نشو ونما کے لیے شریعت میں مقرر کی گئی ہے، جبکہ سروگیسی میں کسی زندہ وجود کی حفاظت مقصود نہیں بلکہ اس کے ذریعہ ایک نیا وجود تشکیل پاتا ہے، لہٰذا دونوں کے درمیان علت مشترکہ نہیں ہے اس لئے سروگیسی کو رضاعت پر قیاس کرنا درست نہیں بلکہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ (الاشباہ والنظائر، ص107)

رضاعت کی وجہ سے نسب کے مشتبہ ہونے کا کوئی خطرہ نہیں کیونکہ شیر خوار کا نسب تو اپنے ماں باپ سے ثابت رہتا ہے۔ اس کے برخلاف سروگیسی میں اختلاط کے کئی احتمالات ہیں اور عورت شادی شدہ ہونے کی صورت میں اختلاطِ نسب یقینی درجہ میں آجاتا ہے۔

سروگیسی اور نطفوں کا اختلاط:

نسب کی حفاظت بڑی اہمیت کی حامل ہے' یہ وہ امتیازی چیز ہے جس کے ذریعہ انسان، توالد وتناسل میں دیگر حیوانات سے ممتاز ہے۔

اسی وجہ سے شریعت مطہرہ نے عورت کے لئے خلع' طلاق' فسخ نکاح یا وفاتِ شوہر کے فوری بعد دوسرے شخص سے نکاح کرنے کو ممنوع وناجائز قرار دیا اور استبراء رحم کی خاطر اس کے لئے عدت مقرر کی ہے، دوسرے شخص سے نکاح کرنے سے پہلے عدت گزارنے کو لازمی وضروری کہا ہے۔

شریعت مطہرہ نے نسب کو کئی ایک عائلی مسائل واحکام کی بنیاد قرار دیا ہے، نفقہ کا وجوب، وراثت کا حق، ولایت کا حق جیسے اہمیت کے حامل مسائل کا تصفیہ نسب کے معلوم ہونے پر موقوف ومنحصر ہوتا ہے۔

سروگیسی میں جب شوہر کا نطفہ اور بیوی کا بیضہ بارآوری کے بعد دوسری عورت کے رحم میں ڈالا جائے تو وہ عورت شادی شدہ ہوگی یا غیر شادی شدہ، اگر شادی شدہ ہو تو اس کے بطن سے پیدا ہونے والا بچہ کس کا قرار پائے گا؟ اور اگر غیر شادی شدہ ہوگی تو ایسی صورت میں وہ بچہ کس

کی طرف منسوب کیا جائے؟ بہر حال نسب میں اشتباہ واختلاط ہو جانا بھی ایک ایسا مفسدہ ہے کہ جس کو دور کرنا ضروری ہے، لہٰذا اس مفسدہ سے بچنا حصول اولاد کے نفع پر مقدم ہے، بایں وجہ بھی سروگیسی غیر درست ہے۔

شریعت مطہرہ نے نسب کی اہمیت اور اس کی حفاظت وصیانت کی خاطر اس سے متعلق اہم ہدایات دی ہیں، طلاق وخلع کے ذریعہ ازدواجی تعلق منقطع ہونے کے بعد غیر حاملہ عورت کے لیے تین ماہواری گزارنا اور حاملہ عورت کے لیے مدتِ حمل گزارنا ضروری قرار دیا گیا، اس مدت کی تکمیل کے بغیر وہ دوسرے مرد سے نکاح نہیں کرسکتی، نسب کی اہمیت کی وجہ سے لے پالک کو اپنی جانب منسوب کرنے کو ممنوع قرار دیا گیا، باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرنے والوں کے لیے سخت وعید وارد ہے۔

سنن ابوداؤد میں حدیث پاک ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **ایما امرأة ادخلت علی قوم من لیس منهم فلیست من الله فی شیء ولن یدخلها الله جنته وایما رجل جحد ولده وهو ینظر الیه احتجب الله منه و فضحه علی رؤوس الاولین والاخرین یوم القیامة.** (سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب التغلیظ فی الانتفاء، حدیث نمبر:2265)

ترجمہ: جس عورت نے بچہ کو اس قوم میں شامل کیا جس میں سے وہ نہیں تو اللہ تعالی سے اسکا کوئی واسطہ نہیں رہا اور اللہ تعالی اسے جنت میں ہرگز داخل نہیں فرمائیگا جو شخص اپنے بچہ کے نسب کا دیدہ دانستہ انکار کردے تو اللہ تعالی اس کو اپنے دیدار سے محروم کردے گا اور اسے اگلوں اور پچھلوں کے سامنے بروز محشر رسوا کردے گا۔

سنن ابوداؤد میں ایک اور حدیث پاک موجود ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **ومن ادعی ولدا من غیر رشدة فلا یرث ولا یورث.** (سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، حدیث نمبر:2266)۔ ترجمہ: جس نے نکاح کے بغیر بچہ کا دعوی کیا تو وہ بچہ کا وارث نہیں اور نہ بچہ اسکا وارث ہوگا۔

شریعت مطہرہ نے اختلاطِ نطفہ کے احتمال سے بھی محفوظ رکھا جبکہ سروگیسی میں اختلاطِ نطفہ کا احتمال ہوتا ہے، اگر سروگیسی کے لیے شادی شدہ عورت کا رحم استعمال کیا جائے تو بارآوری کے بعد ڈالے گئے نطفہ اور اس عورت کے شوہر کے نطفہ کے درمیان فرق نہیں کیا جاسکتا، معلوم نہیں کہ بیرونی طور پر ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ بارآور انڈا رحم میں کارآمد ہوا یا ضائع ہوگیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس عورت کے شوہر کے نطفہ سے حمل قرار پایا ہو اور اس کے رحم میں داخل کردہ دوسرے کا نطفہ ضائع ہو چکا ہو، ایسی صورت میں سروگیسی کرانے والے زوجین اور رحم دینے والی عورت سب یہی گمان کرتے ہیں کہ نومولود مادۂ منویہ اور بیضہ دینے والے سے پیدا ہوا ہے حالانکہ وہ خود صاحبِ رحم عورت اور اس کے شوہر کے نطفہ سے پیدا ہوا ہو سکتا ہے، اس طرح نطفہ کے اختلاط کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ سروگیسی کی مدت میں صاحب رحم جنم دینے والی عورت کے شوہر کو اس کے ساتھ ہمبستری سے روکا جائے تو ہم کہیں گے کہ یہ شوہر کو ایک جائز حق سے روکنا ہوگا، جو مقتضائے نکاح کے خلاف ہے، بلکہ وظیفۂ زوجیت بیوی کو پاک دامن رکھنے کی خاطر شوہر پر لازم ہے اور اگر زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو باتفاق فقہاء واجب ہے۔

اوراگرسروگیسی کرانے والے زوجین کے بارآور بیضہ سے ہی حمل قرار پائے تب بھی اختلاطِ نسب کا یقین نہ سہی شبہ ضرور باقی رہتا ہے اس لیے کہ استقرارِ حمل کے بعد مدت حمل میں رحم کرایہ پر دینے والی عورت کے ساتھ جب اس کا شوہر ازدواجی عمل کرے گا تو اس کا اثر جنین پر پڑتا ہے، کیونکہ جنین جس طرح حاملہ عورت سے غذا حاصل کرتا ہے اسی طرح مباشرت کی وجہ سے مرد کے مادۂ منویہ سے بھی غذا پاتا ہے کیونکہ ترمذی میں ارشادِ نبوی ہے **من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یسق ماءہ ولد غیرہ** کے الفاظ وارد ہیں یعنی جو شخص اللہ تعالی اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پانی (مادہ منویہ) سے دوسرے کے بچہ کو سیراب نہ کرے۔ (جامع ترمذی، ابواب النکاح، باب جاء فی الرجل یشتری الجاریۃ وھی حامل، حدیث نمبر:1159)

سروگیسی میں دفع ضرر کے لیے ضرر کا حصول:

لاولد زوجین بچہ چاہتے ہیں اولاد نہ ہونے سے فکری اور معاشرتی طور پر پریشان ہیں اس طرح یہ ضرر سے دوچار ہیں؛ لیکن اس ضرر کو دور کرنے کے لیے سروگیسی کا طریقہ اختیار کرنا اور دوسری عورت کے رحم کو استعمال کرنے کے لیے تیار ہوجانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آدمی ایک مصیبت سے بچنے کے لیے دوسری اس سے بڑی مصیبت کو اپنے سر لے لے، کیونکہ سروگیسی کے ذریعہ لاولد زوجین کو بچہ حاصل ہوجائے گا لیکن جس عورت نے حمل کی مشقتوں اور دردِ زہ کی مصیبتوں کو برداشت کیا اسے چند ٹکوں کے علاوہ کچھ حاصل نہیں۔

ضرر سے متعلق ایک اور بات قابل غور ہے کہ بچہ کی پیدائش کے لیے رحم والی عورت اپنے احساسات وجذبات کے ساتھ اس کی حفاظت کرتی ہے، پیدائش کے بعد اس عورت کا نومولود کے ساتھ ٹھیک وہی تعلق ہوتا ہے جو ماں اور بیٹے کے درمیان ہوا کرتا ہے، اگر جنم دینے والی عورت اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور معاہدہ کے مطابق بچہ کو واپس کرنے سے انکار کردے تو یہ کسی مفسدہ سے کم نہیں اور اگر قانونی چارہ جوئی کے بعد جنم دینے والی عورت سے بچہ حاصل کرلیا جائے تو بچہ سے جدائی پر اسے جو تکلیف پہنچے گی وہ اس تکلیف سے زیادہ ہوگی جو لاولد عورت کو بچہ نہ ہونے کی صورت میں تھی، کیونکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غلاموں میں بھی باندی کو اس کے بچہ سے جدا کرنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ پرندوں میں بھی یہی حکم فرمایا۔جیسا کہ جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:**عن ابی ایوب قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من فرق بین الوالدۃ و ولدھا فرق اللہ بینہ و بین احبتہ یوم القیامیۃ.** (جامع ترمذی، ابواب البیوع، باب ماجاء فی کراہیۃ ان یفرق بین الاخوین اوبین الوالدۃ وولدھا فی البیع ،حدیث نمبر:1330)۔

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس نے ماں اور اس کے بچوں کے درمیان جدائی ڈال دی، اللہ تعالی قیامت کے روز اس کے اور اس کے دوستوں کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔

اور سنن ابوداؤد میں حدیث پاک ہے:**عن عبد الرحمن بن عبداللہ عن ابیہ قال کنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر فانطلق لحاجتہ فرأینا حمرۃ معھا فرخان فاخذنا فرخیھا فجائت الحمرۃ فجعلت تفرش فجاء النبی ﷺ فقال : من**

فجع هذه بولدها ردوا ولدها اليها، ورأى قرية نمل قد حرقناها فقال: من حرق هذه؟ قلنا نحن: قال: انه لاينبغي ان يعذب بالنار الارب النار۔(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی کراہیۃ حرق العدو بالنار، حدیث نمبر:2677)۔

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ہم نے اس کے بچے پکڑ لیے تو چڑیا پر بچھانے لگی تو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا: اسے اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے تڑپایا ہے؟ اس کے بچے اسے لوٹا دو اور آپ نے چیونٹیوں کا ایک بل دیکھا جس کو ہم نے جلا دیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اسے کس نے جلایا ہے؛ وہ عرض گزار ہوئے کہ ہم نے فرمایا کہ آگ کے ساتھ عذاب دینا کسی کے لیے مناسب نہیں سوائے آگ کے رب کے۔

ونیز شریعت کا قاعدہ بھی ہے: ''**الضرر لایزال بالضرر** ''ضرر کو ضرر سے دور نہیں کیا جائے گا۔(الاشباہ والنظائر لابن نجیم، ص106)

سروگیسی کے مفاسد میں ایک عظیم مفسدہ اور ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ ماں کا وہ عظیم مقام و مرتبہ جس سے کئی ایک حقوق واحکام متعلق ہیں کس قدر خفیف نظر آتا ہے کہ ایک عورت محض مصنوعی بارآوری اور سروگیسی کے لیے انڈا فراہم کردے اور بچہ کی پیدائش کے لئے اس بچہ کی ماں بن بیٹھے، اس طرح تقدس والا رشتہ اور نہایت عظمت والا تعلق تجارتی بنیادوں پر حاصل ہونے لگے گا دوسری طرف ماں کا مقام بجائے خود ایک تنازع کا شکار ہوگا کہ انڈے والی عورت ماں ہوگی یا رحم والی عورت ماں ہوگی۔

سروگیسی کی مندرجہ ذیل صورتیں اور ان کا حکم :

شوہر کا نطفہ اور بیوی کا بیضہ بارآوری کے بعد دوسری عورت کے رحم میں ڈالا جائے تو اس کی تین صورتیں ہوں گی: (1) وہ عورت شادی شدہ ہوگی (2) یا غیر شادی شدہ (3) یا شوہر کی دوسری بیوی.

(1) اگر (Surrogate) شادی شدہ ہو تو اس کے بطن سے پیدا ہونے والے اس بچہ کا نسب اس surrogate کے شوہر سے ثابت قرار پائے گا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: **الولد للفراش وللعاهر الحجر**، ترجمہ: بچہ صاحب فراش یعنی شوہر سے منسوب ہوتا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔(صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب الولد للفراش حرۃ کانت اوامۃ، حدیث نمبر 6749، صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الولد للفراش وتوقی الشبھات: حدیث نمبر:3686).

2) اور اگر وہ عورت غیر شادی شدہ ہوگی تو ایسی صورت میں بچہ کی نسبت خود اس جنم دینے والی عورت کی طرف کی جائے گی، صاحب نطفہ کی جانب نہیں کیونکہ یہ ناجائز طریقہ سے تولد ہونے والے کے حکم میں ہے اور ناجائز طریقہ سے بچہ تولد ہو تو ایسی صورت میں بچہ صرف ماں کی طرف منسوب ہوتا ہے اس شخص کی طرف اس کی نسبت نہیں کی جاتی جس کے ناجائز نطفہ سے وہ تولد ہوا ہے، نیز غیر شادی شدہ عورت پر بدکاری کا الزام عائد ہوگا کہ یہ نکاح کے بغیر حاملہ ہو چکی ہے اس طرح اس کا کردار داغدار ہوگا۔مذکورہ دونوں صورتوں کا ناجائز ہونا واضح ہے کہ

نطفہ اجنبی کے رحم میں ڈالا جارہا ہے۔

3) اگر خود اس شوہر کی دوسری بیوی کے رحم میں ڈالا جائے تو اس صورت میں بچہ خود جنم دینے والی اور اس کے شوہر کا قرار پائے گا نہ کہ اس کی بیضہ دینے والی بیوی کا۔

سروگیسی کے بعد نومولود کی حقیقی ماں کون؟

یہ ایک اہم سوال ہے کہ کیا نومولود کی ماں وہ عورت ہوگی جس کا انڈا استعمال کیا گیا یا وہ عورت ہوگی جس کے رحم میں بچہ نے پرورش پائی؟ یہ بات تو درست ہے کہ بچہ کی اصل وہ بارآور انڈا ہے جو عورت نے دیا، اس لیے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انڈے والی عورت اس کی ماں قرار پائے لیکن قرآن وسنت میں تعمق نظر سے غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ اس کو اپنے رحم میں پرورش کرنے اور جنم دینے والی عورت شرعی لحاظ سے اس کی ماں قرار پاتی ہے۔

تاہم جس عورت نے انڈا دیا وہ بھی احتیاطی طور پر نومولود پر حرام ہونی چاہئے، کیونکہ شریعت نے دواعیٔ زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت کی چنانچہ شہوت کے ساتھ اجنبی عورت کو چھونے اور فرج داخل کو دیکھنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ﴾ ترجمہ: ان کی مائیں وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا۔ (سورۃ المجادلۃ:2)

ونیز جس کے پیٹ میں بچہ پرورش پاتا ہے اسی کو قرآن نے ماں کہا ہے چنانچہ سورۃ الزمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ، ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ. ترجمہ: وہ تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تمہاری تخلیق فرماتا ہے، ایک تخلیق کے بعد دوسری تخلیق تین تاریکیوں میں، یہی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے، اسی کی سلطنت ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، تو تم کہاں بھٹک رہے ہو.. (سورۃ الزمر، آیت نمبر:6)

جنین ماں سے غذا حاصل کرتا ہوا پرورش پاتا ہے، شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ کی ایک نفیس تحریر:

جنم دینے والی عورت اس لئے بھی نومولود کی ماں ہونی چاہئے کہ صرف انڈے سے بچہ پیدا نہیں ہوتا بلکہ رحم میں بچہ کی نشو ونما، رحم والی عورت کے خون سے ہوتی ہے، بچہ قدرتی اور تکوینی نظام کے تحت رحم والی عورت سے غذا پاتا رہتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

یہ بات باتفاق اطبائے یونانی وڈاکٹری ثابت ہے کہ رحم (Uterus) میں بچہ کی غذا خون حیض (menstrual blood) ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ نے شفا اور قانون میں لکھا ہے کہ حاملہ میں خون حیض کے تین حصے ہوتے ہیں: ایک حصہ بچہ کی غذا میں صرف ہوتا ہے، ایک حصہ پستان کی طرف چڑھتا ہے اور ایک حصہ باقی رہتا ہے جو نفاس میں خارج ہوتا ہے اور لکھا ہے کہ جنین (embryo) کو تین جھلیاں (membranes) گھیری رہتی ہیں۔ ایک مشیمہ یعنے آنول مشیمہ (Placenta) سب پر محیط ہے، یہی جنین کو غذا پہنچانے کا واسطہ ہے۔ کیونکہ ورید (vein) جس کے ذریعہ سے خون تمام بدن میں پہنچتا ہے جنین کے جگر (fetal liver) سے ناف تک آتی ہے۔ پھر ناف

سے نکل کر دو، وریدیں ہو جاتی ہیں۔ اور یہ دونوں وریدیں آنول میں پہنچتی ہیں۔ اوران کی انتہاان رگوں کے منہ پر ہوتی ہے، جورحم میں ہیں، اور شریان (artery) بھی ناف ہی کے ذریعہ سے جنین میں جاتی ہے۔ یہ قانون کا ماحصل ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ رحم کی رگوں میں جوخون آتا ہے وہ بذریعۂ اَوردَہ بچہ کے جگر میں پہنچتا ہے، وہی اس کی غذا اور باعث حیات ہے۔ اگر یہ خون وہاں نہ پہونچ سکے تو جنین ہلاک ہو جائے۔ رسالۂ جنین میں لکھا ہے کہ آنول کے دو حصے ہوتے ہیں: ایک زچہ کے ساتھ علاقہ رکھتا ہے(maternal part) اور دوسرا جنین کے ساتھ(fetal part) جوحصہ زچّہ کے ساتھ علاقہ رکھتا ہے وہ اسفنج کی طرح خانہ دار بناوٹ کا ہے، اوراسمیں اَوردہ اور شرائین بھرے ہوئے ہیں اور جوحصہ جنین سے متعلق ہے وہ ناف کی رگوں اور شریانوں کی شاخوں سے بن گیا ہے۔ نال(Umbilical Cord) ایک رسّی کی سی چیز ہے۔ چونکہ جنین اور آنول کے درمیان پھیلنے والی رگ اور شریانوں سے بنی ہے۔ اور یہ اکثر آنول کے بیچوں بیچ سے اگنی شروع ہوکر جنین کے ناف پر جاکر تمام ہوتی ہے۔ اوراس کی ساخت میں ناف کی دوشریان اور ایک رگ (Umbilical arteries and Umbilical Vein) ہے۔ انھیں دوشریان کے وسیلۂ جنین کے اس ورید میں جو پیروں کی جانب اُتری ہے آنتوں کے حصوں میں خون پہنچتا ہے۔ اوراسی رگ کے ذریعہ وہ خون پھرلوٹ کرجنین کے بدن میں جاتا ہے۔(مقاصدالاسلام ج: یازدہم، ص: 49، 50)

نسب کے بارے میں حدیث شریف سے استدلال:

جس عورت کا انڈا استعمال کیا گیا ہے سائنسی اعتبار سے وہی نومولود کی ماں قرار پاتی ہے کیونکہ انڈا بچہ کی اصل ہے۔ اور جس نے بچہ کوجنم دیا اس کے جسم سے بارآور نطفہ کو غذائیت ملی، اس کے رحم میں بچہ تشکیل پایا، اسی کے بطن سے پیدا ہوا اس حیثیت سے باعتبار حس ومشاہدہ جنم دینے والی عورت ماں قرار پاتی ہے، لیکن نومولود کو کسی کی طرف منسوب کرنے کے لیے سائنسی نقطۂ نظر یا حس ومشاہدہ ازروئے شریعت فیصلہ کن نہیں ہوتے بلکہ اس سلسلہ میں شرعی دلائل درکار ہیں، ان دلائل وبینات شرعیہ کا جائزہ لینے کے بعد جس کی بنیاد پر اسلام میں نسب ثابت ہوتا ہے اگر کوئی شخص کسی شادی شدہ عورت سے خدانا خواستہ زنا کرلے تو اس کے نطفہ سے پیدا ہونے والا بچہ شرعاً زانی کی طرف منسوب نہ ہوگا جیسا کہ سنن ابوداؤد شریف میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "**فانہ لایلحق بہ ولا یرث**" ترجمہ: لڑکا زانی کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کا وارث ہوگا۔(سنن ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب فی ادعاء ولدالزنا، حدیث نمبر: 2267)۔

نیز سنن ابن ماجہ میں حدیث پاک ہے: "**فھو ولد زنا لاھل امہ من کانوا**" ترجمہ: وہ ولدالزنا ہے جو اپنی ماں کے خاندان سے منسوب ہوگا وہ جو بھی ہوں۔(سنن ابن ماجہ، ابواب الفرائض، باب فی ادعاء الولد، حدیث نمبر: 2851)۔

اگر مزنیہ غیر شادی شدہ ہو تب بھی بچہ کی نسبت زانی کی طرف نہیں کی جائے گی بلکہ بچہ مزنیہ کی جانب منسوب ہوگا حالانکہ زانی اور مزنیہ کے ناجائز طریقہ سے جنسی عمل کے بغیر بچہ کی پیدائش نہیں ہوسکتی تھی اور نومولود کی اصل زانی کا نطفہ ہے؛ اس کے باوجود شریعت اسلامیہ نے نسب کا تقدس قائم رکھنے کے لئے زانی کو باپ نہیں قرار دیا۔

اسلام کے ان مسلمہ اصول سے معلوم ہوتا ہے کہ ثبوت نسب میں قرائن کا اعتبار نہیں کیا جاتا بالخصوص فراش صحیح یعنی نکاح کی صورت میں

بچہ صاحب فراش (شوہر) کا ہوگا۔لہٰذا رحم کرایہ پر دینے کی صورت میں جنم دینے والی عورت ماں قرار پاتی ہے۔اب رہا انڈے والی عورت تو وہ سائنسی اعتبار سے ماں کہلاتی ہے لیکن شرعی اعتبار سے حقیقی ماں نہیں کہلائی گی ؛البتہ انڈے والی عورت کے درمیان اور نومولود کے درمیان بطور احتیاط نکاح اور متعلقات نکاح سے احتراز کیا جائے گا۔خلاصہ یہ ہے کہ جنم دینے والی عورت ماں قرار پائے گی اور وراثت' حضانت وغیرہ کے احکام جنم دینے والی ماں سے متعلق ہوں گے،اور انڈے والی عورت سے نومولود کا نکاح درست نہیں رہے گا۔

بچہ کا نسب جس سے ثابت ہوگا ظاہر ہے وہ بچہ کا باپ قرار پائے گا،اس شخص کو باپ کی حیثیت سے بچہ پر ولایت حاصل رہے گی،اس کے اور بچہ کے درمیان وراثت جاری ہوگی اور اس کے اعتبار سے حرمت نکاح ثابت ہوگی،نیز صاحب نطفہ سے بطور احتیاط نکاح ومتعلقات سے احتراز کرنا چاہئے۔

اس بچہ کی ولادت میں جس اجنبی عورت کا بیضہ لیا گیا وہ اس کی ماں تو نہ ہوگی تاہم احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ بچہ کے لیے اس عورت سے نکاح کا رشتہ قائم نہ کیا جائے،دیگر ناجائز صورتوں میں بھی یہی احکام ہوں گے،اجنبی مرد جس کا نطفہ لیا گیا،اجنبی عورت جس کا بیضہ لیا گیا،ان سے نسب ثابت نہ ہوگا جیسا کہ معلوم ہوا لیکن بر بناء احتیاط نکاح ومتعلقات نکاح سے احتراز کرنا چاہئے۔

سروگیسی کے نام پر غربت کا استحصال مقام غور ولمحہ فکر:

سروگیسی کی حرمت وممانعت اور متعلقہ احکام پر گفتگو کے بعد اختتامیہ کے بطور ایک آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے مقالہ کو ختم کررہا ہوں.

سورۃ النور میں ارشاد الٰہی ہے: وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. ترجمہ:اور تم دنیوی زندگی کا فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ خود بھی پاک دامن رہنا چاہتی ہوں۔(سورۃ النور،آیت نمبر:33)

اپنی شرعی باندیوں کے رحم میں کسی غیر کا نطفہ داخل کیا جائے اور اس بدکاری کو کمائی کا ذریعہ بنایا جائے' قرآن اس کو بھی ممنوع قرار دیتا ہے، تو مقام غور اور لمحہ فکر ہے کہ پاکدامنی کے ساتھ جینے والی عورتوں کی غربت کا استحصال کرتے ہوئے ان کے رحم میں کسی غیر کا نطفہ داخل کیا جائے اور پوری تکلیف سہ کر بچہ جنم دینے کے بعد چند روپئے دے کر ان کی گود سے بچہ کو چھین لیا جائے اس کو مذہب مہذب دین اسلام کیسے گوارا کرسکتا ہے

الغرض سروگیسی عریانیت پسند فکر کی عکاسی کرتی ہے اصول شریعت ومقاصد اسلام سے ٹکراتی ہے،کئی ایک مفاسد کا سبب ہے،حفاظت نسب میں بڑی حد تک خلل انداز ہے،بے ستری وبے حیائی کا باعث ہے۔ان تمام خرابیوں کی بناء پر سروگیسی ناجائز وحرام ہے جس سے اجتناب وگریز ناگزیر ہے،اسلام جیسے پاکیزہ دین میں اس کی گنجائش نہیں ہوسکتی؛ بلکہ اس کو خفی زنا سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین .

☆☆☆

کلوننگ اوراس کی شرعی حیثیت

مولانا ڈاکٹر حافظ سید بدیع الدین صابری صاحب

پروفیسر وصدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ

''کلوننگ حقیقی معنیٰ میں تخلیق نہیں اور وہ خدائی قدرت اور اختیارات کے لئے کوئی چیلنج نہیں کیونکہ انسان وہی کیمیائی اور جنیناتی عمل اختیار کرتا ہے جو اللہ نے جسم انسانی میں پیدا فرمایا ہے۔ حیوانی یا انسانی کلوننگ کی جدید ٹیکنالوجی (Cell) خلیے کے بغیر ممکن نہیں اور خلیہ ''اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے انسان کی نہیں' آج تک سائنس داں خلیہ پیدا نہیں کرسکے اور نہ آئندہ کرسکیں گے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیے میں ترکیب دے سکتے ہیں مثلاً اس میں سے کوئی جین نکال کر دوسرا جین داخل کردیں وغیرہ۔ خلیہ تو بڑی بات ہے موجودہ صدی کے سائنس داں مادے کا چھوٹے سے چھوٹے ذرہ جوہر (Atom) بھی پیدا نہیں کرسکتے۔''

سائنسی انکشافات وایجادات نے انسان کے لئے جہاں بیشتر آسانیاں فراہم کی ہیں وہیں کچھ غیر فطری طور وطریقہ کو ایجاد کرکے نت نئے مسائل کو بھی جنم دیا ہے۔ ان نازک وحساس مسائل میں ایک کلوننگ کا مسئلہ ہے۔

جب فبروری 1997 میں روزلن انسٹی ٹیوٹ امریکہ کے سائنس دانوں نے (جس کے سربراہ ڈاکٹر آیان ولموٹ تھے) کلوننگ کے ذریعہ ''ڈولی'' نامی بھیڑ کو تیار کیا۔ مارچ 1997 میں اوریگون کے سائنسداں والف نے دو بندر ''نیتی'' اور ''دتو'' کو تیار کیا اور ڈسمبر 2002ء امریکی کلوننگ کمپنی ''کلونیڈ'' نے متنازع Eve یعنی ''حوا'' نامی کلون بے بی کی پیدائش کا اعلان کیا تو بعض قران وحدیث سے لاعلم اشخاص یہ خیال کرنے لگے کہ یہ تخلیق ربانی کے مترادف ہے اور کئی مسائل کا دروازہ کھل گیا۔

اہل علم کے نزدیک یہ امر مسلم ہے سائنس خالق نہیں بلکہ کاشف ہے' سائنس کا کام حقائق اشیاء کو جاننے کی کوشش کرنا اور بقدر طاقت بشری معرفت حاصل کرنا ہے' کونسی چیز کس طرح پیدا کی گئی ہے کس حالت میں ہے اوراس میں کس طرح تغیرات وتبدیلیاں آئی ہیں' عادت الٰہی یہ ہے کہ وہ اسباب کے ساتھ مسبب کو مربوط کرتی ہے۔ سائنس دراصل اس سبب اور مسبب کے رشتہ کی تحقیق کرتی ہے کہ کس سبب سے کونسا نتیجہ نکلا ہے۔

خلق وتخلیق کا حقیقی معنی کسی چیز کو ازسرنو بغیر کسی سابقہ مادہ کی مدد سے پیدا کرنا ہے جو صرف اللہ سبحان وتعالیٰ کی مخصوص صفت ہے۔اور یہ ہمارا بنیادی عقیدہ ہے کہ تمام خلائق وموجودات کو پیدا کرنے والا اور وجود بخشنے والا اللہ وحدہ ہے اور ارشاد خداوندی ہے''**قل اللّٰہ خالق کل شئ وھو الواحد القھار**' '(رعد:16)(تم کہد و اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے۔اور ارشاد فرمایا:'' **افرأیتم ما تمنون أ أ نتم تخلقونہ ام نحن الخالقون** ''(الواقعہ:58 ,59) بھلا بتاؤ وہ منی جو تم گراتے ہو کیا تم اس کو (آدمی کو) بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں‘ قدرت خلق اللہ ہی کے لئے ہے۔:ارشاد ربانی ہے:''**الا لہ الخلق و الامر** ''(اعراف:54) سنو! پیدا کرنا اور حکم دینا اس کا کام ہے۔اگر دنیا کے تمام سائنس دان اور ماہرین جمع ہو جائیں اور اپنی تمام تر کوششیں صرف کردیں تب بھی ایک ادنیٰ سی مکھی پیدا نہیں کر سکتے ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**لن یخلقوا ذبابًا و لو اجتمعوا لہ** (الحج:73)

کلوننگ کی تعریف اور اس کے عمل کو سمجھنے سے پہلے سائنسی تحقیق کی روشنی میں تخلیقی مراحل کی وضاحت ضروری ہے۔

ہر جاندار کا جسم بہت چھوٹے چھوٹے اکائیوں سے بنا ہوا ہے جن کو ہم سائنسی اصطلاح میں Cells (خلیے) کہتے ہیں۔Cell (سیل) کی حیثیت ہمارے جسم میں وہی ہے جو ایک اینٹ کی حیثیت ہے۔اینٹیں اکٹھی ہو کر دیوار بناتی ہیں اسی طرح ہمارے جسم میں Cell اکھٹے ہو کر جسم بناتے ہیں‘ ان سیلس (خلیوں) کی بنیادی جسامت اس قدر باریک اور چھوٹی ہوتی ہیں کہ ایک آلپن جسے ہم کاغذ میں لگاتے ہیں اس کی نوک یعنی Pin head پر تقریباً بیس ہزار خلیے (Cells) آسانی سے بیٹھ سکتے ہیں۔ایسے کروڑوں اور اربوں اور کھربوں ملین سیلس ہمارے جسم میں موجود ہیں۔

ہر Cell (سیل) کے اندر ایک مرکزہ ہوتا ہے گول گیند کی طرح جسے Nucleus (نیوکلیس) کہا جاتا ہے جس کی مثال کسی پھل کے بیج کی طرح ہے جو بنیادی مرکز کا کام کرتا ہے۔اس نیوکلس کے اندر کچھ اجسام ہوتے ہیں جنہیں Chromosom (کروموزوم) کہا جاتا ہے جو جال کی شکل میں ایک دوسرے سے مربوط ہوتے ہیں۔یہ بات قابل غور ہے ایک Pinhead (پن ہیڈ) پر خلیے بیس ہزار تک ہو سکتے ہیں تو ان کے اندر جو عضلات ہیں ان کی جسامت کس قدر چھوٹی ہوگی جنہیں دیکھنے کے لئے مخصوص قسم کے پیمانے اور اسکیلس ایجاد کئے گئے ہیں۔ان کی کارکردگی اتنی زبردست نظم کے ساتھ قدرت کے کارخانہ کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتی انسان ایسی باریک وپیچیدہ مشین بنانے سے عاجز ہے۔

نیوکلیس میں پائے جانے والے کروموزمس ہمیشہ جوڑوں کی شکل میں رہتے ہیں اور وہ دونوں جوڑے ایک جیسے ہوتے ہیں اس لئے بہت اعضاء انسان کو دو دو عطا کئے گئے ہیں ہر کروموزوم کے اندر ایک مخصوص کیمیائی مادہ ہوتا ہے جسے DNA (ڈی این اے) کہا جاتا ہے جسم انسانی میں اس کی مقدار ایک چائے کے چمچے کے برابر ہوتی ہے۔

اس کرۂ ارض پر موجود ہر جاندار کی کے لئے قدرت کی عطا کردہ مخصوص ہدایات خلیوں (Cells) کے مرکزی حصے نیوکلیس میں بند ڈی این اے (DNA) کے شکل میں محفوظ ہوتی ہیں۔یہ ساری معلومات مثلاً کسی بچے کا رنگ کیسا ہوگا بالوں کا رنگ کیسا ہوگا‘ آنکھوں کا رنگ کیسا ہوگا

دانت کیسے ہوں گے جسمانی ساخت کیسے ہوگی ؟ وغیرہ وغیرہ' اس DNA میں جینیاتی کوڈ ہوتا ہے جس کو ہم جینیاتی راز کہہ سکتے ہیں ' وہ درحقیقت ایک رواثتی کوڈ ہے جو خلیے کی تقسیم کے ذریعہ نسل درنسل منتقل ہوتا رہتا ہے اسی لئے اس کو خلیہ (Cell) کا کنٹرول روم کہتے ہیں۔

ہر سیل کے مرکزہ نیوکلیس میں تیئیس 23 جوڑے جملہ چھیالیس کروموزومس ہوتے ہیں یہ چھیالیس کروموزوم میں تمام اعضاء وصفات کے حامل ہوتے ہیں گویا ایک نیوکلیس کے اندر ایک مکمل جاندار پوشیدہ ہے' ایک جاندار کے جسم کے کسی حصہ کا خلیہ اپنے مقام سے علیحدہ ہوکر ایک دو دو سے چار ترقی کرتے ہوئے بے شمار خلیوں میں تبدیل ہوجاتا ہے اور ان میں کا ہر خلیہ' 46 کروموزوم کا حامل ہوتا ہے لیکن جنسی خلیوں کا معاملہ جسم کے دوسرے خلیوں سے جداگانہ ہوتا ہے۔ نر کے مادہ منویہ کے خلیہ میں 23 کروموزوم ہوتے ہیں اور مادہ کے انڈے میں بھی صرف 23 کروموزوم ہوتے ہیں جب مادہ منویہ انڈے سے ملکر بارآور ہوجاتا ہے تو وہ دونوں کے امتزاج سے 46 کروموزومس پر مشتمل ایک مستقل جنسی خلیہ تیار ہوتا ہے یہ بارآور انڈا اپنی تقسیم شروع کرتا ہے اور ایک سے دو دو سے چار چار سے آٹھ اسطرح خلیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ پھر یہ خلیے مختلف سمتوں میں مختلف اعمال کی طرف بڑھ کر آنتوں' ہڈیوں' اعصاب اور دیگر اعضاء کی تشکیل کا کام انجام دینے لگتے ہیں۔ اور ہر خلیہ اپنا کام کرتا ہے اور حکم الٰہی سے اس کے باقی کروموزوم خود بخود خاموش ہوجاتے ہیں۔ اس مرحلہ کو ''مرحلہ تمایز'' کہتے ہیں یہاں سے جنین کی تشکیل کا آغاز ہوتا ہے۔ جو رحم (بچہ دانی) میں اپنی مدت مکمل کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم سے وجود میں آتا ہے۔

جسم انسانی میں Cell جس کو زندگی کا بنیادی یونٹ کہا جاتا ہے اس کی کارکردگی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ ہر خلیے کو خاص کام سونپا گیا ہے جو اسے کرنا ہے۔ انسان کی جلد کی مرمت کیسے کرنی ہے؟ کونسی پروٹین بنانی ہیں وغیرہ۔

خلیے کروموزومس اور ڈی این اے ان سب کی کارکردگی ہماری جانوں میں قدرت کی نشانیاں ہیں' ایسا نازک ترین نظام خالق کائنات ہی پیدا کرسکتا ہے۔ یہ نظام حقیقت میں نگاہوں کے لئے حق شناس کا عظیم ذریعہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''**سنریھم اٰیتنا فی الافاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق**'' (السجدہ:53) ہم انہیں عنقریب اپنی نشانیاں دنیا میں اور خود ان کی جانوں میں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہوجائے کہ (قرآن یا اسلام) حق ہے۔

کلوننگ کی تعریف: کلوننگ Cloning انگریزی کا لفظ ہے جو یونانی لفظ Klon سے مشتق ہے جس کے معنی شاخ یا ہم شکل یا ہم شبیہ کے ہیں' عربی کلوننگ کے لئے لفظ (استنساخ) استعمال کیا جاتا ہے جس کا معنیٰ فوٹو کاپی یا نقل کرنے کے ہیں۔ کلوننگ یعنی نقل تیار کرنا یہ عمل نباتات میں زمانہ قدیم سے سے چلا آرہا ہے ایک درخت کی شاخ کاٹ کر اسی میں جوڑ دی جائے یا دوسرے درخت کی شاخ کاٹ کر اس میں جوڑ دی جائے تو ایک نیا درخت وجود میں آتا ہے جس کو قلم بنانا کہا جاتا ہے۔ کھجور کے درختوں میں یہ عمل باقاعدہ کیا جاتا تھا۔ اس کا ارشارہ حدیث شریف میں (تلقیح) کے نام سے ملتا ہے۔ بیسویں (۲۰) صدی کے نصف اخیر میں جانداروں میں کلوننگ کے تجربات کا آغاز ہوا' جانداروں میں کلوننگ کا معنی یہ ہے کہ جسمانی خلیہ کے نیوکلیس کو بغیر نیوکلیس والے انڈے میں منتقل کیا جاتا ہے' وہ دونوں مل کر ایک مکمل Cell نفس واحدہ کی طرح

بن جاتا ہے جومکمل موروثی تھیلی(Genetic Pocket) پر مشتمل ہوتی ہے۔اور تقسیم کی بھی صلاحیت رکھتی ہے اگر اس خلیہ (Cell) کو مادہ کے رحم میں منتقل کر دیا جائے تو وہ پرورش پانے اور مکمل ہونے لگتا ہے اور بحکم خداوندی مکمل مخلوق کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔کلوننگ کے مختصر معنی یہ ہے کہ کسی مخلوق کے جسم سے غیر جنسی (Non Sexual) اجزاء کو نکال کر بغیر کسی جنسی ملاپ کے اسی کے مشابہ دوسری مخلوق تیار کیا جائے' فطری اور قدرتی طور پر جڑواں بچوں کی پیدائش کلوننگ سے قریب عمدہ مثال ہے جو زمانہ دراز تک ایک دوسرے کی ہو بہو فوٹو کاپی ہوتے ہیں۔

کلوننگ کی بعض صورتوں میں مردانہ خلیہ کی بھی ضرورت نہیں یہ خلیہ اسی عورت کے جسم کے کسی حصہ کا ہوسکتا ہے جس سے بیضہ لیا گیا۔لیکن لڑکا پیدا کرنے کی صلاحیت صرف مردانہ خلیوں کے کروموزومس میں ہی ہوتی ہے۔

کلوننگ کے اقسام: سائنسی اعتبار سے کلوننگ کی تین قسمیں ہیں۔

ا) کلوننگ کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ جب مادۂ منویہ اور انڈا باہم ملکر بارآور ہوتے ہیں تو انڈے کی دیوار پھٹ جاتی ہے اور یہ بارآور انڈا منقسم ہونا شروع کر دیتا ہے۔اور یہ فطری اور قدرتی عمل ہے اگر اس میں تصرف کرتے ہوئے مصنوعی طور پر اس دیوار کو دوبارہ جوڑ دیا جائے تو تقسیم شدہ دونوں خلیے اپنی اپنی جگہ (Mother Cell) یعنی خلیہ ام کی حیثیت کے حامل ہوجاتے ہیں اور ہر ایک مستقل جنین کی شکل اختیار کر لیتا ہے ایک ہی انڈے سے نکلنے کی وجہ سے دو مخلوق کی ایک دوسرے کی مشابہ ہوتی ہے' فطری طور پر جڑواں بچوں کی پیدائش میں یہی عمل ہوتا ہے جو کسی وجہ سے رحم کے اندر موجود انڈے کی تقسیم نامکمل رہ جانے کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

اسی تیکنک کے ذریعہ اور ریگن یونیورسٹی امریکہ میں دو بندروں کو تیار کیا گیا اس قسم کی کلوننگ کو عرب الاستتآم (جو توأم یعنی جڑواں) استنساخ بالتشطیر'' کا نام دیتے ہیں اور انگریزی میں (امبرائے کلوننگ)Embryo Coloning کہتے ہیں۔

۲۔دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مونث (مادہ) کے انڈے کے نیوکلیس یعنی مرکزہ کو نکال کر جسم کے کسی خلیہ Cell کو لے کر اس کے نیوکلیس کو اس خالی انڈے میں داخل کر دیا جاتا ہے۔

فطری طور پر جنسی عمل میں مادہ منویہ کے 23 اور انڈے کی 23 کروزوم ملکر 46 کروموزومس پر مشتمل ایک مکمل خلیہ بنتا ہے اس لئے اس کے جنین میں کچھ صفات مادہ منویہ اور کچھ صفات انڈے سے آتی ہے لیکن کلوننگ کے اس غیر فطری طریقہ میں 46 کروموزومس صرف اس کے ہوتے ہیں جو جسم کے کسی خلیہ سے نکالا گیا ہو۔لہذا جس کا خلیہ لے کر انڈے میں ڈالا جائے گا جنین مکمل اس کے مشابہ ہوگا یعنی مادہ کا خلیہ ڈالکر مادہ جیسی اور نر کا خلیہ ڈالکر نر جیسی مخلوق تیار کی جاتی ہے۔اسی تیکنک کے ذریعہ Dolly نامی بھیڑ کی پیدائش عمل میں آئی۔ایک چھ سالہ بھیڑ کے تن سے خلیہ لے کر اس کا نیوکلیس نکالا گیا اور دوسری بھیڑ کا انڈا لے کر اس کے نیوکلیس کو شعاعوں کے ذریعہ ختم کر دیا گیا پھر بجلی کا خفیف شاک لگایا گیا اور اس کے اندر تقسیم کا عمل شروع ہو گیا اب اسے تیسری بھیڑ کے رحم میں ڈالا گیا۔ جہاں طبعی طور پر پرورش پا کر بھیڑ پیدا ہوئی جو تھن والی بھیڑ کے مشابہ تھی اسے استنساخ حیوانیAdult DAN Cloning کہا جاتا ہے۔

۳۔تیسرا طریقہ Therapeuitic Cloning (تھیراپیٹک کلوننگ)۔یعنی استنساخ جینی کا ہے جین (Gene) ان چھوٹے دانوں کو کہتے ہیں جن کا سلسلہ کروموزومس کہلاتا ہے یہی جین انسان کی صفت' مرض یا دیگر خصوصیات کے ذمہ دار ہوتے ہیں ۔اگر کوئی جین کسی مرض کا شکار ہے تو اسے ہٹا کر صحتمند جین لگا کر مرض سے نجات حاصل کی جاتی ہے کینسر وغیرہ جیسے موذی امراض سے نجات دلائی جاسکتی ہے اسی تیکنک کے ذریعہ بانجھ پن کے مشکلات پر قابو پیا جاسکتا ہے۔

سائنسدانوں نے جانوروں کی کلوننگ کے بعد انسانی کلوننگ کا دعویٰ کیا یہ دعویٰ مشکوک ومشتبہ ہے فرانسیسی سائنسدان پروفیسر بری گیٹی بائسلیر نے فلوریڈا کے ایک کانفرنس میں 2002 میں ترقی پذیر دنیا کے پہلے کلون بے بی کی پیدائش کا اعلان کیا جس کا نام Eve یعنی حوا رکھا گیا

انسانی کلوننگ ڈولی نامی بھیڑ کی کلوننگ سے بھی بہت مشکل ترین مسئلہ ہے ڈولی کی کامیابی 277 تجربات کی ناکامی کے بعد حاصل ہوئی اس کلوننگ کے دوران تقریباً سات سو (700) مادہ بیضوں (انڈوں) سے تجربات شروع کئے گئے تھے اور تین بھیڑوں کو استعمال کیا گیا یقیناً انسانی کلوننگ میں اس سے زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔یہ اخلاقی اور دینی دونوں اعتبار سے خطرناک عمل ہے۔

کلوننگ اور اخلاقیات کے ماہر ڈاکٹر پیٹرک ڈکس نے کہا کہ کلوننگ کے ذریعہ انسانی پیدائش دولت وشہرت کے حصول کے لئے جاری ہے انہوں نے مزید کہا کہ کلوننگ کے ذریعہ جو بھی بچہ پیدا ہوگا وہ نہ صرف لاغر و بیمار ہوگا بلکہ مستقل جذباتی دباؤ کا بھی شکار ہوگا۔جبکہ دنیا کے اکثر سائنسدانوں نے Eve حوا کی پیدائش پر شبہ ظاہر کیا کیونکہ کلونیڈ کمپنی اس کا کوئی جینٹک ثبوت نہیں پیش کرسکی اور یہ شہرت کی شاطرانہ چال ہے ورنہ کمپنی خالی اعلان کے بجائے ماں اور بچی کا DNA ٹسٹ پیش کرتی (کلوننگ اور اسلام' مفتی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی) امریکہ کے صدر جارج ڈبلیو بش نے کلوننگ کو انسانی وقار کی توہین اور ایک غیر انسانی فعل قرار دیتے ہوئے کہا کہ وہ اس پر پابندی عائد کرنے سے متعلق قانون سازی کی بھرپور حمایت کرنے والوں میں تھے۔

فرانس کے صدر جیک شیراک نے کلوننگ کو بھیانک جرم قرار دیتے ہوئے کہا کہ ایک ناپاک تصور ہے۔ویٹکین سٹی کے کیتھولک چرچ کے ایک پریس ریلیز میں کہا گیا کہ کلوننگ کا عمل بیمار ذہن کی عکاسی کرتا ہے اور اخلاقی اصولوں کے خلاف اور غیر انسانی ہے۔

جامعۃ الازہر کے انتظامیہ نے متفقہ طور پر قرار دیا ہے کہ اسلام میں کلوننگ کی اجازت نہیں اس پر فی الفور پابندی عائد کی جائے۔قطر کے مفتی شیخ یوسف القرضاوی نے کہا کہ اسلام کلوننگ پر پابندی لگاتا ہے کیونکہ یہ تخلیق کے تنوع کے متضاد ہے اللہ نے کائنات تنوع کی بنیاد پر بنائی اور کلوننگ سے یہ تنوع ختم ہوجائے گا جو انسان کے ساتھ بڑی زیادتی ہوگی۔

کلوننگ کے منفی اثرات: ۱) اولاد کی پیدائش میں کلوننگ کے ذریعہ سے اب کوئی ایسا عمل جس میں شوہر اور بیوی کے علاوہ کسی تیسرے مرد وعورت کی شمولیت اسلامی نقطہ نظر سے حرام ہے۔

۲۔انسانی کلوننگ سے شادی کے نظام کو بڑا دھکا پہنچے گا' میاں بیوی اور آپسی رشتہ داریوں اور پیار ومحبت کا نظام ناپید ہوجائے گا۔

۳۔کلوننگ قدرتی نظام کے موجود توازن کے بگاڑ کا سبب ہے کلوننگ سے نسب کا تصور ختم ہوجاتا ہے جو نکاح کی اہم غرض ہے

۴۔کلوننگ سے پیدا شدہ بچہ اپنی شناخت سے محروم ہوگا اور والدین کی شفقت سے محروم ہوگا اور متعدد نفسیاتی مشکلات سے دوچار ہوگا۔

۵۔ پیدا ہونے والے بچہ کی قانونی حیثیت کیا ہوگی پیدا ہونے والے بچہ کا رشتہ جس کی نقل تیار کی گئی ہے یہ بچہ اس کا بھائی ہوگا یا نہیں ہوگا صاحب خلیہ اور صاحب حمل سے کیا رشتہ ہوگا۔ پھر جس کے بطن سے وہ جنم لے گا وہ عورت اس کی کیا ہوگی اگر جسمانی خلیہ بھی اسی عورت کا ہوگا تو پھر وہ بچہ اس کا بھائی ہوگا یا نہیں۔

اس قسم کے کئی دینی واخلاقی اور قانونی مسائل کا دروازہ کھل جائے گا اور کئی مفاسد کا ظہور ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں جوڑے کا نظام رکھا ہے ارشاد ربانی ہے:''**و خلقنا کم ازواجاً** ''(اور ہم نے تمہارے جوڑے بنائے) کلوننگ اس نظام کے خلاف ہے۔کلوننگ کا طریقہ فطرت الٰہی کے خلاف ہے ارشاد ربانی ہے:''**فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ**''(الروم:30)۔

تصویر سازی اگرچہ تخلیق نہیں ہے بلکہ تخلیق سے مشابہت پائی جاتی ہے اس کے بارے میں سرور کائنات رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' **اشد الناس عذابا یوم القیامۃ الذین یضاھئون بخلق اللہ** ''(متفق علیہ) قیامت کے دن سب سے زیادہ شدید عذاب ان کو دیا جائیگا جو اللہ کے تخلیق سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔مضاہات سے تصویر کشی مراد لی گئی ہے۔

کلوننگ کے جواز کی صورت یہی ہے کہ اگر کوئی بانجھ جوڑا کسی تیسرے مرد وعورت کی شرکت کے بغیر صاحب اولاد ہوسکے تو یہ مناسب ہے۔ اس تیکنک کے ذریعہ مذکورہ بالا شرط کے ساتھ ہونے والی اولاد کی ماں باپ کی کسی بیماری سے محفوظ رکھا جائے تو درست ہے۔

حیوانات ونباتات کی کلوننگ میں خیر وصلاح ہو اور شر وفساد کا موجب نہ بنے تو علماء اس کی اجازت دیتے ہیں۔

چنانچہ اسلام نے ہر ایسی تحقیق کی اجازت دی ہے جو انسان کے لئے نافع اور شرعی مقاصد خمسہ حفظ دین، حفظ جان، حفظ نسل، حفظ عقل اور حفظ مال میں معاون ومددگار ثابت ہو۔

کلوننگ حقیقی معنیٰ میں تخلیق نہیں اور وہ خدائی قدرت اور اختیارات کے لئے کوئی چیلنج نہیں کیونکہ انسان وہی کیمیائی اور جنینیاتی عمل اختیار کرتا ہے جو اللہ نے جسم انسانی میں پیدا فرمایا ہے۔

کلوننگ کے بعض صورتوں میں مردانہ خلیوں کی بھی ضرورت نہیں بلکہ یہ خلیہ اسی عورت کے جسم کا کسی حصہ کا ہوسکتا ہے جس سے بیضہ لیا گیا ہے لیکن لڑکا پیدا کرنے کی صلاحیت صرف مردانہ خلیوں کے کروموزمز میں ہی ہوتی ہے۔

حیوانی یا انسانی کلوننگ کی جدید ٹیکنالوجی (Cell) خلیے کے بغیر ممکن نہیں اور خلیہ''اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے انسان کی نہیں، آج تک سائنس داں خلیہ پیدا نہیں کرسکے اور نہ آئندہ کرسکیں گے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیے میں ترکیب دے سکتے ہیں مثلاً اس میں سے کوئی جین

نکال کر دوسرا جین داخل کر دیں وغیرہ۔ خلیہ تو بڑی بات ہے موجودہ صدی کے سائنس داں مادے کا چھوٹے سے چھوٹے ذرہ جوہر (Atom) بھی پیدا نہیں کر سکتے۔

ماخذ:

(۱) الاستنساخ قنبلة العصر لصبری الداموش

(۲) الاستنساخ البشری لتوفیق علوان

(۳) قرآن کے جدید سائنسی انکشافات' پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم

(۴) کلوننگ اور اسلام' مفتی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

☆☆☆

سرجری کی اقسام اورصورتیں
شریعت کی روشنی میں

مولانا حافظ سید واحد علی قادری صاحب
نائب شیخ المعقولات، جامعہ نظامیہ

''شریعت اسلامیہ میں مفاسد دور کرنے اور منفعت بخش امور حاصل کرنے کا لحاظ رکھا گیا اور ظاہر ہے سرجری کے ذریعہ خرابی دور ہوتی ہے اور صحت حاصل ہوتی ہے، لہذا سرجری جائز ہے۔ چونکہ میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنا حساب، صرف ونحو، لغت وکلام کی طرح فرض کفایہ ہے اور سرجری میڈیکل سائنس کا اہم شعبہ ہے لہٰذا سرجری سیکھنا بھی مسلمانوں کے لیے فرض کفایہ رہے گا۔''

زیرنظر مقالہ میں پہلے سرجری کی تعریف اوراس کی اقسام بیان کی جائیں گی بعدازاں سرجری کی مختلف صورتیں اوراس کے احکام ذکر کئے جائیں گے۔

لفظ ''سرجری'' (Surgery) لاطینی زبان سے انگریزی زبان میں لیا گیا، سرجری کو عربی میں "العملية الجراحية" اور "الجراحة" کہا جاتا ہے، اور فارسی واردو میں ''عملِ جراحی'' کہا جاتا ہے، یہ علم طب کا ایک مستقل شعبہ ہے۔

سرجری کی تعریف: دکتور محمد بن محمد مختار شنقیطی نے ابن قف کے حوالہ سے سرجری کی یہ تعریف کی ہے: **صناعة ينظر بها في تعريف احوال بدن الانسان من جهة ما يعرض لظاهره من انواع التفرق في مواضع مخصوصة و مايلزمه''.**

ترجمہ: سرجری ایک ایسا فن ہے جس کے ذریعہ انسانی بدن کے احوال کی معرفت میں غور کیا جاتا ہے اس حیثیت سے کہ ظاہر بدن کے مخصوص مقامات کو مختلف قسم کی تبدیلیاں اوراس کے لوازم پیش آتے ہیں۔

(احکام الجراحة الطبية، الباب الاول فی التعریف بالجراحة الطبية، ص ٢٦)

جدید میڈیکل سائنس میں سرجری کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

Surgery - The branch of Medicine that treats injuries, deformities,

or disease by operation or manipulation.

یعنی سرجری طب کی وہ شاخ ہے جس میں زخموں' جسمانی امراض یا بدنمائی کا علاج چیر پھاڑ یا جوڑ توڑ کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔

(Oxford Medical Dictionary, 8th Edition, Page: 708)

پانچ ہزار سال قبل مسیح کی تاریخ میں سرجری کا ذکر ملتا ہے؛ لیکن آٹھویں صدی عیسوی تک سرجری محدود فرسودہ انداز سے کی جاتی تھی، نویں صدی عیسوی میں اندلس کے مسلمان سائنسدان ابوالقاسم زہراوی (متوفی:404ھ - م1013ء) نے ماڈرن سرجری کی بنیاد ڈالی، انہوں نے سرجری کے تقریباً دوسوآلات ایجاد کئے اور سرجری کے عنوان پر تیس جلدوں میں کتاب **التصریف لمن عجز عن التالیف** لکھی جس کا دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا اور بارہا شائع کیا گیا۔

جدید میڈیکل سائنس میں حیرت انگیز انکشافات کی وجہ سے سرجری کا میدان بہت وسیع ہوتا گیا جس طرح قدیم طب میں سرجری عام طب کی ایک شاخ تھی اسی طرح جدید میڈیکل سائنس میں بدن کے کسی ایک عضو سے متعلق سرجری کی کئی شاخیں بن چکی ہیں اور کسی ایک عضو کی سرجری متعدد شاخوں پر مشتمل ہونے کے سبب مستقل شعبہ کی حیثیت اختیار کرگئی ہے، مثلاً دانت کی سرجری کے کئی شعبے بن چکے ہیں:

جیسے مسوڑوں کی بیماری دور کرنے کے لیے پیریوڈانٹل فلاپ سرجری(Periodontal Flap Surgery)۔

چوکٹر الگانے سے قبل مسوڑوں کی ہڈی کو درست کرنے کے لیے پری پروس تھیٹک سرجری(Preprosthetic Surgery)۔

جبڑوں کی ہڈی کو آگے یا پیچھے کرنے کے لیے آرتھوگناتھک سرجری(Orthognathic surgery)۔

دانتوں کا انفیکشن دور کرنے کے لیے اینڈوڈانٹک سرجری(Endodontic Surgery)۔

سرجری کی اہمیت: چونکہ میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنا حساب' صرف ونحو' لغت وکلام کی طرح فرض کفایہ ہے اور سرجری میڈیکل سائنس کا اہم شعبہ ہے لہٰذا سرجری سیکھنا بھی مسلمانوں کے لیے فرض کفایہ رہے گا۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: **واما فرض الکفایة من العلم فھو کل علم لایستغنی عنه فی قوام امور الدنیا کالطب والحساب والنحو واللغة والکلام**...... (ردالمحتار، مقدمہ)

سرجری کی مشروعیت قرآن کریم سے: سرجری کا جواز قرآن کریم وحدیث شریف، اجماع امت وقیاس سے ثابت ہے، سورۂ مائدہ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿**ومن أحياها فكأنما أحيا الناس جميعا**﴾ ترجمہ: اور جس نے ایک جان کو زندہ کیا یعنی اسبابِ ہلاکت سے بچایا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کیا۔ (سورۃ المائدۃ:32)

اس میں کوئی شک نہیں کہ کئی بیماریاں ایسی ہیں جن کا علاج سرجری ہی سے ہوسکتا ہے اور سرجن عمل جراحی انجام دے کر مریض کو اسباب ہلاکت سے بچانے کی تا بہ مقدور کوشش کرتا ہے اس لیے آیت مذکورہ کے مطابق وہ سرجری کے ذریعہ ساری انسانیت کے لیے بقاء وحیات کا سامان کرتا ہے۔

سرجری کی مشروعیت حدیث شریف سے: سرجری سے متعلق صحیح مسلم میں حدیث پاک مذکور ہے: " **عن جابر قال بعث رسول اللہ صلی لله علیه وسلم الی ابی بن کعب طبیبا فقطع منه عرقا ثم کواہ علیه** " ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ فرمایا جس نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک رگ کو کاٹا پھر اُسے داغ دیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الطب، باب لکل داء دواء واستحباب التداوی، حدیث نمبر: 2207)

جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے طبیب نے رگ کاٹ کر علاج کیا ہے اور رگ کاٹ کر علاج کرنا' ایک قسم کی سرجری ہے تو اس حدیث پاک سے سرجری کا جواز اور اس کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔

پچھنا لگانا اور حجامہ کرنا متعدد احادیث شریفہ سے ثابت ہے، صحیح بخاری میں حجامہ سے متعلق حدیث پاک ہے: **ان فیه شفاء**. ترجمہ: یقیناً حجامہ میں شفاء ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الحجامۃ من الداء، حدیث نمبر: 5697)

حجامہ کے لئے بدن کے کسی حصہ پر زخم لگا کر فاسد خون نکالا جاتا تھا، اس سے سرجری برائے علاج کا ثبوت ملتا ہے جو سرجری کی تمام اقسام میں سب سے اہم سرجری ہے۔

مفکر اسلام زین الفقہاء حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب قبلہ دامت فیوضھم العالیہ شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ نے حدیث پاک کے ذریعہ سرجری کا جواز ثابت کرتے ہوئے فرمایا کہ ختنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، جو ایک قسم کی سرجری ہے، اس سے سرجری کی مشروعیت کا ثبوت ملتا ہے۔

سرجری کی مشروعیت اجماع امت سے: امام ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پیر کی سرجری سے متعلق روایت نقل کی ہے: **عن الزهری قال وقعت فی رجل عروۃ الاکلة قال فصعدت فی ساقه فبعث الیه الولید الأطباء فقالوا لیس له دواء الا القطع قال فقطعت فما تضور وجهه**. ترجمہ: امام زہری سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عروہ کے پیر کو جسم سڑا دینے والی بیماری لاحق ہوگئی تھی، جو پیر کے قدم سے پنڈلی تک پھیل چکی تھی، تو ولید نے حضرت عروہ کے پاس اطباء کو روانہ کیا، اطباء نے کہا کہ پیر کاٹنے کے علاوہ اس کا کوئی علاج نہیں، امام زہری فرماتے ہیں: پھر حضرت عروہ کا پیر کاٹا گیا اور تحمل کا یہ عالم تھا کہ آپ کا چہرہ بھی تبدیل نہیں ہوا

(حلیة الاولیاء ،من الطبقة الاولی من التابعین)

حضرت عروہ روزانہ دن میں پاؤ قرآن کریم دیکھ کر تلاوت کرتے تھے اور رات میں اسے نماز میں پڑھتے تھے تو آپ نے یہ وظیفہ صرف اس رات چھوڑا جس رات آپ کا پیر کاٹا گیا، اگلی رات سے پھر اپنا وظیفہ جاری رکھا۔

(حلیة الاولیاء ،من الطبقة الاولی من التابعین)

اس واقعہ کے بعد سلف صالحین میں سے کسی نے پیر کاٹنے پر اعتراض نہیں کیا بلکہ علماء نے سرجری کی اجازت ومشروعیت کو بیان کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سرجری کے جواز پر امت کا اجماع واتفاق ہے۔موفق الدین عبداللطیف بغدادی (متوفی:۶۲۹ھ) نے تداوی کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے۔(الطب من الکتاب والسنۃ:179)اور تداوی میں سرجری بھی داخل ہے۔

سرجری کی مشروعیت قیاس سے: شریعت اسلامیہ میں مفاسد دور کرنے اور منفعت بخش امور حاصل کرنے کا لحاظ رکھا گیا اور ظاہر ہے سرجری کے ذریعہ خرابی دور ہوتی ہے اور صحت حاصل ہوتی ہے،لہذا سرجری جائز ہے۔

جس طرح حملہ کرنے والے دشمن کے ضرر کو دور کرنے کے لئے اس سے مقابلہ کرنا جائز ہے اسی طرح سرجری ہی کے ذریعہ دفع ہونے والی بیماریوں کا سرجری سے علاج کرنا بھی جائز ہے۔

جدید میڈیکل سائنس میں سرجری کی تقسیم بنیادی طور پر تین طرح سے کی گئی ہے:

الف)ضرورت(Urgency)کے اعتبار سے۔

ب)خطرہ کی نوعیت(Degree of Risk)کے اعتبار سے۔

ج)مقصد(Purpose)کے اعتبار سے۔

الف)ضرورت(Urgency)کے لئے سرجری کی تین قسمیں ہیں:۱)اختیاری سرجری(Elective Surgery):ایسی سرجری ہے جس کی تاخیر سے کوئی مضر اثر نہ ہو اور مریض وسرجن کی سہولت واختیار سے کی جائے،جیسے دانت یا غدود نکالنے کے لئے سرجری۔

۲)ضروری سرجری(Urgent Surgery):ایسی سرجری ہے جو بیماری کی شدید اور نمایاں علامتیں ظاہر ہونے کے بعد چوبیس گھنٹوں میں کی جائے۔جیسے اپینڈک ٹمی(Appendectomy)اپینڈکس نکالنے کے لیے سرجری۔

۳)ناگہانی ضرورت کے لئے سرجری(Emergency Surgery):وہ سرجری ہے جو بلا کسی تاخیر فی الفور کی جائے،جیسے حادثات اور خودکشی کی وجہ سے خون کے بہاؤ کو روکنے کے لیے کی جاتی ہے۔

ب)خطرہ کی نوعیت(Degree of Risk)کے اعتبار سے سرجری کی دو قسمیں ہیں:

۱)بڑی سرجری(Major Surgery)جیسے پتہ نکالنے کے لیے یا بچہ دانی نکالنے کے لیے۔

۲)چھوٹی سرجری(Minor Surgery)جیسے دانت یا موتیا نکالنے کے لیے۔

ج)مقصد(Purpose)کے اعتبار سے سرجری کی چھ قسمیں ہیں:

۱)تشخیصی سرجری(Diagnostic Surgery)جیسے جسم سے نسیج(Tissue)نکال کر یا اندرون جسم آلہ ڈال کر سرجری کرنا۔

۲)کسی حصہ کوعلیحدہ کرنے کے لیے سرجری(Ablative Surgery)جیسے اپینڈکس کو یا کسی اور مضر حصہ کوعلیحدہ کرنے کے لیے۔

۳)سرجری برائےتسکین وتخفیف(Palliative Surgery)جیسےنسوں کی تکلیف کم کرنے کے لیے۔

۴)سرجری برائے ترمیم(Reconstructive Surgery) جیسے پلاسٹک سرجری۔

۵)سرجری برائےمنتقلیٔ عضو(Transplant Surgery)جیسے کلیجہ، گردہ، دل یا بال بدلنے کے لئے۔

۶)سرجری برائے اصلاح وزیبائش(Constructive/Cosmetic Surgery)جیسے ہونٹ کے شگاف کودور کرنے کے لیے یاناک کوخوبصورت بنانے کے لیے سرجری۔

مذکورہ تفصیلات نرسنگ کورس کی مستند کتب Mosby's Textbook of Nursing, Chapter 2 اور Care of Surgical Patient, 8th Edition by Elsevier سے ماخوذ ومستفاد ہیں۔

مذکورہ تینوں تقسیمات کے تحت آنے والی اقسام کے درمیان تداخل کی نسبت ہے اس لئے کہ ضرورت کے اعتبار سے سرجری کی تین قسمیں اختیاری سرجری، ضروری سرجری اور ناگہانی ضرورت کے لئے سرجری بڑی ہوں گی یا چھوٹی اور وہ کسی نہ کسی مقصد تحت ہوں گی۔

سرجری کی شرائط: انسانی جسم کی چیر پھاڑ بنیادی طور پر ناجائز ہے، تاہم شریعت مطہرہ میں ضرورت کے وقت میڈیکل سرجری کی مشروط اجازت دی گئی ہے، سرجری کے جواز ومشروعیت کی کئی شرائط ہیں:

۱)سرجری جائز مقصد کے تحت ہو، جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں ہے: **الأمور بمقاصدها**. ترجمہ: تمام امور اپنے مقاصد کا حکم رکھتے ہیں۔(الاشباہ والنظائر لابن نجیم، الفن الاول، القاعدۃ الثانیۃ)

۲)مریض کوسرجری کی حاجت ہو، الاشباہ والنظائر میں ہے: **الحاجة تنزل منزلة الضرورة** . ترجمہ: حاجت، ضرورت کے درجہ میں ہوتی ہے۔ **(الاشباه و النظائر لابن نجيم، الفن الاول، القاعدة الخامسة)**

۳)سرجن اور اس کے مددگار افراد اپنے کام میں کامل اہلیت وبصیرت رکھتے ہوں، سنن نسائی شریف میں حدیث پاک ہے: **من تطبب ولم يعلم منه طب قبل ذلك فهو ضامن**. ترجمہ: جس نے علاج کیا جب کہ وہ طبیب ناتجربہ کار ہے تو وہ ضامن ہوگا۔(سنن نسائی، کتاب القسامۃ، حدیث نمبر:4830)

۴)سرجری کے علاوہ ایسا کوئی طریقۂ علاج نہ ہو جو ضرر میں اس سے کم ہو۔

۵)سرجری کے باعث ایسا ضرر لاحق نہ ہو جو موجودہ بیماری کے ضرر سے زیادہ شدید ہو، جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں ہے: **الضرر لايزال بمثله**. ترجمہ: ضرر اس جیسے ضرر سے دور نہیں کیا جائے گا۔(الاشباہ والنظائر لابن نجیم، الفن الاول، القاعدۃ الخامسۃ)

۶)سرجن کوسرجری کامیاب ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو، ارشاد الہی ہے: **و لا تقف ماليس لك به علم**. ترجمہ: اور تم اس بات

کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں کچھ علم نہ ہو۔(سورۃ الاسراء:36)

۷) سرجری مریض کے حق میں منفعت بخش ہو۔جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں ہے:**متی تضمن جلب مصلحۃ تربو علیہ جاز**. ترجمہ:اور جب کوئی امر کسی مصلحت کو شامل ہو جو اس پر مرتب ہو رہی ہو تو وہ امر جائز ہے۔(الاشباہ والنظائر لابن نجیم،الفن الاول،القاعدۃ الخامسۃ)

سرجری کی اقسام حلت وحرمت کے تناظر میں: حلت کے اعتبار سے سرجری کی متعدد قسمیں ذکر کی جاتی ہیں،ان میں بعض فرض وواجب،بعض مسنون اور بعض مباح ہیں:

۱) سرجری برائے علاج (Therapeutic Surgery)

۲) سرجری برائے تشخیص (Diagnostic Surgery)

۳) سرجری برائے ولادت (Caesarean Section)

۴) سرجری برائے ختنہ (Circumcision)

۵) سرجری برائے معرفتِ اسبابِ موت (Autopsy)

۶) سرجری برائے اصلاح وزیبائش (Cosmetic Surgery)

سرجری برائے علاج (Therapeutic Surgery) کے احکام

سرجری برائے علاج کی متعدد صورتیں ہیں: 1) مریض کی حالت اس قدر نازک ہو کہ اگر سرجری نہ کی جائے تو بیماری کی وجہ سے موت واقع ہو جائے گی، جیسے دورانِ خون رُک جانے کی وجہ سے جسم کے کسی حصہ کا سڑ جانا جسے گینگرین (Gangrene) کہتے ہیں اور زبان کے کینسر کے لیے سرجری جسے گلاسیکٹمی (Glossectomy) کہا جاتا ہے۔اس صورت میں سرجری کرنا فرض ہے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:**ولا تقتلوا أنفسکم ان اللہ کان بکم رحیما**. ترجمہ:اور تم اپنے آپ کو قتل مت کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر خوب رحم کرنے والا ہے۔(سورۃ النساء:29)

2) بیماری ایسی ہو کہ اگر سرجری نہ کی جائے تو مریض کو شدید ضرر لاحق ہوگا، جیسے بائی پاس سرجری (CABGS) اور شوگر کے مریضوں میں نہ سوکھنے والا زخم (Diabetic Ulcer)۔

3) بیماری ایسی ہو کہ سرجری نہ کرنے کی صورت میں فی الحال ضرر نہ ہو لیکن آئندہ ضرر کا اندیشہ ہو، اس کو پرافی لیکٹِک سرجری (Prophylactic Surgery) کہتے ہیں، جیسے دانت نکالنے کے لیے سرجری اور غدود نکالنے کے لیے سرجری۔

ماہر ڈاکٹر کے مشورہ پر مذکورہ دونوں صورتوں (نمبر دو اور نمبر تین) میں سرجری کرنا شرعاً واجب ہے،ارشاد الٰہی ہے: **وماجعل علیکم**

فی الدین من حرج . ترجمہ:اوراللہ تعالیٰ نےتم پردین میں کوئی حرج نہیں رکھا۔(سورۃ الحج:78)

4)بیماری ایسی ہوکہ نہ موت کا سبب بن سکتی ہواور نہ اس کی وجہ سے ہلاکت کا خوف ہولیکن اس سے تکلیف متوقع ہوتو سرجری جائز ہے جیسے ناک میں زائد گوشت کونکالنے کے لیےسرجری، یہ صورت جائز ومباح ہے، بسااوقات ناک میں زائد گوشت کی وجہ سے سانس لینے میں دشواری ہوتی ہےایسی صورت میں سرجری واجب ہوگی۔

سرجری برائے تشخیص (Diagnostic Surgery)

جس میں مرض کی تشخیص ومعرفت مقصود ہو،اگرسرجری کےسوامرض کی تشخیص کا کوئی طریقہ نہ ہوتو یہ سرجری جائز ہے،صحیح مسلم میں حدیث پاک ہے: **الفطرة خمس أوخمس من الفطرة الختان والاستحداد وتقليم الاظفاروننف الابط وقص الشارب**. ترجمہ: فطرت کی عادتیں پانچ ہیں یافرمایاپانچ عادتیں فطرت سے ہیں:(۱)ختنہ کرنا(۲)زیرناف صاف کرنا(۳)ناخن تراشنا(۴)بغل کے بال اکھاڑنا(۵)مونچھ کاٹنا۔(صحیح مسلم،کتاب الطھارۃ،باب خصال الفطرۃ،حدیث نمبر257)

سرجری برائے ولادت (Caesarean Section)

اگربچہ یاحاملہ یادونوں کی جان کوخطرہ ہو یاطبعی طریقہ سے ولادت دشوار ہواورسرجری نہ کرنے کی صورت میں بچہ کوضرر پہنچنے کاظن غالب ہوتوسرجری برائے ولادت ضروری ہے،ارشادالٰہی ہے:**ولا تلقوا بأيديكم الى التهلكة** . ترجمہ:اورتم اپنے ہاتھوں ہلاکت میں مت پڑو۔(سورۃ البقرۃ:195)

سرجری برائے ختنہ (Circumcision)

جس میں مرد کےعضوکی اس زائد چمڑی کوکاٹا جاتا ہے جوحشفہ کےاوپر ہوتی ہے یہ مسنون سرجری ہے۔

سرجری برائے معرفتِ اسبابِ موت(Autopsy):

پوسٹ مارٹم(Autopsy)جرم کی تحقیق کے لیے کیا جاتا ہے یا موت کے اسباب جاننے کے لیے کیا جاتا ہے تاکہ دوسروں کے لیے ان اسباب سے بچنے کی خاطراحتیاطی تدابیراختیارکی جاسکیں اورحفظانِ صحت کی کاوشوں کوروبہ عمل لایاجاسکے۔

میڈیکل سائنس میں مہارت کے لیے تجربہ کی غرض سے مردہ لاشوں کی چیرپھاڑضرورت کی بنیادپرکی جاتی رہی،فی زمانہ طبی تحقیقات کے لئے انسان کاایسا مصنوعی جسم تیارکرکےفراہم کیا جارہا ہے جوحقیقی جسم سے مکمل مشابہت رکھتا ہےاوراس کومیڈیکل کےطلبہ یامیڈیکل سائنس دان تختہ مشق بناسکتے ہیں،جب متبادل موجود ہےتومردہ لاشوں کی چیرپھاڑ جائزنہیں ہوگی۔

سرجری برائے اصلاح وزیبائش (Cosmetic Surgery)

یہ سرجری عیب کودورکرنے کے لیے یاخوبصورتی کے لیے کی جاتی ہے،بعض اوقات کاسمیٹک سرجری ضروری ہوتی ہے جیسے ہونٹ کا شگاف دورکرنے کے لیےسرجری،اوربعض اوقات اختیاری بھی ہوتی ہےجیسےناک خوبصورت بنانے کے لیےسرجری۔

کاسمیٹک سرجری کا شعبہ غیر معمولی وسعت اختیار کر چکا ہے، اوراس میں بہت ساری صورتیں پائی جاتی ہیں۔

سرجری کی چند صورتیں

جنسی تسکین میں اضافہ کے لیےعورت کی اندام نہانی کو تنگ کیا جاتا ہے، اگر دواؤں سے یہ مقصد حاصل نہ ہو سکے تو ضرورت کی وجہ سے یہ سرجری جائز ہوگی، گھٹنوں میں شدید تکلیف سے بچنے کی غرض سے مصنوعی گھٹنے لگانے کے لئے سرجری جائز ہے۔

نظر کی کمزوری کو دور کرنے کے لئے لیزک سرجری (LASIK) جائز ہے، پھوڑا جس میں انفیکشن کی وجہ سے پس جمع ہو جائے تو سرجری جائز ہے، ہرنیاں کی سرجری جائز ہے، کینسر کی وجہ سے کسی حصہ پر گوشت بڑھ جائے جسے ٹیومر (Tumour) کہتے ہیں یا غدود آجائیں جسے لمف نوڈس (Lymph Nodes) کہتے ہیں، اس کو نکالنے کے لئے سرجری جائز ہے۔

اب یہاں حرمت کے اعتبار سے سرجری کی اقسام ذکر کی جاتی ہیں:

تبدیلئ جنس کے لیے سرجری (Sex Reassignment Surgery)

اس سرجری میں مرد کو عورت یا عورت کو مرد بنایا جاتا ہے، یہ سرجری حرام ہے کیونکہ اس سرجری میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی، دوسری جنس سے مشابہت، بلاضرورت کشفِ عورت، اسراف اور فضول خرچی وغیرہ خرابیاں پائی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان کے قول کو قرآن کریم میں ذکر فرمایا: **ولآمرنهم فليغيرن خلق الله** . ترجمہ: اور میں ضرور ان کو حکم دوں گا تو وہ ضرور ضرور اللہ کی تخلیق کو بدلیں گے۔ (سورۃ النساء:119)

اس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی شیطانی عمل ہے نیز صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے: **لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال** . ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر اور مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری، باب المتشبھون بالنساء والمتشبھات بالرجال، حدیث نمبر:5885)

روزی روٹی کے خوف سے ضبط تولید کے لیے سرجری اسلام میں ناجائز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ولا تقتلوا اولادكم خشية املاق نحن نرزقهم واياكم** . ترجمہ: اور تم اپنی اولاد کو تنگدستی کے خوف سے قتل مت کرو ان کو اور تمہیں ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ (سورۃ الاسراء: 31) البتہ صحت وطب کی بنیاد پر ماہر ڈاکٹر کے مشورہ کی وجہ سے ضروری ہو تو اس کی اجازت ہے۔

اگر کوئی شخص زائد انگلی کو سرجری کے ذریعہ نکالتا ہے تو شرعا اس کی گنجائش ہے۔

موطا امام مالک میں حدیث پاک ہے: **لا ضرر ولا ضرار** . ترجمہ: نہ ضرر برداشت کیا جائے گا اور نہ کسی کو ضرر پہنچایا جائے گا۔ (موطا امام مالک، کتاب الاقضیۃ، باب القضاء فی المرفق، حدیث نمبر:1461)

سرجری کے موقع پر ستر عورت کے احکام

عورت کی سرجری لیڈی سرجن ہی کرے اسی طرح مرد کی سرجری مرد سرجن ہی کرے کیونکہ ڈاکٹر کو سرجری کے وقت مریض کے اعضاء کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ چھونے کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح سرجن کے اعوان و مددگار بھی مریض کی جنس کے ہوں، اگر عورت کی سرجری کے وقت لیڈی سرجن نہ ہو اور سرجری کرنا' ضروری ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں مرد سرجن کے لئے شرعی حدود کے ساتھ سرجری کی اجازت ہوگی۔

تکملۃ البحر الرائق میں ہے: **والطبیب انما یجوز له ذلک اذالم یوجد امراة طبیبة فلو وجدت فلا یجوز له ان ینظر لان نظر الجنس الی الجنس اخف**. (تکملۃ البحر الرائق، کتاب الکراھیۃ، فصل فی النظر والمس)

روبوٹ کے ذریعہ سرجری (Robotic Surgery)

روبوٹ ایک قسم کا آلہ ہے، اور آلہ کا حکم مقصد کے تابع ہوتا ہے، روبوٹ کے ذریعہ سرجری کے سلسلہ میں حکم شریعت یہی ہے کہ جن صورتوں میں سرجری کرنے کی جس درجہ میں گنجائش ہے اُن صورتوں میں روبوٹ کے ذریعہ سرجری بھی جائز ہوگی اور جن صورتوں میں سرجری ناجائز ہے روبوٹ کے ذریعہ سرجری بھی ناجائز ہوگی۔ جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں ہے: **الأمور بمقاصدها**. ترجمہ: تمام امور اپنے مقاصد کا حکم رکھتے ہیں۔ (الاشباہ والنظائر لابن نجیم، الفن الاول، القاعدۃ الثانیۃ)

روبوٹک سرجری میں چونکہ کوئی شخص یا گروپ روبوٹ کو آپریٹ کرتا ہے اور کیمرے یا مائکروسکوپ کے ذریعہ مریض کو دیکھتا ہے لہذا ستر کے احکام میں جو حکم سرجن کا بتایا گیا ہے، وہی حکم یہاں آپریٹر کا ہوگا۔

سرجری میں رگ، جلد، ہڈی اور بال پلانٹ کرنے کی صورتیں: سرجری کے موقع پر بسا اوقات رگ (Vein/Artery) جلد (Skin Graft) ہڈی (Bone) یا بال (Hair) لگانے (Transplant) کی ضرورت پڑتی ہے، اس کی چھ صورتیں ہوں گی:

1) یہ حصے مریض کے جسم سے لئے جائیں تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہے، مثلاً بائی پاس سرجری کے موقع پر مریض کے پیر سے رگ کاٹ کر دل کے وال کے طور پر لگائی جاتی ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے: **الضرورات تبیح المحظورات**. (درمختار شرح تنویر الابصار، کتاب الطلاق، باب العدۃ)

2) دوسرے زندہ انسان سے 3) یا مردہ انسان سے لے کر پلانٹ کرنے کی صورتیں بہت کم ہیں، یہ صورتیں ناجائز ہیں۔

4) خنزیر سے لے کر پلانٹ کرنا جیسے خنزیر کے دل کا وال (Valve) مریض کے دل میں لگایا جاتا ہے، یہ صورت ناجائز ہے۔

5) دوسرے جانوروں سے لے کر پلانٹ کرنا جیسے چمپنزی اور دیگر بندروں کے دل کا وال (Valve) مریض کے دل میں لگایا جاتا ہے، یہ صورت جائز ہے۔

6) مصنوعی عضو جیسے مصنوعی گھٹنے اور مصنوعی دانت پلانٹ کرنا' جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ علاج معالجہ اور زندگی کے تمام امور شریعت مطہرہ کے مطابق انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

طبی مشورہ کی بنیاد پر قتل اور اسقاط حمل

اسلامی نقطہ نظر

مولانا محمد امین الدین صاحب
نائب مفتی جامعہ نظامیہ

''فکر سلیم کا تقاضہ یہ ہے کہ جس جان کو انسان پیدا کرنے پر قادر نہیں اسکو بلا کسی وجہ ہلاک کرنے کا بھی اسکو اختیار نہیں۔ جہاں ہم ظلم کی انتہاء میں لڑکے پیدا ہونے پر مارڈالنے والے فرعون کو نفرت سے دیکھتے ہیں۔ وہیں دور جہالت کی ظالمانہ قوم کو لڑکی پیدا ہونے پر زندہ درگور نے والے ظالموں سے نفرت کرتے ہیں۔تو پیدائش سے قبل ہی رحم مادر میں بلاضرورت حمل کو ختم کرنے والوں کو کیسے دیکھنا چاہئے کہ ان میں سب کے مقصد قتل جان ہی نظر آتا ہے۔''

خلقت انسانی سے متعلق فرمان الہی ہے :(وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَاراً) یعنی :خلقاً بعد خلق وحالاً بعد حال (سورۃ نوح علیہ السلام آیت 14۔تفسیر سمرقندی بحر العلوم)اور اس نے تم کو یکے بعد دیگرے خلقت وحالت میں پیدا کیا۔اللہ کی اس تخلیق کے متعلق شیخ سعدی نے ارشاد فرمایا ہے : دہد نطفہ را صورتے چوں پری : کہ کردہ است برآب صورت گری (اس نے نطفہ کو پری کی طرح صورت دی کہ پانی پر صورت بنائی)

انسانی تخلیق کے ابتدائی مراحل کو دیکھیں تو اصل مادۂ مرد و بیضہ زن سے اسکا آغاز ہوتا ہے۔دونوں کے قابل تخلیق امتزاج کے عمل کو حمل کہا جاتا ہے۔جس کی طرف غور فکر کرنے کے بارے میں فرمان الہی ہے:فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ (5) خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ (6) يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ (7)(سورۃ الطارق) مدفوق أی مصبوب فی الرحم، وھو المنی. (تفسیر البغوی)۔انسان غور کرے وہ کس سے پیدا کیا گیا وہ انڈیلے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا جو (مرد کی) پیٹھ اور (عورت کے) سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔

حمل -: کا لفظ اردو اور طب دونوں میں متعدد معنوں میں آنے کے ساتھ اپنے نزدیک ترین مفہوم میں ماں کے پیٹ میں جنین (embryo) یا حمیل (fetus) کی موجودگی کے لیے استعمال ہوتا ہے؛ یعنی رحمِ مادر (uterus) میں ایک یا ایک سے زائد بچوں کا ہونا

حمل (pregnancy) کہلاتا ہے۔ جبکہ اردو میں موجود اس عربی لفظ کے لغوی معنی متنوع ہیں جن میں؛ وزن، وزن (لے جانا یا منتقل کرنا) اور اٹھانا وغیرہ شامل ہیں اور اپنے اسی وزن اٹھانے کے بنیادی مفہوم کی وجہ سے یہ لفظ، ماں کا بچے کی پیدائش سے قبل اس کے وزن یا بوجھ کو اٹھانے یا برداشت کرنے کی تشبیہ کی وجہ سے ماں کے پیٹ میں بچے کے ہونے کے فعلیاتی (physiological) مظہرِ قدرت کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ (https://ur.wikipedia.org/wiki)

حمل کے تخلیقی مراحل کو سائنسی اعتبار سے جنینیات کے نام سے جانا جاتا ہے۔

جنینیات -: جنینیات کا لفظ جنین (بننے والا بچہ) اور یات (مطالعہ) کا مرکب ہے۔ اس کو انگریزی میں Embryology کہا جاتا ہے، عربی میں اس کے لیے علم الجنین کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ کہ اس شعبہ علم میں جانداروں (نباتات و حیوانات) کے نئے بننے والے بچوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے

جنین -: (یعنی ایک نیئے جاندار) کی اس زندگی کی ابتدا، مونث یا مادہ اور مذکر یا نر کے مَشیجوں (gametes) کے آپس میں ملنے سے ہوتی ہے (مشیج دراصل بالغ مونث اور مذکر کے جسم میں پیدا ہونے والے ایسے خلیات ہوتے ہیں جن کے ذریعہ جنسی تولید یا sexual reproduction کی جاسکتی ہے)

نر اور مادہ کے تولیدی خلیات ملنے سے پیدائش تک کے تین اہم مراحل : پہلے لاقحہ بنتا ہے۔ اخصاب (زرخیزی) تا چوتھا دن اسکے بعد جنین۔ چوتھا دن تا آٹھواں ہفتہ اور پھر حمیل بنتا ہے۔

نو واں ہفتہ تا پیدائش (/https://ur.wikipedia.org/wiki)

لاقحہ -: آسان الفاظ میں تو لاقحہ کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ انسان سمیت کسی بھی جاندار کا پہلا خلیہ (cell) ہوتا ہے ۔ یعنی کہ اُس جاندار کی اس دنیا میں آمد یا اُس کی زندگی کی ابتدا ہوتی ہے۔

ایک لاقحہ - : ماں اور باپ کے تولید یخلیا تکے ملاپ (یعنی اخصاپر بننے والے نئے خلیے کو لاقحہ کہا جاتا ہے جو ایک نئے بچے کی ابتدا ہوتی ہے اور پھر یہ چوتھے روز کے بعد سے جنین (embryo) کہلایا جانے لگتا ہے۔ (/https://ur.wikipedia.org/wiki)

جنین -: جنین (embryo)) کا لفظ دراصل کسی بھی جاندار کے ابتدائی دنوں کے بچے کیلیے استعمال کیا جاتے ہے۔

رحمِ مادر میں آٹھویں ہفتے کے اختتام پر بچہ :اخصا یعنی ماں اور باپ کے تولیدی خلیا تکے ملنے کے چوتھے روز سے لیکر آٹھویں ہفتے کے اختتام تک بچہ جنین کہلاتا ہے اور اس کے بعد یعنی نوویں ہفتے سے پیدائش تک اسے حمیل Fetus)) کہا جاتا ہے۔ (/https://ur.wikipedia.org/wiki)

حمیل:۔رحم مادر میں نویں ہفتہ کی ابتداء سے پیدائش تک رہنے والے بچے کوحمیل کہا جاتا ہے۔

قیام حمل (Conception) کے نتیجے میں رحم کے اندر بننے والے حصیلہ (Product) یعنی بچے کا ماں کے پیٹ میں وہ عرصہ کہ جب وہ نوویں ہفتے کی ابتدا ہونے پر جنین Embryo)) کے مرحلے سے نکل جاتا ہے حمیل Fetus)) کہا جاتا ہے اوراس نوویں ہفتے کی ابتدا سے پیدائش تک وہ حمیل رہتا ہے۔(https://ur.wikipedia.org/wiki/)

شرعی نقطہ نظر سے انسانی تخلیقی معلومات کے بارے میں فرمان الٰہی ہے :**ثُـمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ.** (سورۃ المؤمنون آیۃ -(14 پھر ہم نے نطفہ کو علقہ خون کا لوتھڑا بنایا۔ پھر خون کے لوتھڑے کو مضغہ چبائی جانے والی بوٹی کی مقدار بنایا۔ پھر مضغہ کے ہڈیاں بنا کر ہڈیوں کو گوشت پہنایا۔ پھر ہم نے اسکو ایک اور ہی صورت میں بنایا۔جس میں چار مرحلہ وار خلقت کے بعد پانچویں دیگر تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے۔

شارع علیہ الصلاۃ والسلام اسی تخلیق کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔**عن عبد الله قال حدثنا رسول الله (صلى الله عليه وسلم) - وهو الصادق المصدوق -إن خلق أحدكم يجمع فى بطن أمه أربعين يوماً ثم يكون علقةً مثل ذلك ثم يكون مضغةً مثل ذلك ثم يبعث الله إليه ملكاً بأربع كلمات يكتب رزقه وأجله وعمله وشقىٌّ أو سعيد ثم تنفخ فيه الروح فوالذى لا إله غيره إن أحدكم ليعمل بعمل أهل الجنة حتى ما يكون بينه وبينها إلا ذراعٌ فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل أهل النار فيدخلها وإن أحدكم ليعمل بعمل أهل النا ر حتى ما يكون بينه وبينها إلا ذراعٌ فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل أهل الجنة فيدخلها (الجمع بين الصحيحين البخارى ومسلم)** ۔کہ(حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیارشادفرمایا :(تم میں سے ہرایک کی خلقت اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع کی جاتی ہے۔ پھر اسی طرح علقہ ہوتی ہے ۔پھر اسی طرح مضغہ ہوتی ہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو چار باتوں کے ساتھ بھیجتا ہے۔ جواسکا رزق اوراسکی موت اوراسکا عمل اور بدبخت ہونا یا نیک بخت ہونا لکھتا ہے ۔پھر اسمیں روح پھونکی جاتی ہے۔ پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔بے شک تم میں کوئی جنتیوں کا عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک گز کا فاصلہ نہیں رہتا مگر اسپر تقدیر سبقت لے جاتی ہے۔تو جہنم والوں کے کام کرتا ہے۔پھر اس میں داخل ہوتا ہے۔اور بے شک تم میں کا کوئی جہنمیوں کا عمل کرتا ہے ۔یہاں تک کہ اسکے اور جہنم کے درمیان ایک گز کا فاصلہ نہیں رہتا مگر اسپر تقدیر سبقت لے جاتی ہے اور وہ جنتیوں کے کام کرنے لگتا ہے۔ پھر اس میں داخل ہوجاتا ہے۔

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ تین چالیس یومیہ مراحل گزرنے کے بعد حمل میں روح ڈالی جاتی ہے اور خلقت اخری میں تقدیر کے ساتھ اسکا جوڑ ہوتا ہے ۔اور وہ ایک باحیات جاندار حقوق رکھنے والا قرار دیا جاتا ہے۔جس کی حیات کوملحوظ رکھنا سب پر لازم گردانا جاتا ہے۔

یہ قدرت کی کاری گری ہے جناب　　کہ ذرے کو چمکائے چون آفتاب

ہرایک انسان ان فطری مراحل سے گزرتا ہوا اس دنیا میں آتا ہے۔جس کی بقا کے بعد ہی انسانی وجود کا تصور ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم -قَالَ يَدْخُلُ الْمَلَكُ عَلَى النُّطْفَةِ بَعْدَ مَا تَسْتَقِرُّ فِى الرَّحِمِ بِأَرْبَعِينَ أَوْ خَمْسَةٍ وَأَرْبَعِينَ لَيْلَةً فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَشَقِىٌّ أَوْ سَعِيدٌ فَيُكْتَبَانِ فَيَقُولُ أَىْ رَبِّ أَذَكَرٌ أَوْ أُنْثَى فَيُكْتَبَانِ وَيُكْتَبُ عَمَلُهُ وَأَثَرُهُ وَأَجَلُهُ وَرِزْقُهُ ثُمَّ تُطْوَى الصُّحُفُ فَلاَ يُزَادُ فِيهَا وَلاَ يُنْقَصُ .

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -يَقُولُ إِذَا مَرَّ بِالنُّطْفَةِ ثِنْتَانِ وَأَرْبَعُونَ لَيْلَةً بَعَثَ اللَّهُ إِلَيْهَا مَلَكًا فَصَوَّرَهَا وَخَلَقَ سَمْعَهَا وَبَصَرَهَا وَجِلْدَهَا وَلَحْمَهَا وَعِظَامَهَا ثُمَّ .قَالَ يَا رَبِّ أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثَى فَيَقْضِى رَبُّكَ مَا شَاءَ وَيَكْتُبُ الْمَلَكُ ثُمَّ يَقُولُ يَا رَبِّ أَجَلُهُ .فَيَقُولُ رَبُّكَ مَا شَاءَ وَيَكْتُبُ الْمَلَكُ ثُمَّ يَقُولُ يَا رَبِّ رِزْقُهُ .فَيَقْضِى رَبُّكَ مَا شَاءَ وَيَكْتُبُ الْمَلَكُ ثُمَّ يَخْرُجُ الْمَلَكُ بِالصَّحِيفَةِ فِى يَدِهِ فَلاَ يَزِيدُ عَلَى مَا أُمِرَ وَلاَ يَنْقُصُ .

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -بِأُذُنَىَّ هَاتَيْنِ يَقُولُ إِنَّ النُّطْفَةَ تَقَعُ فِى الرَّحِمِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ يَتَصَوَّرُ عَلَيْهَا الْمَلَكُ (صحيح مسلم باب كَيْفِيَّةِ الْخَلْقِ الآدَمِىِّ فِى بَطْنِ أُمِّهِ وَكِتَابَةِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقَاوَتِهِ وَسَعَادَتِهِ.)

نیز مسلم شریف کی تین احادیث میں جمع خلقت اور آلۂ سمع، بصر، جلد، گوشت، ہڈی کی خلقت کے بارے میں چالیس، پینتالیس ،بیالیس دن کے بعد بننا اور تقدیر کا لکھا جانا مروی ہے۔

اسقاط حمل -: بچّہ دانی سے زیر تکمیل یا تکمیل شُدہ جنین کو نکالنا یا اس کا خارج ہوجانا اسقاط حمل کہلاتا ہے۔اسقاط حمل دو قسم کا ہوتا ہے۔

1۔فوری اور قدرتی طور پر،بغیر اِرادے سے ہونے والا اسقاط جس کے نتیجے میں زیر تکمیل یا تکمیل شُدہ جنین بچّہ دانی سے خارج ہوجاتا ہے۔اِسے بچّہ ضائع ہونا بھی کہتے ہیں۔

2۔ ڈاکٹر یا صحت کی دیکھ بھال کرنے والوں کی مدد سے،اِرادے کے ساتھ،حمل کو ختم کرنا۔

فوری اور قدرتی طور پر ہونے والا اسقاط حمل یا بچّہ ضائع ہونا -: عورت کے انڈے اور مرد کی منی کے جرثومے کے ملاپ کے نتیجے میں بننے والے زائی گوٹ (zygote) رجنین (fetus) میں سے کافی تعداد ایسی ہوتی ہے جو بچّہ دانی کی اندرونی سطح سے جُڑ نہیں پاتی،لہٰذا بچّہ دانی اسے مسترد کرتے ہوئے خارج کردیتی ہے۔یہ عمل یا تو حمل کے بہت ابتدائی دِنوں میں واقع ہوجاتا ہے۔ایسی صورت میں متعلقہ عورت کو اُس کے ماہواری کے متوقع ایّام میں معمول سے زیادہ خون بہتا ہے۔

اگر یہ عمل حمل ہونے کے کافی دِن بعد ہوتا ہے تو اِسے عام طور پر بچّہ ضائع ہونا کہا جاتا ہے،جب کہ تکنیکی اعتبار سے حمل ہونے کے 20 ہفتوں کے اندر ہونے والے اِس عمل کو فوری اسقاط حمل کہا جاتا ہے۔یہ عمل نقص والا بچّہ پیدا ہونے سے بچنے کے لئے جسم کی ایک کوشش ہوسکتی ہے۔اور بعض اوقات یہ عمل ماں کی صحت کی خرابی کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے۔

طبّی طور پر حمل کو ختم کرنا -: یہ اسقاط اپنے فیصلے سے، ڈاکٹر یا صحت کی دیکھ بھال کرنے والوں کی مدد سے، طبّی طریقوں یا آپریشن کے ذریعے عمل میں لایا جاتا ہے۔

علاج کے حوالے سے اسقاطِ حمل -: بعض صورتوں میں اسقاطِ حمل کو ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ اِس کا سبب جنین کی نشو ونما میں بے قاعدگی (fetal anamolies) ہونا، زنا بالجبر کی صورت میں یا ماں کی صحت کو بچانا ہو جب کہ حمل اور بچّے کی پیدائش سے ماں کی زندگی کو خطرہ ہو یا حمل جاری رکھنا، ماں کے لئے جسمانی اور نفسیاتی نقصانات کا سبب بنتا ہو۔

ادویات کے ذریعے اسقاط حمل -: ادویات کے ذریعے اسقاط حمل کے طریقے میں آپریشن نہیں کیا جاتا بلکہ ادویات استعمال کی جاتی ہیں۔ یہ طریقہ ایسی عورتوں کے لئے مناسب ہے جن کے حمل کی مُدّت آٹھ ہفتے یا اِس سے کم ہو۔ (اور یہ طریقہ ÷ 97 فیصد آٹھ ہفتے یعنی 49 دن کے اندر کروانے میں کارگر ہوگا) (عموما پہلے حمل ضائع ہونے کے لئے دو دن قبل گولی دیجاتی ہے ۔ پھر اندام نہانی میں گولی رکھنے سے ایک یا دو گھنٹے میں حیض کی طرح حمل خارج ہو جاتا پھر اس کے بعد اسکین کے ذریعہ اسقاط کارگر ہوا یا نہیں معلوم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اسکے ناکام ہونے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے)

آپریشن کے ذریعے اسقاط حمل - : آپریشن کے ذریعے اسقاط حمل دو طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ (suction-aspiration) ہوا کے دباؤ کے ذریعے کھینچ کر نکالنا۔ اور (dilation evacuation D&E) پھیلانا اور خُلا پیدا کرنا۔

(اس کے لئے حمل کی مدت 6 :(سے 12 ہفتوں (42 تا 84 دن) تک کے حمل کے لئے suction-aspiration کا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ حمل کی مُدّت 6 ہفتوں سے کم ہونے کی صورت میں اسقاط حمل کی کامیابی کا اِمکان کم ہو جاتا ہے۔ 15 سے تقریباً 26 ہفتوں (105 سے 182 دن) تک کے حمل کیلئے dilation and evacuation کا طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔

http://www.srhmatters.org/reproductive-health/abortion/?lang=ur)

آسان بیان-: طبیعی اور اوسطاً ایک حمل کی مدت 38 ہفتے (اگر پچھلے حیض یا ماہوار یکے روزِ اول سے گنا جائے تو 40 ہفتے) ہوتی ہے اور اس کے مکمل ہونے پر بچہ ماں کے پیٹ یا رحم سے باہر آ جاتا ہے۔ اگر کسی بھی (طبیعی یا غیر طبیعی) وجہ سے بچہ قبل از وقت (premature) حمل کی مدت کے 28 ویں ہفتے سے پہلے باہر آ جائے یا پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں اس کا زندہ رہنا ممکن نہیں ہوتا اور اسی صورت حال یا بچے کے قبل از وقت نکل کر ضائع ہوجانے کو ہی اسقاط یا حمل کا گر جانا کہا جاتا ہے۔(https://ur.wikipedia.org/wiki/)

(اسقاط حمل یا قتل حمل کے نقصانات میں جہاں پیٹ میں پلنے والے بچے کو ختم کر کے ضائع کرنا ہے وہیں وہ ماں کے لئے تکلیف دہ اور المناک ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر نقصانات رکھتا ہے)

زچہ بچہ اور خواتین کے خصوصی امراض میں پینتیس سالہ تجربہ رکھنے والی پشاور کی ڈاکٹر مریم بی بی کا کہنا ہے -: کہ اکثر نا تجربہ کاردائی یا نرسز سے حمل ضائع کرایا جاتا ہے۔ جس کے دوران استعمال کئے جانے والے سٹک سے یوٹرس پھٹ جاتا ہے۔ اور اکثر اوقات ابورشن کرنے والی خاتون کا بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ دوسری جانب اس سے پیلوس اور یوٹرس میں مختلف قسم کے انفکشنز ہو جاتے ہیں۔ جو کہ اندر کی طرف پھیل جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے خواتین دوسرا بچہ پیدا کرنے کے قابل ہی نہیں رہتیں۔ اور اسی طرح ابورشن سے مینسز یعنی حیض میں بھی خرابی آجا تی ہے۔ اکثر اوقات یا تو مینسز آنا بلکل بند ہو جاتے ہیں۔ یا بے انتہا زیادہ آنا شروع ہو جاتے ہیں، جس سے خاتون یا تو بہت زیادہ موٹی ہو جاتی ہے ۔ یا بلکل ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے ایسا بہت کم دیکھا ہے کہ ابورشن کے بعد خاتون مکمل طور پر ٹھیک ہوگئی ہو۔

(عموماماہر ڈاکٹرز یہ صلاح دیتے ہیں) کہ اگر حاملہ کو ذیابیطس، امراض قلب، گردوں یا جگر میں تکلیف ہو، تو اس صورت میں حمل کا ضائع کرنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اس سے ماں او بچے دونوں کی زندگی کو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ تاہم ان صورتوں میں بھی اچھے ہسپتال اور جدید طریقہ ہائے علاج سے امراض کے علاج کے ساتھ ساتھ ڈیلیوری بھی ممکن ہے۔ اگر بامرِ مجبوری حمل ضائع کرنا ناگزیر ہو تو اس صورت میں حمل کے پہلے ہی مہینے ابورشن کرنا چاہیے ۔ جبکہ تیسرے مہینے کے بعد حمل ضائع کرنے سے مذکورہ بالا پیچیدگیوں سے بچنا ناممکن ہو جاتا ہے۔(http://www.iprjmc.org.pk/)

طبی اسقاط حمل کے مشورے کی بنیاد دو صورتوں میں ہوتی ہے۔ یا تو ماں حمل کی متحمل نہیں ہوتی کہ حمل سے اسکی جان کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ یا حمل کی نشونما میں کوئی قصور ہو ، کہ جو آگے زندہ نہیں رہ سکتا۔ یا جسمانی یا ذہنی معذور ہو۔ اطباء کا مشورہ اس بارے میں طبی تحقیقات کے بعد دیا جاتا ہے۔ جسکی تشخیص عموما چند طریقوں سے کی جاتی ہے۔

جنمیں ایک: ۔الٹرا ساؤنڈ اسکین ہے :

الٹرا ساؤنڈ اسکین میں آواز کی لہروں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جن کے ذریعے کمپیوٹر اسکرین پر بچے کی تصویر نظر آتی ہے۔ اس تصویر میں بچے کی پوزیشن اور حرکات دکھائی دیتی ہیں۔ بیشتر والدین یہ اسکین اس لئے کرواتے ہیں تا کہ وہ اپنے بچے کی پہلی جھلک دیکھ سکیں۔ تاہم اس اسکین کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ بچے کی نشونما صحیح ہو رہی ہے یا نہیں۔

الٹرا ساؤنڈ اسکین سے عموما یہ معلومات ہوتے ہیں: ۔ بچے کے دل کی دھڑکن چیک کرسکتے ہیں۔

پیٹ میں ایک بچہ ہے یا اس سے زیادہ کا علم ہوتا ہے۔

اکٹوپک حمل کے بارے میں پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ جس میں جنین بچے دانی کے باہر بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔

اندام نہانی سے خون گرنے کے سبب کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔

جسم کو ناپ کر درست طور پر یہ بتایا جاسکتا ہے کہ حمل کتنے دنوں کا ہے۔

بچے کے اعضا صحیح طریقے سے نشوونما پا رہے ہیں یا نہیں معلوم کیا جاسکتا ہے۔

چند معذوریوں کی تشخیص کی جاسکتی ہے۔

رطوبت اورآنول کے بارے میں بتلایا جاسکتا ہے۔

کئی اسکینوں کے بعد بچے کی نشو ونما کی شرح بتلائی جاسکتی ہے۔

(الٹرا ساونڈ سے بچے کی جنس کا علم):- تقریباً اٹھارہ (18)ہفتوں کیبعد جنس کا معلوم کرنا ممکن ہے۔ لیکن کچھ اسپتال بچے کی جنس کے بارے میں نہیں بتائیں گے۔ کیونکہ پورے طور سے یقین کے ساتھ کہنا مشکل ہوتا ہے۔

اسکین عموماً کب کئے جاتے ہیں؟

پہلا اسکین غالباً 10 سے 13ویں ہفتے کے درمیان ہوگا۔ اسے ڈیٹنگ اسکین کہا جاتا ہے۔ اوراس سے اس بات کا پتہ چل جائے گا کہ عورت کتنے دنوں کی حاملہ ہیں۔ حمل کے 20ویں ہفتے میں ایک دوسرا اسکین (اینوملی اسکین) کروانا ہوتا ہے۔ تا کہ پتہ لگایا جاسکے کہ بچے کی صحیح طور پر نشو ونما ہورہی ہے۔

کیا الٹرا ساؤنڈ محفوظ ہے؟

حمل میں الٹرا ساؤنڈ کا استعمال تقریباً 30 سالوں سے ہوتا آرہا ہے۔ اورطبی تحقیق میں اس کے کوئی ضمنی اثرات نہیں ملے ہیں۔ اس کے باوجود اکثر ماہرین اس بات سے اتفاق کرتے ہیں۔ کہ بغیر کسی واضح طبی وجوہات کے الٹرا ساؤنڈ نہیں کرنا چاہئے۔

(https://www.babycentre.co.uk/a1018622/urdu-translation-ultrasound-scans---an-overview)

ڈاون سنڈروم -:(Down Syndrome) -:نسلی بیماری کے ساتھ پیدا ہونے والے بچوں کی علامات ، پیچیدگیوں کے بارے میں آسانی سے سمجھ آنے والا جائزہ۔

ڈاون سنڈروم -: ایک نسلی کیفیت ہے۔ یہ تب واقع ہوتا ہے جب بچہ 46 کی جگہ 47 کروموسوم کیساتھ پیدا ہوتا ہے۔ یہ زائد کروموسوم دراصل کروموسوم 21 ہوتا ہے۔ جو دماغ کی نشونما میں تاخیر اور جسمانی معذوری کا سبب بنتا ہے۔ ڈاون کروموسوم کے ساتھ پیدا ہونے والے بچے قوائد، اجناس اور سماجی واقتصادی حیثیت سے بالاتر ہوتے ہیں۔

ڈاون سنڈوم کے ساتھ پیدا ہونے والے بچوں کی خصوصیت میں یہ باتیں ہوسکتی ہیں۔ ترچھی آنکھوں کے ساتھ آنکھوں کے پپوٹوں کے کونے میں واضح جھریاں۔ چھوٹے اندر کی طرف کان۔ چھوٹا منہ۔ پورے گالوں کے ساتھ چھوٹا اور گول چہرا۔ بڑی زبان جو باہر کی طرف نکلتی ہو۔ ہتھیلی پر صرف ایک لکیر۔ ہموار ناک۔ سر کی ہموار پیٹھ۔ پیدائش کیوقت پٹھوں کے تناو میں کمی۔ بھدے عضو۔ گردن کی پشت پر زائد جلد۔ چھوٹی قد وقامت۔ غیر معمولی ذہنی اور جسمانی نشونما۔

اسکے علاوہ ڈاون سنڈروم والے بچوں کو دوسرے صحت کے پیچیدگیاں بھی پیش آسکتی ہیں :۔ دل کی خرابی۔ آنتوں کا غیر معمولی ہونا۔ آنکھوں کے مسائل۔ سماعت کے مسائل۔ بار بار کانوں میں انفیکشن ہونا۔ کولہوں کی غیر فطری نشونما۔ نیند کے دوران حبس دم۔ گردن کے جوڑوں کا عدم استحکام۔ انفیکشن پکڑنے کے زیادہ امکانات

بچے میں ڈاون سنڈروم کے خطرات ماں کی زائد عمر کے باعث بڑھتے ہیں۔ اسی لئے 35 سال سے زائد عمر کی خاتون کو

کروموسوم چیک کرنے کے لئے خاص ٹیسٹ مثلاً ایمنیوسین ٹیسس کی پیشکش کی جاتی ہے۔

(www.aboutkidshealth.ca)

ہونے والی اولاد میں اس قسم کے خطرات، خدشات ، معذوریوں اور امکانات کی اطلاع کے بعد ماں باپ مایوس ہوکر اسکو گرانے کا اقدام کرتے ہیں۔ کوئی طبیب اسقاط حمل جبراً نہیں کرواتا بلکہ وہ ماں کی بڑتی ہوئی تکلیف ، یا ہونے والی اولاد میں نقص ہوتو اس سے اپنی تحقیقات کی بناء پرآ گاہ کرتا ہے جس کے بعد ماں باپ اسقاط کا فیصلہ لینے کی جرئت کرتے ہیں۔

ہر چار میں سے ایک حمل کا خاتمہ اسقاطِ حمل پر 12 -: مئی - 2016 اقوامِ متحدہ کے عالمی ادارۂ صحت اور گوٹما کر انسٹی ٹیوٹ نے تخمینہ لگایا ہے کہ دنیا میں ہر چار میں سے ایک حمل کا خاتمہ اسقاطِ حمل پر ہوتا ہے۔

طبی جریدے لانسٹ میں شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق ہر سال پانچ کروڑ 60 لاکھ اسقاطِ حمل کروائے جاتے ہیں۔ یہ تعداد گذشتہ اندازوں سے زیادہ ہے۔

سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ دنیا بھر میں اسقاطِ حمل کی تعداد 1990 تا 1994 پانچ کروڑ فی سال تھی، جو 2010 تا 2014 بڑھ کر پانچ کروڑ 60 لاکھ فی سال ہوگئی۔

یہ اضافہ زیادہ تر ترقی پذیر دنیا میں دیکھنے میں آیا ہے، اور اس کے پیچھے آبادی میں اضافہ اور چھوٹے خاندانوں کی خواہش کا عمل دخل ہے۔

رپورٹ کے مطابق سب سے زیادہ اسقاطِ حمل لاطینی امریکہ کے ملکوں میں کروائے جاتے ہیں۔ جہاں ہر تین میں سے ایک حمل کا خاتمہ اس طرح ہوتا ہے۔

(https://www.bbc.com/urdu/science/2016/05/160512_abortions_rates_zis)

اس خبر سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ دنیا بھر میں انسانی نسل کی یہ تباہی اور ہلاکت خیزی (جو کہ نسلِ نو کا پچیس فیصدی حصہ ہے) کوئی بڑی عالمی جنگ یا آفات سماوی یا وبائی بیماریوں سے نہیں بلکہ مردوزن کا باہمی یا عورت کا انفرادی اختیار کردہ اسقاط حمل کا نتیجہ ہے۔ عالمی سطح پر اس نسلی تباہ کاری کا انسداد کرنا ہوگا۔ جس کے لئے حکومتوں اور قوانین کی سختی کی ضرورت درکار ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک رعایا پروری کا حق ہے۔ جس کی بڑی وجہ قانون قدرت پر عدم اعتمادی ہے۔

بغیر سر اور بغیر دماغ کے جنین کو ماں اسقاط سے محفوظ رکھے گی تو اسکے کیا فوائد ہیں؟

ایک ماں کے بغیر سر و دماغ کے حمل کو رکھنے کے متعلق استفسار پر ڈاکٹر رابعہ خرم درانی کا جواب:-

اول : آپ بچے کو اُس کی طبعی زندگی تک جینے کا موقع دے رہی ہیں۔

دوم : حمل کی جتنی مدت یہ بچہ رحم میں رہیگا۔ مثلاً چھ ماہ، سات ماہ یا پورے نو ماہ، اتنے ماہ تک اگلے حمل میں بچہ دانی بہ آسانی اگلا حمل ٹھہرا کر رکھے گی اور گرائیگی نہیں۔

سوم : ذہنی الجھن یا احساس جرم جو اپنا بچہ اپنے فیصلے سے گرانے کے نتیجے میں چند مریض محسوس کرتے ہیں۔اس سے محفوظ ہو جائے گی۔اب فیصلہ آپ کو خود کرنا ہے۔

چہارم :اس بچے کے زندہ رہنے کا امکان رحم سے باہر آتے ہی صفر ہے۔کیونکہ اس بچے کا سر اور دماغ بنا ہی نہیں تو سر کے بغیر زندگی ممکن ہی نہیں۔(https://www.express.pk/story/1383565/9812/)

بظاہر اسقاط حمل اور قتل حمل دونوں میں بات ایک ہی پائی جاتی ہے۔کہ حمل کا کسی حال خاتمہ ہو جائے۔اور اس سے چھٹکارہ حاصل ہو ،اسی تناظر میں عوام کو فوائد نظر آتے ہیں۔ جس کی وجہ کئی افراد اپنی ہونے والی اولاد کو ابتدائی ایام میں ختم کردیتے ہیں۔اور طبی صلاح ومشورے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔عموی طور پر کوئی طبی مجبوری بھی نہیں ہوتی محض اچھی پرورش سے عاجزانہ ذہن سازی اور کم اولاد کی اچھی پرورش کو عمدہ سمجھتے ہوئے ،یا زیادتی اولاد کو غربت اور مصیبت تصور کرتے ہوئے بھی اسقاط حمل کیا جاتا ہے۔بہرصورت استقرار حمل کے بعد اسقاط مذموم ہے ۔

شرعا قبل نفخ روح اسقاط کے متعلق اباحت کی طرف فقہا کا ایک قول ہے ۔اور کراہیت کا قول فقیہ علی بن موسی کا ہے ۔یہ دو باتیں مذکور ہیں۔جن کی تطبیق میں ابن وہبان کا قول ردالمحتار میں یہ بیان کیا گیا کہ :اگر کسی بھی ضروری وجہ کے بغیر قبل نفخ روح اسقاط کیا جائے تو وہ مکروہ ہے۔کہ اسمیں ایک قابل تخلیق حمل کو ضائع کیا جارہا ہے۔جو کہ ایک مخلوق خدا اور اسکی امانت ہے۔اگر کسی معقول وجہ کی بناء اسقاط کیا جائے۔جیسے موجود اولاد کو دودھ بند ہو جائیگا۔اور اسکے لئے کوئی اور دودھ کا ذریعہ نہ ہو اور والد رضاعت کے صرفہ سے عاجز ہو تو اباحت کا درجہ ہوگا۔تمام فقہائے اسلام نے بعد نفخ روح یعنی ایک سو بیس دن کا حمل ہونے کے بعد جبکہ اعضائے بدن کی تخلیق کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے ۔اور بال ناخن وغیرہ بننے لگتے ہیں۔بلاضرورت اسقاط حمل کو حرام گناہ کبیرہ بلکہ اکبر واعظم گناہوں میں شمار کیا ہے۔اور اس حمل کو ایک زندہ کے حقوق میں شمار کرتے ہوئے اس کے متعلق سل کفن اور نام رکھنے اور دفن کے مسائل کو لازم قرار دیا گیا ہے۔اور اسکے اٹھائیجانے کے متعلق بھی اعتقاد رکھا جاتا ہے۔البتہ ماں کے پیٹ میں مرنے کی وجہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائیگی۔ ونیز اسکو ضائع کرنے والے پر دیت (ایک غرہ) ایک مرد یا زن غلام یا باندھی (یا پانچ سو درہم یا دیت کا بیسواں حصہ یعنی جو پانچ اونٹ ہوتے ہیں) دینا واجب قرار دیا جاتا ہے۔ اور اگر اسکو گرانے والا کوئی وارث ماں ہو یا باپ یا کوئی اور ہو اسکو حمل کی میراث (دیت) سے محروم رکھا جائیگا ۔اگر حمل پر جنایت کے بعد زندہ نکل کر مرجائے تو جنایت کرنے والے پر اس دیت کے ساتھ ساتھ قتل نفس کا کفارہ (دوماہ کے روزے رکھنا وغیرہ) بھی دینا واجب ہوگا۔چاہے وہ ڈاکٹر ہی اسقاط کیا ہو۔ کیونکہ یہی حمل کا قتل کرنا ہے ۔اگر حمل کی واضح خلقت نہ ہوئی ہو اور روح پڑنیسے قبل نکل جائے یا نکالا جائے تو اسکو ممکن ہو تو پانی بہا کر یا ویسے ہی کپڑے میں رکھ کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ کہ وہ انسانی نسل کا قابل اکرام حصہ رہا ہے ،اسکو ویسے ہی پھینکنا انسانی احترام کیخلاف ہے۔البتہ حمل ماں کے پیٹ میں مرجائے۔یا ماں کے لئے جانی یا صحت کے نقصان کا سبب ہونا یقینی ہو جائے تو اسکو علاج کے طور پر روح پڑنے سے قبل یا بعد ختم کرانے کی شرعا اجازت ہے۔

شرعاً جسمانی طور پر معذور ہونے والا بچہ چاہے وہ ظاہری اعضائے بدن ہاتھ، پیر، آنکھ، کان، ناک چہرہ یا باطنی اعضاء: دماغ، دل، جگر، گردے وغیرہ سے معذور ہونے والا بچہ، یا ذہنی طور پر معذور ہونے والا بچہ، یا حرام کاری زنا سےہو نیوالی اولاد ہو، یا لڑکی ہو، ان میں سے کسی صورت میں بھی روح پڑنے کے بعد اسقاط یا اسکو ختم کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ وہ قتل اور حرمت کے درجہ میں ہے۔ اگر یہ امور بچہ صحت مند پیدا ہونے کے بعد رونما ہوں تو کیا ایسی صورت میں اس بچہ کو قتل کرنا درست ہوسکیگا۔؟

مطلق حمل بھی شرعاً اس قدر احترام کا موجب ہے۔ کہ اس کے لئے وراثتاً ملنے والا حصہ رسدی محفوظ رکھا جاتا ہے۔ جو اسکے مال کی حفاظت اور اسکے استحقاق کو لازم کرتا ہے۔ حاملہ کی موت پر حمل کا زندہ رہنا معلوم ہوتو اسکو جراحت کرکے نکالا جائیگا۔ اور وہ زندہ نکلنے کے بعد اپنی ماں کا وارث بھی ہوگا۔ اور اعضاء بننے والا حمل (جسمیں روح پڑ چکی ہو) کو ساقط کروایا جائے تو وہ اپنےمورث کا وارث ہوکر مرنے کی وجہ دوسرے ورثاء کو وارث بھی بنائیگا۔ اور اسکا قتل کرنے والا وارث ماں ہو یا باپ وراثت سے محروم رہیگا۔ اگر حمل خود سے ضائع ہوکر نکل جائے تو وہ نہ وارث ہوگا اور نہ وارث بنائے گا۔

سائنسی تحقیقات میں روح کو تسلیم نہیں کیا جاتا جیسا کہ مذہبیات میں روح کو تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ سائنسی حقیقت تمام تر ترقیات کے باوجود روح کو کسی بھی ذریعہ سے دیکھنے سے عاجز ہے۔ اور کسی آلہ کے ذریعہ اسکا احساس نہیں رکھتی۔ اسی لیےسائنسی تحقیق میں کسی چیز کا قابل نمو ہونا یا قابل حرکت ہونا باحیات متصور ہوتا ہے۔ اور نطفہ کے جرثومے کی حرکت کو حیات سمجھتے ہوئے اسکی جسمانی افزائش کے ساتھ ساتھ حرکت کی افزائش کو تسلیم کرتی ہے۔

طبی مشورہ اسقاط و قتل حمل کے متعلق علم یقینی کا فائدہ نہیں دیتا جو کہ ایک قیاس آرائی اور تجربہ کاری پر مبنی آلات کی تحقیقاتی بات متصور ہوتا ہے۔ اور یہ ایک آدمی کی عینی شہادت کا بھی درجہ نہیں رکھتا ہے۔ جس پر عمل کرنے والا خود اپنے عمل کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ (جیسا کہ اطباء تحریری وثیقہ بھی اس کے متعلق لےتے ہیں)۔ حمل کو معمولی نقصان یا کوئی اور عام معذوری کی اطلاع پر ناپسند کرتے ہوئے جان سے ختم کرنا بھی روح پڑنے کے بعد ہو تو قتل کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ ہر شخص اپنی پسند کی اولاد کو پیدا نہیں کرسکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اپنی پسند کے گوڑیوں میں جان ڈالتے ہوتے۔ بلکہ اس وہبی عطیہ پر راضی ہونا ہی بندگی کا تقاضا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيُّ قَالَ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ وَأَنْزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقَ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ)الْآيَةَ(صحيح البخاری باب قتل الولد خشية ان ياكل معک)

مَطْلَبٌ فِي حُكْمِ إسْقَاطِ الْحَمْلِ (قَوْلُهُ وَقَالُوا إلَخْ) قَالَ فِي النَّهْرِ :بَقِيَ هَلْ يُبَاحُ الْإِسْقَاطُ بَعْدَ الْحَمْلِ ؟ نَعَمْ يُبَاحُ مَا لَمْ يَتَخَلَّقْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَنْ يَكُونَ ذَلِكَ إلَّا بَعْدَ مِائَةٍ وَعِشْرِينَ يَوْمًا ، وَهَذَا يَقْتَضِي أَنَّهُمْ أَرَادُوا بِالتَّخْلِيقِ نَفْخَ الرُّوحِ وَإِلَّا فَهُوَ غَلَطٌ لِأَنَّ التَّخْلِيقَ يَتَحَقَّقُ بِالْمُشَاهَدَةِ قَبْلَ هَذِهِ الْمُدَّةِ كَذَا فِي الْفَتْحِ ، وَإِطْلَاقُهُمْ يُفِيدُ عَدَمَ تَوَقُّفِ جَوَازِ إسْقَاطِهَا قَبْلَ الْمُدَّةِ الْمَذْكُورَةِ عَلَى إذْنِ الزَّوْجِ .وَفِي كَرَاهَةِ الْخَانِيَّةِ :وَلَا أَقُولُ بِالْحِلِّ إذْ الْمُحْرِمُ لَوْ كَسَرَ بَيْضَ الصَّيْدِ ضَمِنَهُ لِأَنَّهُ أَصْلُ الصَّيْدِ فَلَمَّا كَانَ يُؤَاخَذُ بِالْجَزَاءِ فَلَا أَقَلَّ مِنْ أَنْ يَلْحَقَهَا إثْمٌ

هُنَا إذَا سَقَطَ بِغَيْرِ عُذْرِهَا ا هـ قَالَ ابْنُ وَهْبَانَ :وَمِنْ الْأَعْذَارِ أَنْ يَنْقَطِعَ لَبَنُهَا بَعْدَ ظُهُورِ الْحَمْلِ وَلَيْسَ لِأَبِي الصَّبِيِّ مَا يَسْتَأْجِرُ بِهِ الظِّئْرَ وَيَخَافُ هَلَاكَهُ .وَنُقِلَ عَنْ الذَّخِيرَةِ لَوْ أَرَادَتْ الْإِلْقَاءَ قَبْلَ مُضِيِّ زَمَنٍ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ هَلْ يُبَاحُ لَهَا ذَلِكَ أَمْ لَا ؟ اخْتَلَفُوا فِيهِ ، وَكَانَ الْفَقِيهُ عَلِيُّ بْنُ مُوسَى يَقُولُ :إنَّهُ يُكْرَهُ ، فَإِنَّ الْمَاءَ بَعْدَمَا وَقَعَ فِي الرَّحِمِ مَآلُهُ الْحَيَاةُ فَيَكُونُ لَهُ حُكْمُ الْحَيَاةِ كَمَا فِي بَيْضَةِ صَيْدِ الْحَرَمِ ، وَنَحْوُهُ فِي الظَّهِيرِيَّةِ قَالَ ابْنُ وَهْبَانَ :فَإِبَاحَةُ الْإِسْقَاطِ مَحْمُولَةٌ عَلَى حَالَةِ الْعُذْرِ ، أَوْ أَنَّهَا لَا تَأْثَمُ إثْمَ الْقَتْلِ ا هـ .(رد المحتار)

(قَوْلُهُ فَفِي السِّقْطِ غُرَّةٌ) بِضَمِّ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَهِيَ خَمْسُمِائَةِ دِرْهَمٍ تُؤْخَذُ فِي سَنَةٍ وَاحِدَةٍ وَنَفَاهَا الطَّرْطُوسِيُّ وَهُوَ وَهْمٌ كَمَا ذَكَرَهُ الشَّارِحُ (قَوْلُهُ لِوَالِدِهِ) الْأَوْلَى لِوَارِثِهِ ط (قَوْلُهُ مِنْ عَاقِلِ الْأُمِّ) وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا عَاقِلَةٌ فَفِي مَالِهَا فِي سَنَةٍ ش (قَوْلُهُ تُحْضَرُ) الْجُمْلَةُ صِفَةُ غُرَّةٍ ط.(رد المحتار)

وَلَمَّا كَانَتْ الْحَرَكَةُ دَلِيلَ الْحَيَاةِ قَالُوا الْحُبْلَى إذَا مَاتَتْ وَفِي بَطْنِهَا وَلَدٌ يَضْطَرِبُ يُشَقُّ بَطْنُهَا وَيُخْرَجُ الْوَلَدُ لَا يَسَعُ إلَّا ذَلِكَ كَذَا فِي الظَّهِيرِيَّةِ وَأَفَادَ بِقَوْلِهِ وَإِلَّا لَا أَنَّهُ إذَا لَمْ يَسْتَهِلَّ لَا يُصَلَّى عَلَيْهِ وَيَلْزَمُ مِنْهُ أَنْ لَا يُغَسَّلَ ، وَلَا يَرِثَ وَلَا يُورَثَ ، وَلَا يُسَمَّى وَاتَّفَقُوا عَلَى مَا عَدَا الْغُسْلَ وَالتَّسْمِيَةَ وَاخْتَلَفُوا فِيهِمَا فَظَاهِرُ الرِّوَايَةِ عَدَمُهُمَا وَرَوَى الطَّحَاوِيُّ فِعْلَهُمَا ، وَفِي الْهِدَايَةِ أَنَّهُ الْمُخْتَارُ ؛ لِأَنَّهُ نَفْسٌ مِنْ وَجْهٍ ، وَفِي شَرْحِ الْمَجْمَعِ لِلْمُصَنِّفِ إذَا وُضِعَ الْمَوْلُودُ سِقْطًا تَامَّ الْخِلْقَةِ قَالَ أَبُو يُوسُفَ يُغَسَّلُ إكْرَامًا لِبَنِي آدَمَ وَقَالَا يُدْرَجُ فِي خِرْقَةٍ وَلَا يُغَسَّلُ وَالصَّحِيحُ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ وَإِذَا لَمْ يَكُنْ تَامَّ الْخَلْقِ لَا يُغَسَّلُ إجْمَاعًا ا هـ .

وَبِهَذَا ظَهَرَ ضَعْفُ مَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ وَالْخُلَاصَةِ مِنْ أَنَّ السِّقْطَ الَّذِي لَمْ تَتِمَّ خِلْقَةُ أَعْضَائِهِ الْمُخْتَارُ أَنَّهُ يُغَسَّلُ ا هـ .

لِمَا سَمِعْت مِنْ الْإِجْمَاعِ عَلَى عَدَمِ غُسْلِهِ وَلَعَلَّهُ سَبَقَ نَظَرُهُمَا إلَى الَّذِي تَمَّ خَلْقُهُ أَوْ سَهْوٌ مِنْ الْكَاتِبِ ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ قَوْلَهُمْ هُنَا بِأَنَّ مَنْ وُلِدَ مَيِّتًا لَا يَرِثُ وَلَا يُورَثُ لَيْسَ عَلَى إطْلَاقِهِ لِمَا فِي آخِرِ الْفَتَاوَى الظَّهِيرِيَّةِ مِنْ الْمُقَطَّعَاتِ وَمَتَى انْفَصَلَ الْحَمْلُ مَيِّتًا إنَّمَا لَا يَرِثُ إذَا انْفَصَلَ بِنَفْسِهِ فَأَمَّا إذَا فُصِلَ فَهُوَ مِنْ جُمْلَةِ الْوَرَثَةِ بَيَانُهُ إذَا ضَرَبَ إنْسَانٌ بَطْنَهَا فَأَلْقَتْ جَنِينًا مَيِّتًا فَهَذَا الْجَنِينُ مِنْ جُمْلَةِ الْوَرَثَةِ ؛ لِأَنَّ الشَّارِعَ أَوْجَبَ عَلَى الضَّارِبِ الْغُرَّةَ وَوُجُوبُ الضَّمَانِ بِالْجِنَايَةِ عَلَى الْحَيِّ دُونَ الْمَيِّتِ وَإِذَا حَكَمْنَا بِحَيَاتِهِ كَانَ لَهُ الْمِيرَاثُ وَيُورَثُ عَنْهُ نَصِيبُهُ كَمَا يُورَثُ عَنْهُ بَدَلُ نَفْسِهِ ، وَهُوَ الْغُرَّةُ ا هـ .

وَهَكَذَا فِي آخِرِ الْمَبْسُوطِ مِنْ مِيرَاثِ الْحَمْلِ ، وَفِي الْمُبْتَغَى السِّقْطُ الَّذِي لَمْ تَتِمَّ أَعْضَاؤُهُ هَلْ يُحْشَرُ قِيلَ إذَا نُفِخَ فِيهِ الرُّوحُ يُحْشَرُ وَإِلَّا فَلَا وَقِيلَ إذَا اسْتَبَانَ بَعْضُ خَلْقِهِ يُحْشَرُ ا هـ .وَفِي الظَّهِيرِيَّةِ وَالَّذِي يَقْتَضِيهِ مَذْهَبُ عُلَمَائِنَا أَنَّهُ إذَا اسْتَبَانَ بَعْضُ خَلْقِهِ فَإِنَّهُ يُحْشَرُ ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّعْبِيِّ وَابْنِ سِيرِينَ ا هـ .

وَفِي الْخَانِيَّةِ وَالْخُلَاصَةِ وَالْفَيْضِ وَالْمَجْمُوعِ ، وَفِي تَسْمِيَتِهِ كَلَامٌ قَالَهُ الشَّيْخُ إسْمَاعِيلُ (قَوْلُهُ وَلَعَلَّهُ سَبَقَ نَظَرُهُمَا إلَخْ) قَالَ فِي النَّهْرِ مَا فِي الْخُلَاصَةِ عَزَاهُ فِي الدِّرَايَةِ إلَى الْمَبْسُوطِ وَالْمُحِيطِ أَفَسَبَقَ نَظَرُ السَّرَخْسِيِّ وَصَاحِبِ الْمُحِيطِ أَيْضًا كَلَّا ، وَفِي الظَّهِيرِيَّةِ السِّقْطُ الَّذِي لَمْ تَتِمَّ أَعْضَاؤُهُ لَا يُصَلَّى عَلَيْهِ بِاتِّفَاقِ الرِّوَايَاتِ وَاخْتَلَفُوا فِي غَسْلِهِ وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ يُغَسَّلُ وَيُدْفَنُ مَلْفُوفًا بِخِرْقَةٍ وَعَزَاهُ الشَّيْخُ إسْمَاعِيلُ إلَى النِّهَايَةِ قَالَ وَجَزَمَ بِهِ فِي عُمْدَةِ الْمُفْتِي وَالْفَيْضِ وَالْمَجْمُوعِ وَالْخَانِيَّةِ وَالْمُبْتَغَى ثُمَّ قَالَ :وَبِهَذَا يَظْهَرُ ضَعْفُ مَا فِي الْمَنْبَعِ مِنْ أَنَّهُ لَا يُغَسَّلُ إجْمَاعًا ، وَفِي شَرْحِ ابْنِ الْمَلَكِ وَغُرَرِ الْأَذْكَارِ اتِّفَاقًا ، وَمَا فِي الْبَحْرِ غَيْرُ وَاضِحٍ بَلْ الظَّاهِرُ تَضْعِيفُ الْإِجْمَاعِ وَالِاتِّفَاقِ

.ا هـ .لَكِنْ فِي الشرنبلالية يُمْكِنُ التَّوْفِيقُ بِأَنَّ مَنْ نَفَى غُسْلَهُ أَرَادَ الْغُسْلَ الْمُرَاعَى فِيهِ وَجْهُ السُّنَّةِ ، وَمَنْ أَثْبَتَهُ أَرَادَ الْغُسْلَ فِي الْجُمْلَةِ كَصَبِّ الْمَاءِ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ وُضُوءٍ وَتَرْتِيبٍ لِفِعْلِهِ كَغُسْلِهِ ابْتِدَاءً بِحُرُضٍ وَسِدْرٍ .

(البحر الرائق باب الصلاة على الميت فى المسجد)

وَإِنْ أَسْقَطَتْ بَعْدَ ما اسْتَبَانَ خَلْقُهُ وَجَبَتْ الْغُرَّةُ كَذَا فى فَتَاوَى قَاضِي خَانْ الْعِلَاجُ لِإِسْقَاطِ الْوَلَدِ إذَا اسْتَبَانَ خَلْقُهُ كَالشَّعْرِ وَالظُّفُرِ وَنَحْوِهِمَا لَا يَجُوزُ وَإِنْ كان غير مُسْتَبِينِ الْخَلْقِ يَجُوزُ وَأَمَّا فى زَمَانِنَا يَجُوزُ على كل حَالٍ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى كَذَا فى جَوَاهِرِ الْأَخْلَاطِيِّ وفى الْيَتِيمَةِ سَأَلْت عَلِيَّ بن أَحْمَدَ عن إسْقَاطِ الْوَلَدِ قبل أَنْ يُصَوَّرَ فقال أَمَّا فى الْحُرَّةِ فَلَا يَجُوزُ قَوْلًا وَاحِدًا وَأَمَّا فى الْأَمَةِ فَقَدْ اخْتَلَفُوا فيه وَالصَّحِيحُ هو الْمَنْعُ كَذَا فى التَّتَارْخَانِيَّة .... امْرَأَةٌ مُرْضِعَةٌ ظَهَرَ بها حَبَلٌ وَانْقَطَعَ لَبَنُهَا وَتَخَافُ على وَلَدِهَا الْهَلَاكَ وَلَيْسَ لِأَبِي هذا الْوَلَدِ سَعَةٌ حتى يَسْتَأْجِرَ الظِّئْرَ يُبَاحُ لها أَنْ تُعَالِجَ في اسْتِنْزَالِ الدَّمِ ما دَامَ نُطْفَةً أو مُضْغَةً أو عَلَقَةً لم يُخْلَقْ له عُضْوٌ وَخَلْقُهُ لَا يَسْتَبِينُ إلَّا بَعْدَ مِائَةٍ وَعِشْرِينَ يَوْمًا أَرْبَعُونَ نُطْفَةً وَأَرْبَعُونَ عَلَقَةً وَأَرْبَعُونَ مُضْغَةً كَذَا في خِزَانَةِ الْمُفْتِينَ وَهَكَذَا في فَتَاوَى قَاضِي خَانْ وَاَللَّهُ أَعْلَم(فتاوى عالمگيرى ج 5الْبَابُ الثَّامِنَ عَشَرَ في التَّدَاوِي وَالْمُعَالَجَاتِ وَفِيهِ الْعَزْلُ وَإِسْقَاطُ الْوَلَدِ)

الْبَابُ الْحَادِي وَالْعِشْرُونَ فِيمَا يَسَعُ من جِرَاحَاتِ بَنِي آدَمَ وَالْحَيَوَانَاتِ وَقَتْلِ الْحَيَوَانَاتِ وما لَا يَسَعُ من ذلك في فَتَاوَى أبي اللَّيْثِ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى في امْرَأَةٍ حَامِلٍ مَاتَتْ وَعُلِمَ أَنَّ ما في بَطْنِهَا حَيٌّ فإنه يَشُقُّ بَطْنَهَا من الشِّقِّ الْأَيْسَرِ وَكَذَلِكَ إذَا كان أَكْبَرُ رَأْيِهِمْ أَنَّهُ حَيٌّ يَشُقُّ بَطْنَهَا كَذَا في الْمُحِيطِ وَحَكَى أَنَّهُ فَعَلَ ذلك بِإِذْنِ أبي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى فَعَاشَ الْوَلَدُ كَذَا في السِّرَاجِيَّةِ وَلَا يَرِثُ الْوَلَدُ إذَا تَحَرَّكَ في بَطْنِهَا لِأَنَّ حَرَكَتَهُ قد تَكُونُ بِرِيحٍ أو دَمٍ مُجْتَمِعٍ كَذَا في الْفَتَاوَى الْعَتَّابِيَّةِ .... وإذا اعْتَرَضَ الْوَلَدُ في بَطْنِ الْحَامِلِ ولم يَجِدُوا سَبِيلًا لِاسْتِخْرَاجِ الْوَلَدِ إلَّا بِقَطْعِ الْوَلَدِ إرْبًا إرْبًا وَلَوْ لم يَفْعَلُوا ذلك يَخَافُ على الْأُمِّ قالوا إنْ كان الْوَلَدُ مَيِّتًا في الْبَطْنِ لَا بَأْسَ بِهِ وَإِنْ كان حَيًّا لم نَرَ جَوَازَ قَطْعِ الْوَلَدِ إرْبًا إرْبًا كَذَا في فَتَاوَى قَاضِي خَان. (فتاوی عالمگیری ج5)

فکر سلیم کا تقاضہ یہ ہے کہ جس جان کو انسان پیدا کرنے پر قادر نہیں اسکو بلا کسی وجہ ہلاک کرنے کا بھی اسکو اختیار نہیں۔ جہاں ہم ظلم کی انتہاء میں لڑکے پیدا ہونے پر مار ڈالنے والے فرعون کو نفرت سے دیکھتے ہیں۔ وہیں دور جہالت کی ظالمانہ قوم کو لڑکی پیدا ہونے پر زندہ درگور نے والے ظالموں سے نفرت کرتے ہیں۔تو پیدائش سے قبل ہی رحم مادر میں بلاضرورت حمل کو ختم کرنے والوں کو کیسے دیکھنا چاہئے۔ کہ ان میں سب کے مقصد قتل جان ہی نظر آتا ہے۔

لمحہ فکر یہ بھی ہے۔ضعیف العمر قریب الموت جس کی زندگی صرف چند لمحوں یا ہفتوں یا مہینوں کی ہوتی ہے انکے متعلق تو یہ خیال ہے کہ انکی ایک ایک سانس بھی قیمتی نظر آتی ہے اور اسکو بچانے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہیں پیدا ہونے سے قبل اپنی عمر رکھنے والے حمل کی جان کی پرواہ نہیں کی جاتی۔خدا کی اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے حمل کی زندگی کی سوچ بھی پیدا کرنا ہماری ذمہ داری ہونا چاہئے۔

OOO

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القسم العربي

منهج الإمام أبى الوفاء الأفغانى في البحث و التحقيق

الدكتور . سعيد بن مخاشن
استاذ مساعد بقسم اللغة العربية و آدابها ،جامعة مولانا آزاد الأردية الوطنية

الحمد للّٰه رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين و على آله الطيبين و أصحابه الطاهرين و من تبعه من الفقهاء و المحدثين والعباد الصالحين أجمعين .

إن الإمام الربانى أبا حنيفة الثانى سيد محمود شاه القادرى الحنفى بن سيد مبارک شاه القادرى الحنفى ، المشهور بابى الوفاء الأفغانى رحمه اللّٰه كان شخصية عبقرية فذة فى طليعة الفقهاء المحققين و مقدمة الأحناف الأصوليين الذين بلغوا مجد التحقيق و أحرز ذروة التدقيق و أتوا بما يحير العقول و يدهش النفوس بجهودهم المضنية فى هتک الستار عن المؤلفات الفقهية النفيسة و نقع الغبار عن المخطوطات الحنفية النادرة .

قدم الإمام الأفغانى رحمه اللّٰه خدمات قيمة و مجهودات مكثفة فى إحياء التراث العلمى و نشر الفقه الحنفى خلفت بصمات بينة و آثارا جلية على جبين البحث و التحقيق، و قام بالبحوث القيمة فى مؤلفات الحديث و الفقهه من تحقيق دقيق فى الفاظها ، و ردها الى أصولها ، و معارضتها على النسخ المتعددة المتواجدة ، و لو تفرقت فى الأماكن المختلفة توسلا إلى ضبطها ، بيان ما اختلف عباراته فى النسخ العديدة و ضبط الأعلام أسماء الأمكنة و شرح العبارات و تعليق الحواشى بما يعين على الفهم و يستفتح المستغلق و يبين العمق و يشرح العقد و يضوح الغموض و نحو ذلک .

و من أهم ماثر الإمام أبى الوفاء الأفغانى رحمه اللّٰه التى تدل على تضلعه فى العلوم العقلية و علو كعبه فى العلوم النقلية " لجنة إحياء المعارف النعمانية " التى قام بارساء قواعدها للبحث و التحقيق ، تحت إشرافه ، لمؤلفات الإمام إبى حنيفة و صاحبيه الإمام أبى يوسف ، و الإمام محمد بن بن حسن الشيبانى رحمهم اللّٰه مزودة بالشرح والتعليق ، بالاضافة إلى آثار السلف المتقدمين من الفقهاء و المحدثين من السادة الحنفية فى الطبقة الأولى و الثانية ، كما ذكره الشيخ فى مقدمة " النكت" عن دافعة تأسيس لجنة أحياء المعارف النعمانية ، ولما اسسنا لجنة إحياء المعارف النعمانية لاشاعة كتب أصحابنا المتقدمين كالإمام أبى يوسف و الإمام محمد رضى اللّٰه عنهما فتشنا خزانات العالم النظفر بكتبهم ، و راسلنا علماء بلاد شتى ليفيدونا بما لهم من علم بتلک الكتب القيمة والجواهر الثمينة ..." (۱) وقال فى مقدمة "كتاب الآثار لأبى يوسف " : " أما بعد ، فان لجنتنا " إحياء المعارف النعمانية " التى غرضها إشاعة كتب المتقدمين من أنمتنا ، أرادت ان تنشر " مسند الإمام الأعظم أبى حنيفة النعمان ابن ثابت

الكوفى رضى اللّٰه عنه " ' تصنيف تلميذه القاضى الإمام أبى يوسف يعقوب بن إبراهيم الأنصارى رضى اللّٰه عنه " (۲
)

فأسس الإمام أبو الوفاء الأفغانى رحمه اللّٰه تلك اللجنة بمساعدة من زملائه ' فقامت اللجنة بطبع عديد من الكتب النفيسة ' من فرائد مؤلفات أئمة القرآن الثانى و الثالث و ما بعدهما ' و كان هو رئيس اللجنة بل كان هو اللجنة والقائم بأعمالها و إنجازتها خير قيام ' يبذل لها من وقته و ماله و علمه ما استطاع ' متطوعا و محتسباً لوجه اللّٰه تعالىٰ .

و تكونت هذه اللجنة من أساطين العلم و الفن الذين جاهدوا معه فى تحقيق البغية ليلاً و نهاراً ' منهم الشيخ المحقق محمد زاهد الكوثرى ' والشيخ رضوان محمد رضوان من مصر و وكيل المجلس فى القاهرة ' والشيخ العلامة أنور شاه الكشميرى ' والشيخ وداعية الإسلام محمد حميد الله ' والشيخ الفقيه سيد محمود ' والشيخ الفقيه مخدوم بيغ ' والشيخ حكيم محمد حسين شيخ الحديث ' والشيخ المقرى محمد عبدالرحمن بن محفوظ ' والشيخ الفقيه مهدى حسن ' والشيخ الأستاذ محمد عبدالستار خان ' والشيخ الفقيه رحيم الدين ' والشيخ مولانا اكبر على ' والشيخ عبدالرشيد النعمانى ' والشيخ حاجى منير الدين رحمهم اللّٰه .

الشيخ الأفغانى و الإمام أبو حنيفة : إن من أهم المزايا التى تميزت بها شخصية الإمام الأفغانى عن بقية العلماء و الصلحاء هو علاقته و محتبه للإمام أبى حنيفة رحمه اللّٰه ' لأنه كان يرى اجتهاده ينبع من منابع القرآن و السنة فجاش قلبه محبة له و عظمة له . و كان يختلج فى قلبه دائماً ان يؤسس مؤسسة يحقق فيها فرائد المؤلفات و المخطوطات حول الإمام أبى حنيفة و صاحبيه و ما قدموه من الإجتهاد و الاستنباط ' و انه لما اراد ارساء قواعد المؤسسة للبحث و التحقيق سماها تيمنا باسم أبى حنيفة نعمان بن ثابت " لجنة احياء المعارف النعمانية "

و كذلك لما اراد الشيخ محمد ولئ اللّٰه شيخ المعقولات بالجامعة النظامية تاسيس لحفظ كلام اللّٰه عز و جل فى ركاب غنج بحيدرآباد عام ١٩٦١ م حضر فى مجلس الإمام الأفغانى و استر شده فى هذا الامر ' فامره الشيخ أن يسمى تلك المدرسة على اسم الإمام الأعظم أبى حنيفة رحمه اللّٰه " دارالعلوم النعمانية " فسماها الشيخ ولى اللّٰه حيث ما أرشد إليه الإمام الأفغانى' فصارت تلك المدرسة مركزاً عظيماً لحفظ كلام اللّٰه عز و جل ' و فاقت ببركة اسمه على كثير من المراكز العلمية فى مدينة حيدرآباد .

قال الشيخ الأفغانى فى مقدمة "كتاب الأصل " عن الإمام أبى حنيفة و منزلته المرموقة " و أول من دون علم الفقه و نسخه فى الأسفار و املاه على أصحابه إمامنا الأعظم أبو حنيفة النعمان بن ثابت الكوفى رضى اللّٰه عنه " و قال ايضاً " و لا يخفى أن إمامنا الأعظم أبا حنيفة أوم من دون علم الفقه ' فالف فيه كتبا ' فاول ما الف كتاب الصلاة و سماه " كتاب العروس " ثم الف كتاباً كتاباً ' فنسخ منها اصحابه فزادوا فيها و نقصوا منها ' و رتبوها و هذبوها

فصارت لهذا تاليفهم " (۳)

إن الإمام أبا الوفاء الأفغانى رحمه اللّٰه قام بتحقيق نوادر المخطوطات و تصحيحه ، و له منهج خاص يتصف بقواعد التحقيق و أصول التنقيب كما يزودها بتعليقاته الهامة و أركز فى هذه الكلمة المتواضعة على اهم المخطوطات التى قام الإمام الافغانى بتصحيحها و التعليق عليها و هى مخطوطة "كتاب الاصل " اللإمام الحافظ المجتهد الربانى أبى عبداللّٰه محمد بن الحسن الشيبانى رحمه اللّٰه ليتضح لنا جلياً منهج الإمام أبى الوفاء الأفغانى فى البحث و التحقيق ، فنراه كان يجمع اولا النسخ العديدة المبعثرة فى مختلف أماكن العلم و مركزه ، ثم يستفرغ ما فى وسعه لتوثيق نسبة المخطوطاة إلى صاحبها بمراجعة المصادر المتنوعة ، ثم يقوم بترتيب النسخ و بيان أهميته فى تحقيق المخطوطات و ما يدعو إليه أسلوب التحقيق ، نحو فضل النسخة ، و رموز النسخ ، و تخريج المنقطعات ، و ترجمة المؤلف مع ذكر المصادر التى استقيت منه مادته ، و التعريف بموضوع الكتاب و أهميته و قيمته العلمية و ما إلى ذلک .

جمع النسخ : إن أول ما يفترض بالمحقق لاكتساب الدقة والموضوعية ، والأمانة العلمية فى تحقيق المخطوط ان يعثر على النسخ العديدة المبعثرة فى خزائن الكتب و مكتباتها فى العالم للحصول على النسخ القديمة ، والجديدة ، و مؤلفها ، و قيمتها ، و عدد نسخها ، و مظانها ، و حجمها و جودة خطها اوداء ة خطها ، فعليه الرجوع اولا إلى الكتب التى تناولت موضوع المخطوطات و ذكرت أماكنها نحو كتاب بروكلمان " تاريخ الأدب العربى" ، و كتاب فؤاد سزكين ، عن "تاريخ التراث العربى" و قد ظهر منه جزء ان بالعربية ، كتاب رمضان ششن عن " نوادر المخطوطات العربية فى مكتبات تركياً" صدر فى ثلاثة مجلدات .

بالإضافة إلى هذه الكتب يقوم المحقق بزيارة المكتبات العلمية التى تقتنى.. نوادر المخطوطات و خزائن الكتب و إذا لم يقدر المحقق بزيارة مراكز المخطوطات فيتحتم عليه الرجوع إلى فهارس المخطوطات العربية المتواجدة فى المكتبات ، و دور الكتب العربية الأجنبية ، من بينها فهرس مخطوطات معهد المخطوطات المصورة عن مكتبات العالم المختلفة .

فإذا نرى الإمام ابا الوفاء الأفغانى رحمه اللّٰه فى هذا الصدد فنجد قد شد رحاله لاقتناء المخطوطات إلى مراكز بعيدة و بلاد نائية ، بما فيها : رامفور ، و بهوفال ، و تونک ، و بشاور ، و دهلى ، و سرحد ، و أحمد آباد ، و ديوبند . و مرة مكث خمسة و عشرين يوماً فى مكتبة توک و نسخ المخطوطات العربية .

بالإضافة على ذلک ، كان الإمام الأفغانى مطلعاً على عديد من المكتبات العلمية وخزائن الكتب التى تقتنى نوادر المخطوطات ، فقال عن نسخ "كتاب الأصل " المتواجدة فى مختلف خزائن الكتب و متنوعها : " و توجد عدة نسخ كاملة منه فى خزانات اصطنبول ملها ما هو فى ستة ، وهى نسخة مكتبة فيض اللّٰه و منها ما هو فى أربعة

مجلدات و هی نسخ مکتبات جار اللّٰه وولی الدین و قرة مصطفی باشاه و مراد ملا ' و اقدمها نسخة مراد ملا ' و کلها من روایة الجوزجانی . و عدد المجلدات مما یختلف باختلاف الخط . و یوجد فی مکتبة الأزهر مجلد من أوله ' و فی دار الکتب المصریة عدة مجلدات باسم 'الأصل'' و باسم ''کتاب فی الفروع '' من غیر ان تتم بها نسخة واحدة '' (٤)

إن الإمام الأفغانی رحمه اللّٰه لم یکن یطلع علی نسخ ''کتاب الأصل '' فقط بل کان یطلع علی النسخ الأخری المتعلقة عن کتاب الأصل بالإضافة إلی المخطوطات النادرة فی الأماکن العلمیة کما یتبین ذلک جلیاً عن معرفته نسخ '' المختصر الکافی'' و أصحها و أعتقها فی عدة خزانات علمیة فی بلاد شاسعة متنوعة کما یقول '' و یوجد فی خزانات الأستانه و غیرها نسخ للمختصر ' و اصحها واعتقها و اقدمها نسخة المکتبة الاصفیة بحیدرآباد . من الهند . فإنها نسخت بقلم الدامغانی ' و فرغ منها سنة ٤١٧ . فلما أکثر المتاخرون من الفقهاء التالیف فی اللغة و اختصروا کتب الأئمة و قطعوها و هذبوها قلت رغبات المتأخرین فی کتب الأئمة و قعدوا عن حفظها و شرحها ' و قلت نسخ تلک الکتب فی مکاتب العالم ' فعاثت فیها الدیدان ' من بعضها إلا نسخة أو نسختین سمعوا بها فی بلاد شاسعة بعیدة لم تصل أیدیهم إلیها ' و اشتاقت أنفسهم إلیها ' فکانوا یفتشونها و لا یعلمون کیف یظفرون بها ' فاجتمع جهابذة من العلماء علماء حیدرآباد الدکن . من الهند . فاسسوا ''دائرة المعارف '' لنشر کتب ظاهر الروایة لینتفع بها طلبة العلم ' و فتشوها فی الهند فلم یجدوا أثرها إلا فی بلاد بعیدة لا یقدرون علی حصولها ' فشرعت الدائرة فی نشر کتب أخری حتی ظفرت بعد زمان بشرح السیر الکبیر للسرخسی فنشرته ' ثم ظفر مولانا السید هاشم الندوی مدیر الدائرة سابقاً بالجزء الاول من '' کتاب الأصل '' و هو من مکتبة بعض علماء جونپور . من الهند . فنسحه و حفظه عنده ' و هذا الجزء قد نسخ فی سنة ١١٣٦ هـ و کان یسعی لیظفر بنسخ اخری فینشره لکن لم یمهله الزمان حتی عزل عن دائرة ' ثم جاء زمن الفاضل الجلیل الدکتور عبد المعید خان ـ دام فضله ـ فلما رأی الکتاب هذا أراد نشره ' و رأی فضیلته نسخ الکتاب عندی ' والتمس منی أن أقابله علی هذه النسخ و أصححه ' فقلت لفضیلته ' '' لا تکفی هذ النسخ لتصحیح الکتاب ' بل لا بد من تصویر نسخة أخری من نسخ الاستانة فطلب تصویر نسخة مکتبة العاطف ' فلما وصل الکتاب شرعت فی مقابلة النسخ ' و بعد المقابلة شرعت بتصحیح الکتاب مستعیناً باللّٰه عز و جل ' حتی تم تصحیح کتاب الصلاة و کتاب الحیض منه مع تعلیق و جیز کشفت فیه عن خبایا الکتاب فی مواضع منه ' ووصلت بلاغاته حتی الوسع ' و من یقدر ان یعطی الکتاب حقه من التصحیح ! لکن : مالا یدرک کله لا یترک کله '' . (٥)

الرجوع إلی المصادر لتوثیق نسبة المخطوطة إلی صاحبها :

یتحتم علی الناقد التاکید من صحة نسبة الکتاب إلی مؤلفه أو تصحیحه بالرجوع إلی المصادر القدیمة قبل بدایة

التحقيق ، و يكتسب ذلک بطرق عديدة كما تحدث . الدكتور يوسف المرعسلى عنها مفصلاً أنها على أربعة انواع : فهارس المؤلفين و الكتب و معاجم الشيوخ والمشيخات والفهارس والأثبات و كتب التراجم و الطبقات ،و فهارس المكتبات العامة والخاصة .

(۱) فهارس المؤلفين و الكتب :

و هى الكتب التى تجمع أسماء الكتب و مؤلفيها حسب الفنون أو الأعصار ، و منها "الفهرست" لابن النديم (ت ٤٣٨ هـ) و "كشف الظنون" لحاجى خليفة (ت ١٠٦٧) و "الاعلان بالتوبيخ" للسخاوى ، "والأعلام" للزركلى ، و "معجم المؤلفين" لعمر رضا كحالة و غيرها .

(ب) معاجم الشيوخ و المشيخات :

هى الكتب التى يجمع فيها العالم مروياته من كتب العلم على شيوخه بأسانيدهم المتصلة إلى مؤلفيها ، وهى تفيد فى توثيق اسم لكتاب و نسبته إلى مؤلفه .

و هى على نوعين : نوع مؤلف على أسماء الشيوخ حسب ترتيب حروف المعجم بذكر مؤلفه ، اسم كل شيخ ،و نسبه و شيوخه ، و مناصبه ، و مؤلفه و مسموعه عليه من الكتب و من اسئلة هذا النوع من الشيخات : المجمع المؤسس للمعجم للمفهرس " الابن حجر العسقلانى (ت ٨٥٢ هـ) ، و قد طبع بحقيقات فى دار العمرفة فى بيروت فى مجلدات ، عام ١٤١٣هـ ١٩٩٣م

و نوع مؤلف على العلوم و الفنون ، بذكر المؤلف تحت كل مسموعه من الكتب على شيوخه باسانيدهم إلى مؤلفيها ، و من امثله هذا لنوع من المعاجم " المعجم المفهرس " لابن حجر العسقلانى أيضاً .

(ج) كتب التراجم و الطبقات :

وهى التى تجمع تراجم العلماء حسب طبقاتهم كالصحابة والتابعين و إتباع التابعين . أو حسب تخصصاتهم العلمية ، كالقراء و المحدثين ، والفقهاء ، واللغويين ، والأدباء ، المورخين .

(د) فهارس المكتبات العامة و الخاصة :

وهى الفهارس الخاصة التى تجمع مقتنيات كل مكتبة من المخطوطات على حدة ، كدار الكتب المصرية ، او مكتبة الحرم المكى ، او الفهارس العامة الجامعة لكل فهارس المكتبات كـ "تاريخ الأدب العربى" للمستشرق الألمانى كارل بروكلمان و "تاريخ التراث العربى " لفؤاد سزكين . (٦)

إن الإمام الأفغانى رحمه اللّٰه قد اعتنى أشد العناية فى نسبة المخطوطة إلى مؤلها بفحص داخلى دقيق ، فأتى بالمصادر العديدة لتوثيق كتاب الأصل إلى مؤلفه فى مقدمته قائلا " و فى الجزء الثانى من كشف الظنون ص ١٥٨١ من الطبع الجديد بعد ما ذكر مبسوط الإمام أبى يوسف رضى اللّٰه عنه " وللإمام محمد الشيبانى المتوفى سنة تسع و ثمانين و مائة " مبسوط" ألفه مفرداً ، فاولا ألف مسائل الصلاة و سماه "كتاب الصلاة " و مسائل البيوع

و سماه "كتاب البيوع"، و هكذا الأيمان و الإكرام، ثم جمعت فصارت مبسوطاً، و هو المراد حيث ما وقع في الكتب : قال محمد في كتاب فلان ... الخ" .

ثم تابع قوله " و ذكر محمد بن إسحاق النديم في فهرسته ص ٢٨٧ " و لمحمد من الكتب في الأصول : كتاب الصلاة، كتاب الزكاة، كتاب المناسك، كتاب نوادر الصلاة، كتاب النكاح، كتاب الطلاق، كتاب العتاق و أمهات الأولاد ... كتاب الخصال . ا هـ"

ثم أضاف الشيخ مستدركا على ما فات من ابن إسحاق النديم "قلت" و أسقط منها : كتاب الصوم، كتاب نوادر الصوم، كتاب أدب القاضي، كتاب الفرائض، كتاب فرائض الخنثى، كتاب المأذون الكبير، كتاب الأشربة، كتاب الحجر، كتاب الحدود، كتاب السير الصغير . بدل عليه ذكرها كلها الحاكم في مختصره، و كذلك يدل على ثبوت اكثرها نسخ الأصل الموجودة الان .

ثم ذكر الشيخ الأفغاني : "قلت" و أما ما ذكره من كتاب اجتهاد الرائ اجتهاد الراى فعليه كتاب مستقل، لأن لم يذكر في الأصل و لا في المختصر : والله اعلم ..

و في بلوغ الأماني في سيرة الإمام محمد بن الحسن الشيباني ص ٦١ : فأكبر ما وصل إلينا من كتب محمد هو " كتاب الأصل " المعروف بـ "المبسوط" وهو الذي يقال عنه : إن الشافعي كان حفظه، و ألف "الأم" على محاكاة "الأصل" . و اسلم حكيم من أهل الكتاب بسبب مطالعة المبسوط هذا قائلاً : هذا كتاب محمدكم الأصغر، فكيف كتاب محمدكم الأكبر ؟ " وهو في ست مجلدات و كل مجلد منها نحو خمسمائة ورقة، يرويه جماعة من اصحابه مثل أبي سليمان الجوزجاني، و محمد بن سماعة التميمي، و أبي حفص الكبير البخاري . و قد قدر الله سبحانه ذيوعا عظيماً لهذا الكتاب يحتوى على فروع تبلغ عشرات الألوف من المسائل في الحلال و الحرام البخاري، و قد قدر الله سبحانه ذيوعاً عظيماً لهذا الكتاب يحتوى على فروع تبلغ عشرات الألوف من المسائل في الحلال والحرام لا يسيع الناس جهلها، و هو الكتاب الذي كان أبو الحسن يفاخر به أهل البصرة و طريقته في الكتاب سرد الفروع على مذهب أبي حنيفة و أبي يوسف مع بيان رأيه في المسائل و لا يسرد الأدلة حيث تكون الأحاديث الدالة على المسائل بمتناول جمهور الفقهاء من أهل طبقته، وانما يسردها في مسائل ربما تعزب ادلتها عن علمهم، فلو جردت الأثار من هذا الكتاب الضخم لكانت في مجلد لطيف " (٧)

ترتيب النسخ و أهمية في تحقيق المخطوطات :

إن أهمية النسخ و قدرها يفضل بعضها على بعض بكمالها، ووضوحها، و قدمها، فمنها ما تحتل منزلة فائقة على اخواتها و ملها ما تستحق التقديم على الأخرى، و منها ما يعول عليها و يوثق بها ، و منها مالا قيمة لها في مجال التحقيق فيتفرض على المحقق أن يشد منزره و يشمر ساقه لفحص دقيق في ترتيب النسخ و تصنيفها .

و يذكر المستشرق الألمانى برجستر اسر قواعد عديدة و مقايس عامة فى تفضيل النسخ بعضها على بعضها و قدر ها بقوله : إن أقدار النسخ الخطية لكتاب ما متفاوتة جدا ، فمنها مالا قيمة له اصلا فى تصحيح نص الكتاب ، ومنها ما يعول عليه و يوثق به ووظيفة الناقد ان يقدر قيمة كل نسخة من النسخ و يفاضل بينها و بين سائر نسخ الكتاب متبعاً فى ذلك قواعد منها .

أن النسخ الكاملة أفضل من النسخ الناقصة .

والواضحة أحسن من غير الواضحة .

والقديمة أفضل من الحديثة .

نسخة الأم : إن المنزلة الرفيعة تتبوأها نسخة من بين النسخ الأخرى هى " نسخة الأم " فهى أعلى المخطوطات و أرفع النصوص ، وهى النسخة الاخيرة التى خطها المؤلف بيده . إضافة على ذلك ، لا يكتفى وجود خط المؤلف فحسب ليدل على أنها نسخة الأم لأن نسخة المؤلف قد تتكرر ، ولا القطع بها مالم ينص هو عليها .

و يقول محمد عبد السلام هارون عن نسخة الام :

" اعلىٰ النصوص هى المخطوطات التى وصلت إلينا حاملة عنوان الكتاب و اسم مؤلفه ، و جميع مادة الكتاب على اخرى صورة رسمها المؤلف و كتبها بنفسه ، أو يكون قد اشار أو املاها ، أو أجازها ، و يكون فى النسخة مع ذلك ما يفيد اطلاعه عليها أو إقرار لها .

و من ذلك ما صنعه أبو عمر الزاهد غلام ثعلب ، الذى ألف كتابه ست مرات يزيد فى كل منها شيئاً عند قرانتها عليه ، و أملى على الناس فى العرضة الأخيرة ما نسخته " قال أبو عمر محمد بن عبد الواحد : هذه العرضة هى التى تفرد بها ابو إسحاق الطبرانى أخرى عرضة ، اسمعها بعده فمن روى على فى هذه النسخة هذه العرضة حرفاً ليس من قولى فهو كذلك على ، وهى من الساعة إلى الساعة من قراء ة أبى إسحاق سائر الناس ، و أنا اسمعها حرفا حرفاً " و امثال هذه النسخ تسمى نسخة الأم " (٩)

فضل النسخة القديمة : يفترض على المحقق أن يبحث المخطوطة التى كتبها المؤلف بيده يعتمد عليها فى تحقيقه ، ثم يختار النسخة المنقولة عن نسخة المؤلف أو فى عصرها إذا لم يعثر على نسخة المؤلف ، لأنه كلما ابتعد تاريخ المخطوطة عن عصر المؤلف زاد فيها إمكانية و قوع الخرم الأرضة ، والتأكل و ما إلى ذلك من الأحوال التى تحط منزلة المخطوطة .

و هناك حالات خاصة تفضل النسخة المتأخرة على النسخة المتقدمة ، و ذلك إذا كانت النسخة المتاخرة خالية من التصحيف والتحريف ، و المتقدمة تصف بهما . أو إذا كانت النسخة المتاحرة نسخت بخط جيد على حين النسخة القديمة لا تصف به او إذا كانت النسخة المتأخرة دقيقة الضبط.

يقول د ـ صلاح الدين المنجد : " و قد تعرض حالات ، فصادف نسخة متأخرة مضبوطة ، تفضل نسخة اقدم منها ، فيها تصحيف أو تحريف " .

أو نسخة متاخرة جدا نسخت جيداً عن نسخة المصنف رأسا او عن نسخة من عصر المصنف ، أو غير ذلک من الحالات الخاصة (١٠) .

قال الإمام الأفغانى رحمه الله عن النسخة التى اعتمد عليها للبحث و التحقيق و جعلها اصلاً لتصحيح "كتاب الأصل " و طبعة : و نسخة المكتبة الأصفية هو الأحمدية من أحسن النسخ الخمسة و علمنا من عبارات النسخ و سوقها بان الثلاثة الأول نقل نسخة واحدة و أحسن الثلاثة نسخة " مكتبة عاطف " فجعلناها أصلا فى طبع الكتاب ، إلا الكتاب إلا فى مواضع التصحيف منها . و مع هذا نحن محتاجون فى المستقبل إلى نسخ أخرى أيضاً لتصحيح الكتاب ، فطلبت الدائرة تصوير نسخة مكتبة مراد ملا المحفوظة بالاستانة ليقابل الكتاب عليها من كتاب الزكاة و رمزها يكون "م " وطلبت أيضا تصوير الأجزاء المختلفة التى هى موجودة فى دار الكتب المصرية و لكنا ـ ويا للأسف ـ لم نجد فى جميع نسخ الأصل "كتاب المناسک و كتاب أدب القاضى " ، فاخذنا هما من المختصر الكافى للحاكم الشهيد المذكور انفاً ليكمل بهما الكتاب فى الجملة ، لأنهما مختصران من الأصل إذ " ما لا يدرک كله لا يترک كله " .

رموز النسخ و فئاتها : أذا كثرت نسخ الكتاب ، و يشابه بعض النسخ من بعضها فى أخطائها و هوامشها و فى نقصها او زيادتها فحينئذ يفضل ان تجعل النسخ المشابهة فى فئات و يرمز إلهيا بحرف من حروف الهجاء ، مثلاً الفئة أ الفئة ب ، الفئة جـ و تمثل نسخة واحدة من فئتها عند اختلاف النسخ أو يختار لكل نسخة رمزا على وفق المكتبات ، فنسخة دار الكتب المصرية مثلاً يوضع لها رمز (د) ، و مكتبة الأزهر يوضع لها رمز (ز) ، و مكتبة الأسكوريال يوضع لها رمز (ک) و هكذا ، فذرى الإمام الأفغانى رحمه الله أيضاً يرمز الشيخ العديدة بأحرف الهجاء المتنوعة فى تحقيق "كتاب الأصل " حيث قال " و من النسخ التى استعملناها فى التصحيح : النسخ الأولى نسخة الهند و رمزها "هـ" وهى نسخة فيها تحصيفات كثيرة و إسقاطات ، و نسخة "لجنة إحياء المعارف النعمانية " و هى نقل نسخة الأزهر و رمزها " ز" و هى نسخة نسخت للجنة من الازهر و هى متوسطة ، فيها أيضاً إسقاط فى بعض المقامات و تصحيفات أيضاً و نسخة المكتبة الأصفية بحد كتاب الصلاة ، بل إلى ختم باب صلاة الخوف إلا مسالة أو مسالتين و رمزها " ص" و الخاسة نسخة مكتبة المدرسة الأحمديه التى ببلدة حلب الشام ، وهى بحد كتاب الصلاة و رمزها "ح" (١١) .

ما يتفرض بالمحقق خارج المخطوطاة :

هناک أمور لا بدر عايتها للمحقق خارج المخطوطة ، كما أشار إليه د ـ صلاح الدين الهوارى (١٢) و على راسها مقدمة التحقق وهى تحتوى على مبادى هامة كما يلى .

ترجمة موجزة لمؤلف الكتاب مع ذكر المصادر التى ترجمت له .

قال الإمام الأفغانى رحمه الله " ولا بد لى ان أذكر ترجمة و جيزة للإمام محمد انقلها من تاريخ بغداد للخطيب ، فأقول : هو محمد بن الحسن بن فرقد أبو عبدالله الشيبانى مولاهم ، صاحب أبى حنيفة ، و امام اهل الرأى ، اصله دمشقى من أهل قرية تسمى "حرستا" قدم أبوه العراق فولد محمد بواسط ، و نشا بالكوفة و سمع العلم بها من أبى حنيفة و مسعر بن كدام و سفيان الثورى و عمر بن ذر و مالك بن مغول ، و كتب أيضاً عن مالك بن انس و أبى عمر و الأوزاعى و زمعة بن صالح و بكير بن عامر و أبى يوسف القاضى ، و سكن بغداد و حدث بها ، فروى عنه محمد بن إدرس الشافعى و أبو سليمان الجوزجانى و هشام بن عبيد الله الرازى و أبو عبيد بن سلام و إسمعٰيل بن توبة ـ القروينى ـ و على بن مسلم الطوسى وغيرهم ، و كان الرشيد ولاه القضاء ة و خرج معه فى سفره إلى خراسان فمات بالرى و دفن بها ... الخ (١٣)

التعريف بموضوع الكتاب و المصادر التى استقيت منه مادته ، والجديد الذى أتى به ، و قيمته العلمية ، والفائدة التى يقدمها للدارسين .

قال الإمام الأفغانى عن إهمية "كتاب الأصل" و موضوعه و مميزاته " و لا يخفى أن إمامنا الأعظم أبا حنيفة أول من دون علم الفقه فالف فيه كتباً ، فاول ما ألف كتاب الصلاة و سماه "كتاب العروس " ثم الف كتابا كتابا ، فنسخ منها أصحابه فزادوا فيها و نقصوا منها و رتبوها و هذبوها ، فصارت لهذا تاليفهم ، و احسن ما ألفه منهم الإمام محمد ، ألف كتباً كثيرة ــ كما نقلت لك من فهرست ابن النديم ـ فجعمت فصارت مبسوطاً . و ألف الجامع الصغير ، والجامع الكبير ، و السير الصغير ، و السير الكبير ، والزيادات ، و زيادات الزيادات فسميت بظاهر الرواية ، فبنى مذهب إمامنا عليها ، و أحسن الست كلها هو "كتاب الأصل" و أهمها و اطولها و أكثرها تفصيلاً و أكبرها نفعاً و بسطاً و أسهلها ماخذا و أنفعها لأهل العلم ، لانه احتوى على جميع مباحث الفقه بالتفصيل ، كما عليه تسميته المبسوط ، وهو أيضاً أصل كل أربعة سواه من كتب ظاهر الرواية ، لأن الأربعة الباقية متفرعة على ما بينها فى كتاب الأصل من أصول المسائل ، و لذا اهتم بشانه الفقهاء فقهاء المذهب بعده ، فكانوا يحفظونه مع شرح مسائلة التى وصلت إليهم من مؤلفه و دلائله التى بنيت عليها مسائله ، حتى جاء الحاكم الشهيد أبو الفضل محمد بن أحمد المروزى البلخى المتوفى سنة ٣٣٤ فاختصر ما هو أهم من مسائله التى يحتاج إليها ليلاً و نهاراً ، و سماه " المختصر الكافى" . (١٤)

وصف مخطوطة الكتاب المعتمد عليها مع ذكر اسم الناسخ و تاريخ النسخ (إذا امكن) ، و عدد أوراقها ، و قياسها ، و عدد السطور فى الورقة ، وما تشتمل عليه من هوامش ، والنسخ التى تمت المقارنة بها و أماكن وجودها ، و تاريخ كتابتها ، و يفضل ان تصور بعض صفحاتها و تثبت فى صدر الكتاب .

قال الإمام الأفغانى رحمه الله عن النسخة التى اعتمد عليها للبحث و التحقيق و جعلها أصلاً لتصحيح "كتاب

الأصل" و طبعه : و نسخة المكتبة الأصفية و الأحمدية من أحسن النسخ الخمسة ' و علمنا من عبارات النسخ و سوقها بأن الثلاثة الأول نقل نسخة واحدة ' و أحسن الثلاثة نسخة " مكتبة عاطف " فجعلناها أصلاً فى طبع الكتاب إلا فى مواضع التصحيف منها و مع هذا نحن محتاجون فى المستقبل إلى نسخ أخرى أيضاً لتصحيح الكتاب ' فطلبت الدائرة تصوير نسخة مكتبة مراد ملا المحفوظة بالاستانة ليقابل الكتاب عليها من كتاب الزكاة و رمزها يكون "م" و طلبت أيضاً تصوير الأجزاء المختلفة التى هى موجودة فى دار الكتب المصرية و لكنا ـ سوياً للأسف ـ لم نجد فى جميع نسخ الأصل " كتاب المناسک و كتاب أدب القاضى " ' فأخذاهما من المختصر الكافى للحاكم الشهيد المذكور آنفاً ليكمل بهما الكتاب فى الجملة ' لأنهما مختصر أن من الأصل إذ " ما لا يدرک كله لا يترک كله " .

و لا يخفى أن النسخ الثلاثة الهندية والأهرية و نسخة العاطف متفقة الترتيب إلى ختم "كتاب الإيمان " و ختمت به نسخة الأزهر ' و بعده فى الهندية "كتاب المكاتب " و بعده "كتاب الولاء" و بعده "كتاب الجنايات " و بعده "كتاب الإقرار ' و لكن لم تنسخ الدائرة " كتاب الأقرار " منها و نسخت نسخة العاطف فى سنة **٩٥٠** هـ (**١٥**)

تخريج المنقطعات :

إن الإمام الأفغانى رحمه اللّٰه بالإضافة إلى أصول البحث و قواعد التحقيق التزم على نفسه تخريج المنقطعات للإمام محمد بن الحسن الشيبانى و وصل بلاغاته كا أشار قائلاً : " لا يخفى على القراء الكرام أنى كنت التزمت وقت تصحيح كتاب الأصل و صل بلاغات الإمام محمد بن الحسن الشيبانى و تخريج منقطعاته فوصلت أكثرها إلا بلاغا واحدا ' فإنى نسيت تخريجه ' و هو فى ص **١٥٧** من الكتاب قوله : بلغنا عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فوصلت أكثرها إلا بلاغاً واحدا ' فانى نسيت تخريجه ' وهو فى ص : **١٥٧** من الكتاب قوله : بلغنا عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم انه كان يصلى بالليل ثمان ركعات ثم يوتر بثلاث ثم يصلى ركعتين قبل الفجر " وصله فى كتاب الأثار ج **١** ص **٢٣٤** : أخبرنا أبو حنيفة قال حدثنا أبو جعفر قال : كان رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم يصلى ما بين العشاء الأخرة إلى صلاة الفجر ثلاثة عشرة ركعة : ثمانى ركعات تطوعا ' ثلاث ركعات الوتر ' و ركعتى الفجر " و أخرج فى موطنه ص **١٤٥** و كتاب الحجة ص ٥٥ ايضاً نحوه و أخرجه الإمام أبو يوسف فى اثاره ص **٣٤** ' و اخرج الإمام محمد فى حجته ' بالبخارى و أبوداؤد و الترمذى عن مالک عن سعيد المقبرى عن أبى سلمة أنه سال عائشة رضى اللّٰه عنها " كيف كانت صلاة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى رمصان ؟" فقالت : ما كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يزيد فى رمضان و لا فى غيره على أحدى عشرة ركعة : يصلى أربعا ' فلا تسأل عن حسنهن و طولهن ' ثم يصلى أربعاء فلا تسال عن حسنهن و طولهن ' ثم يصلى ثلاثاً ' الحديث . راجع ج **١** ص **٢٣٤** من كتاب الأثار تجد فيه تفصيلاً وافياً بأتم من هذا " (**١٦**)

نموذج تحقيق الإمام الأفغانى رحمه اللّٰه و تعليقه :

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم : قال الإمام الأفغانى " و كان فى الأصل " رب يسر بخير يا كريم " و فى الأصل الهندى بعد البسملة " اللهم صل على سيدنا محمد و على اله و صحبه وسلم " و فى الأزهرية : و به توفيقى " و كل ذلک من تصرفات النساخ لا من أصل الكتاب فلذا أخرجنا الكل من الأصل "

أبو سليمان الجوزجانى عن محمد بن الحسن قال : " قد بينت له قول أبى حنيفة و أبى يوسف و قولى ' قال الأمام الأفغانى : هو موسى بن سليمان الجوزجانى ' و فى الجرح والتعديل ج . ص : ٤ ١٤٥ أبو سليمان صاحب الرأى ' روى عن ابن المبارک و محمد بن الحسن ' و كان يكفر القائلين بخلق القرآن ' كتب عنه أبى ' نا عبدالرحمن قال سئل أبى فقال " كان صاحب رأى و كان صدوقا" . أ ـ هـ ' و فى الجواهر المضية ج ٢ ص ١٨٦ : موسى بن سليمان أبو سليمان الجوزجانى كان رفيقاب لمعلى بن منصور فى أخذ الفقه و رواية الكتب على ما تقدم فى ترجمة المعلى بن منصور ' وهو أسن و أشهر من المعلى و توفى بعد الثمانين ـ أى بعد المائة ـ قال و من تصانيفه ' السير الصغير ' و كتاب الصلاة ' و كتاب الرهن ـ أ هـ . قلت " وهو رواية كتب الإمام محمد و لم يصنف كتاباً ' انما روى كتب الإمام محمد و ما نسب إليه فهو من كتب الإمام ' و النسبة بسبب الرواية دون التأليف . ترجم له ابن النديم فى فهرسته ص ٢٩٠ ' و قال " اخذ عن محمد بن الحسن و كان ورعاً دينا فقيها محدثاً و ينزل فى دار أسد ــ إلى أن قال و لم يزل أبو سليمان فى هذه المحلة إلى أن مات سنة . . . و لا مصنف له و إنما روى كتب محمد بن الحسن ــ أ هــ و هذا الكتاب رواه عنه تلاميذه و لم تبق رواية أحد منهم إلا رواية أبى حفص الكبير البخارى و أبى سليمان الجوزجانى و أكثر ما يوجد الآن من نسخ الأصل رواية أبى سليمان " .

و ما لم يكن فيه خلاف فهو قولنا جميعاً . قال الإمام الأفغانى : والواو ساقط من "ز" و "ح " .

باب الوضوء : أبو سليمان عن محمد عن أبى حنيفةه قال : إذا اراد الرجل الصلاة فليتوضا . قال الإمام الأفغانى : " و معانى قوله تعالىٰ " إذا قمتم إلى الصلاة " من منامكم أو و أنتم محدثون ' هذا هو المذهب عند جمهور الفقهاء رحمهم اللّٰه ' فأما على قول أهل الظاهر فلا أضمار فى الأية و الوضوء فرض سببه القيام إلى الصلاة فكل من قام إليها فعليه أن يتوضا ' و هذا فاسد لما روى أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم كان يتوضا لكل صلاة فلما كان يوم الفتح أو يوم الخندق صلى الخمس بوضوء واحد ' فقال له عمر رضى اللّٰه عنه " رايتک اليوم تفعل شيئاً لم تكن تفعله من قبل : فقال " عمداً فعلت كى لا تحرجوا " فقيام مذهبهم يوجب أن من جلس فتوضا ثم قال إلى الصلاة يلزمه وضوء أخر ' فلا يزال كذلک مشغولاً بالوضوء لا يتفرغ للصلاة ' و فساد هذا لا يخفى على احد ـ اهـ قاله السرخسى فى مبسوطه"

و الوضوء ان يبدأ فيغسل يديه ثلاثا ثم يمضمض فاه ثلاثاء ' قال الإمام الأفغانى : كذا فى الأصول ' و قوله " ثم يمضمض فاه ثلاثا" ' ساقط من "هـ" .

ثم يستنشق ثلاثا ' قال الإمام الأفغانى : "قوله : ثلاثا" ' ساقط من "هـ" .

ثـم يـغسل وجهه ثلاثا ثم يغسل ذراعيه ثلاثا ثلاثا ، قال الإمام الأفغاني : "قوله : ثم يغسل ذراعيه ثلاثا ثلاثا " ساقط من " ص " .

ثـم يـمسـح بـرأسـه و أذنيـه مـرة واحدة ثم يغسل رجليه ثلاثا ثلاثا . قلت " أ رأيت إن توضا مثنى ثمنى " ؟ قال : "يجزيه" قال الإمام الأفغاني : " و في " "ح" "ص " : ان توضا مثنى مثنى يجريه قال نعم " .

قلت : "فان توضا واحدة واحدة سابغة " : "يجزيه" (١٧)

و صلى الله تعالى و سلم على خير خلقه سيدنا محمد و على اله و أصحابه أجمعين .

١ . شمس الأئمة السرخسي : النكت ، تحقيق : أبو الوفاء الأفغاني حيدرآباد ، مطيعة لجنة نشر العلوم الإسلامية ، ١٣٧٨ هـ ص ا

٢ . أبو يوسف يعقوب بن إبراهيم الأنصارى : كتاب الآثار ، تحقيق : أبوالوفاء الأفغاني ، بيروت لبنان . دارالكتب العلمية ، ص ا

٣ . أبو عبدالله محمد بن الحسن الشيباني : كتاب الأصل ، تحقيق أبو الوفاء الأفغاني ، طبعة أولى ، حيدرآباد الهند ، دائرة المعارف العثمانية . ١٩٦٦م ج ١ .

٤ . أبو عبدالله محمد ابن الحسن الشيباني : كتاب الأصل ، تحقيق : أبوالوفاء الأفغاني ، طعة أول ، حيدرآباد . الهند ، دائرة العارف العثمانية ، ١٩٦٦م ج ا

٥. المصدر السابق : ص ١١ , ١٠

٦ـ يـوسف الـمـرعسلي : أصول كتابة البحث العلمي و تحقيق المخطوطات ، الطبعة الأولى ، بيروت لبنان ، دار المعرفة ، ٢٠٠٣، ص : ١٦١ ، ٢٦٢

٧ ـ كتاب الأصل ، ص ٢ و ما بعد

٨ ـ بر جستر اسر : أصول نقد النصوص و نشر الكتب ، إعداد و تقديم : محمد حمدى البكرىٰ رياض دار المريخ ١٤٠٢هـ ١٩٨٢ م ، ص ١٥

٩ ـ عبدالسلام محمد هارون : تحقيق النصوص و نشرها ، الطبعة السابعة ، القاهرة ، مكتبة الخانجى ١٤١٨ هـ ١٩٩٨ ء م ص ٢٩

١٠ ـ د ـ صـلاح الـديـن الـمـنـجـد قـواعد تحقيق المخطوطات ، الطبعة السابعة بيروت . لبنان ، دار الكتاب الجديد . ١٩٨٧م ص . ١٣

١١ ـ كتاب الأصل : ص ١٢

١٢ ـ كيف تكتب بحثا أو رسالة دار و مكتبة الهلال ، ٢٠٠٣ ص ١٧١

١٣ ـ كتاب الأصل : ص ١٣ و ما بعد

١٤ ـ كتاب الأصل : ص ٩

١٥ ـ كتاب الأصل : ص ١٢ , ١٣

١٦ ـكتاب الأصل: ج ا ، ص : ب ، ملحق التصويبات

١٧ ـ كتاب الأصل : ص ١ , ٢

مساهمة أدباء الدكن
فی حفظ التراث الثقافي والأدبي

الحافظ سيد أحمد الغوري
الماجستير بالجامعة العثمانية و عضو هيئة التدريس بالجامعة النظامية

الـحـمـد لـلـه ذى الـفضل والمنن، بارى النسم والبدن، مدبر الأمور ومقلب الزمن، والصلوة والسلام علٰى سيّـدنـا مـحـمد صاحب المقام المحمود وبالشفاعة يؤذن، أفضل الخلق صـاحب الخلق الحسن، والوجه الأحسن، مـنـقـذ الناس من عبادة الوثن، جدِّ الحسين والحسَن، وعلٰى آله وعترته المنزهين مِن الرجس والدَّرن، المطهرين من الضعف والوهن، الذين أذهب الله عنهم الحزن، وأصحابه المهاجرين الذين أخرجوا مِن الوطن، الصابرين فى البأساء والضراء وحين البأس والمحن، وعلى الذين يبلغون رسالات الله فى السر والعلن، لا سيما علماء الدكن -صانها الله تعالى عن الشرور والفتن -إلى انقضاء العصور و مر الزمن، أما بعد!

قبل أن أسوق الكلام فى الموضوع يناسب أن أبين عن حد الأدب والثقافة.

الأديب: الأدَبُ محركة : الذى يَتَأَدَّبُ به الأَديبُ من الناس .سُمّىَ به لأَنه يَأْدِبُ الناسَ إلى المحامدِ وينهاهم عن المقابِح .وأَصل الأَدب:الدُّعاء.

الأَدَبُ ملكة تعصِم مَنْ قامت به عمَّا يَشِينُه.

قال أَبُو عُبَيْدٍ يُقَالُ :مَأْدُبَةٌ ومَأْدَبَةٌ ...مَأْدُبَةٌ. الصَّنِيع. يَصْنَعُهُ الرَّجُلُ فَيَدْعُو إليه النَّاس.(1)

الثـقـافة: أصـل كـلـمة " الثـقـافة " فـى الـلغة العربية مأخوذ من " تَثْقِيْفِ الرَّمح" وهو تحديده وتقويمه، ثم أطلقت على الحِذق والفَطانة.فيقال : ثقِف الرجل الشيء إذا حَذِقَه، فهو ثَقِفٌ.

وقد أطلقت الكلمة فى العصر الحديث على العلوم والمعارف والآداب التي تَشِيع فى عصرٍ من العصور فى أمة من الأمم.

وأما الثقافة الإسلامية ؛ فهى الإلمام بالعلوم والمعارف والآداب والتاريخ والحضارة الإسلامية، وهى معرفة طرف عن كل شيء يُعَدُّ من علوم المسلمين ومعارفهم.

وأما الثقافة العامة ؛ فهى تتناول جميع العلوم والمعارف الشائعة فى عصر من العصور.(2)

أقـدم الثـقـافـات الثـلاث: واليـونـانية، والـعَبـرانية. و مـن هـذه الثـقـافات الثلاث أقدمها تاريخا هى الثقافة العربية.(3)

يـقـول الأستـاذ عبـد القدوس الهاشمي فى كتابه " المخترع فى فنون من الصنع " : ففى العهد القديم الذى

كـان الـنـو ع الإنسـاني فيه يعيش فى الكهوف والأخدود، والصحراء والمفاوز لم يكن أحد يعرف الهندسة التطبيقية ولا الكيميا ولا الصناعة ولا شيئً من العلوم التي تولدت بعده، وتزايدت وتشَعَّبَتْ فى عصر بعد عصر حتى بلغت إلى حد نراه فى الحضارة الحديثة الأوروبية.

إن الـعـرب لما تحضروا وتمدنوا نشر فيهم العلوم والصناعات على احدث أنوا ع ما يكون، وألفوا فيها كتبًا قيمة، وتواليف جمة، ولكن قد ضا ع كثير من نتائج قرائحهم ، ولا نجد اليوم منها إلا قليلاً.

فلا غرو ولا عجب فى أن نرى كل عصر من عصور الأجيال الإنسانية تتقدم فيه هذه العلوم تقدمًا عاليًا. وأن الـحـضـارـة الـعـربية مـا ورثت العلوم من القدماء فقط بل اضافت اليها زيادات حسنة، عليها بنيت قصور التجربات الجديدة والعلوم الحديثة التي نتمتع بثمارها اليوم.

ولـمـا كـانـت الأمة المسلمة مستمسكة بالعروة الوثقى التي لا انفصام لها، فاق ذكرها، و عمت حضارتها جـمـيـع أصـقا ع العالم، فانتقلت الشعوب من الإرهابية إلى المحبة والوئام، ومِن الهجمية إلى النصح والتعاون، و مِن الهمجية إلى المدنية العالية وإلى الحضارة المهذبة.

فـحـضـارـة الـعـربية مـلتصقة بالإسلام ، فوجودها من غيره لم يقم، وقد قامت الحضارة العربية على دعائم أساسية، وجعلت منها حضارة عالمية متميزة، فريدة من تاريخ البشرية.

فـلـمـا دعـوـة الإسلام فى هذه البلاد عم فيض أنواره ، و ظهر بها جمع حافل من العلماء والأدباء الإسلامية ،وهـم الـذين سادوا و أجادوا ، وأقاموا حدود الله، وشيدوا أركانها، ورعوها حق رعايتها، وصانوا التراث العلمي من الضيا ع، وصاروا وسيطا لنقل تاريخنا وتراثنا من العهود الماضية إلى الأجيال القادمة.

و قـد خـر ج مـن أرض الـدكن جماعة كبيرة من العلماء الفضلاء ، وطلع من بلادها طائفة من النبلاء الأدباء قديما وحديثا.وقام العلماء بصيانة الدين الحنيف وتراثه المجيد.

وأن أرض الـدكـن قـد إمتـازت مـن بـلاد الهـنـد بـكثرة علماء اللغة العربية وآدابها، وشهد بفضلها العرب والعجم:بأن أرض الدكن عامرة بالعلم والفضل، وفائقة على بلاد الهند بكثرة العلماء العباقرة وبخدماتهم الجبارة.

وإذا أمعنا النظر، و رجعنا البصر إلى تاريخ الدكن وجدنا أن أدباءَ الدكن قد اعتنَوا إعتناءً تامًا بحفظ التراث الأدبـي والثـقـافـي، واهتـمـوا إهتـمـاما بالغا لصيانتها عن الضيا ع، وخدموا هذه اللغة السامية، وألفوا كتبًا عديدة فى أساليب مختلفة وفى لغات شتى.

و أرض الدكن مليئة من القديم الى الآن بأساطين اللغة العربية ودعماء الأدب.

وأن أدبـاء الـدكـن لهـم إسهـامات قيمة فى حفظ التراث الأدبي،وأنهم قد الفوا كتبا قيمة، و الفتوا أنظارهم البـاصـرـة، و أوجهوا أفكارهم النيرة إلى هٰذا الأمر العظيم، وصمموا عزائمهم لحفظ التراث الأدبي، شدّدوا مآزرهم لـحماية الإرث الثقافي، وجعلوا حفظ التراث العلمي نصب أعُينهم، و بذلوا جهودهم ونفوسهم وأموالهم، وجاهدوا

فيه حق جهاده، و رعوها حقَّ رعايتها. وأنهم أسهموا إسهما كاملًا في بناء الحضارة، مستهدين بهداية الربانية، و مسترشدين بهدى خير البرية –صلوات الله وسلامه عليه–وأهدوا إلى طريق المجد والسعادة، الصاعد إلى قمم الحضارة و شمم الثقافة المثلية الفكرية والروحية والنفسية والمادية، الفردية والإجتماعية، وخلدوا المآثر العلمية والأدبية.

أبرز الأدباء في الدكن:

منهم الشيخ القطب سيد محمد محمد الحسيني المعروف ب "بنده نواز،غيسودراز"–رحمه الله–(المولد: 721هـ / المتوفى:825هـ)

وله خدمات جبارة في نشر العلوم والأدب وحفظ الثقافة.يقول صاحبُ السيَر المحمدي عن مؤلفاته القيمة العلمية: الملتقط، و تفسير سورة الفاتحة، وتفسير القرآن الحكيم على منوال الكشاف (من الجزء الأول إلى الجزء الخامس)الهوامش القيمة على تفسير الكشاف، شرح مشارق الأنوار، المعارف شرح عوارف المعارف للإمام شهاب الدين السهروردي(في العربية) و شرح التعرف (للإمام أبي بكر محمد بن إبراهيم البخاري)، و شرح آداب المريدين، (للإمام ضياء الدين أبي النجيب عبد القاهر السهروردي)(في العربية) و شرح فصوص الحكم (للشيخ محيِ الدين ابن العربي)، و شرح التمهيداتِ لعين القضاة(أبي المعالي عبدِ الله) و حظائر القدس، و معراج العاشقين، و جواهر العُشَّاق ، و وجود العاشقين، و الإستقامة في الشريعة بطريق الحقيقة، و حدائق الأنس، التوحيد الخاص لتوحيد الخواص، الأذكار، المراقبة، شرح بيت أمير خسرو، العاشق، برهان العاشقين، و كتاب اَلخاتمة، و رسالةُ سيَرِ النبي صلى الله عليه وسلم، رسالة في بيان آداب السلوك، و رسالة في بيان إشارات المحبين، ورسالةٌ في بيان الذكر، و رسالة في التصوف، و رسالة في بيان أذكار أصحاب الجشتية، و رسالة في شرح " رأيت ربي في أحسن صورة، و رسالة في بيان المعرفة وتَرْجَم رسالةَ الشيخ محيِ الدين ابن العربي، و شرح فقه الأكبر(في العربية والفارسية)و الهوامش القيمة على قوت القلوب (للشيخ طالب محمد بن أبي الحسن) و أسماء الأسرار، و ضرب الأمثال، و شرح قصيدة الُمَاني، و شرح العقيدة الحافظية، و عقيدهٔ چند ورق، و رساله در بيان بود وهست وباشد. وله ديوان بإسم"أنيس العشاق". (4)

ومنهم : الشيخ علي بن أحمد المهائمي –رحمه الله–

وكان الشيخ من علماء كوكن ، وهي ناحية من الدكن.

له مصنفات تدل على غزارة علمه وكمال قدرته على العلوم منها : (التفسير الرحمانى) و (الزوارف شرح العوارف) وشرح (فصوص الحكم) وشرح (النصوص) للشيخ صدر الدين القونوى و (أدلة التوحيد) ورسالة عجيبة :في وجوه الإعراب في قوله تعالى : (الم ذلک الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين)، و إ محاض النصيحة الصحيحة عن أمراض النطيحة. (5)

ومنهم :الشيخ علي المتقى بن حسام الدين عبد الملك بن قاضي خان القادري الشاذلي المدني الجشتي –رحمه الله–

ولد فى :برهانفور من بلاد الدكن ، ومن مؤلفاته:كنز العمال فى سنن الأقوال والأفعال،الحكم العرفانية فى الإقتباسات القرآنية، و إرشاد العرفان وعبارة الإيمان، و البرهان الجلي فى معرفة الولي، و الرّق المرقوم فى غايات العلوم .المواهب العلية فى الجمع بين الحكم القرآنية والحديثية، أنيس الجليس ، و جوامع الكلم فى المواعظ والحكم .

أما بالنسبة إلى كتابه "كنز العمال فى سنن الأقوال والأفعال" فيرجع الفضل كله إلى شيخ الإسلام، قدوة الأنام الإمام محمد أنوار الله الفاروقي–رحمه الله تعالى–حيث أنه أول من قام بنسخه وطبعه.

ومنهم :السيد :صبغة الله البروجي –رحمه الله– ، ولد فى بروج ، أقام فى أحمد نكر، من بلاد الدكن.

وأما آثاره العلمية : (كتاب الوحدة) ورسالة:(إراءة الدقائق فى شرح مرآة الحقائق) و (ما لا يسع المريد تركُه كل يوم من سنن القوم) وعَرَّب الجواهر الخمسة .

ومنهم :القاضى محب الله البهاري –رحمه الله– ، ولد فى "كره" من مضافات بهار، وارتحل إلى الدكن ولازم السلطان عالمكير.

ومن مؤلفاته :(سُلَّم العلوم) فى المنطق و (مسلم الثبوت) فى أصول الفقه و (الجوهر الفرد) فى مسألة الجزء الذى لا يتجزأ .

ومن أدباء أورنك آباد : السيد :على بن السيد :أحمد بن السيد :المعصوم (الدشتكى)–رحمه الله– دخل الهند وتوطن بها مدة طويلة، وهو من مشاهير الأدباء وصناديد الشعراء .

ومن مؤلفاته :(أنوار الربيع فى أنواع البديع) و (سلافة العصر) و (شرح الصحيفة الكاملة)

ومن أدباء الدكن :السيد :محمد يوسف بن السيد :محمد أشرف الواسطى البلكرامي –رحمه الله–

كان قسطاس المعقولات ونبراس المنقولات، وله كتاب :(الفرع النابت من الأصل الثابت).

ومنهم :السيد :قمر الدين الحسينى الأورنك آبادي –رحمه الله–

كان قمرا طالعا فى ميزان الشرع المبين وكوكبا ساطعا فى أوج الشرف الرصين ، ساح فى مناهج الفنون وبرَع فى العلوم العقلية والنقلية حتى صار فى النقليات إماما بارعا وفى العقليات برهانا ساطعا.

ومن مؤلفاته :كتاب فى مسألة الوجود سماه :(مظهر النور) بين فيه مذاهب العلماء ومسالك المتكلمين والحكماء .

ومنهم :السيد :غلام على آزاد بن السيد :نوح الحسينى الملقب : ب حسان الهند –رحمه الله–

وله مصنفات جليلة و ممتعة مقبولة منها :(ضوء الدَّراري شرح صحيح البخاري) و (تسلية الفؤاد) و (

سُبُحَة المرجان) و (شفاء العليلِي) فى المؤاخذات على المتنبي فى ديوانه و (غزلان الهند) و (سند السعادة) و (سرو آزاد) و (روضة الأولياء) و (مآثر الكرام) و (تاريخ بلكرام) ورسائل أخر وديوانان وما ظهر فى الهند قبله من يكون له ديوان عربى،وله الدواوين السبعة بالعربية تغزل فيها وأَكْثَر مِن مَدْحه -صلى الله عليه وسلم -

وله :(مظهر البركات) فى البحر الفارسى واللسان العربى على وزن المثنوى أجاد فيه كل الإجادة .

وله:ثلاثة ديوانٍ أُخَر .ولا يُعرف لأحد من علماء الهند من يكون له الشعر العربى بهذه الكثرة والمثابة .

ومنهم :الشاه :عبد القادر المتخلص :مهربان المعروف : بالفخري ، الأونك آبادي –رحمه الله– شاعر ،صاحب الديوان

ومنهم :الشيخ شهاب الدين سليمان المدراسي –رحمه الله–(1045هـ،1121هـ)

ومنهم :الشيخ عبد الجليل بن الشيخ أحمد الحسينى الواسطى البلكرامي–رحمه الله–(1071هـ،1138هـ)

ومنهم :الشيخ : نور الدين بن محمد صالح الأحمد آبادي –رحمه الله–(1064هـ،1155هـ)

ومنهم :الشيخ محمد بن الشيخ عبد الجليل البلكرامى–رحمه الله–(1101هـ،1188هـ)

ومنهم :الشيخ محمد باقر النائطى المدراسى–رحمه الله–(1158هـ،1220هـ)

ومنهم : الشيخ شمس الأمراء فخر الدين الحيدرآبادي –رحمه الله–

صاحب:شمس الهندسة والستة الشمسية، و مؤسس : المدرسة الفخرية و دار الترجمة.

وتُرْجِمتُ فى دار الترجمة الكتب والرسائل بالفرنسية والإنكريزية التي كانت فى علم المياه والمناظر والفلك والرياضة، وفى علم جر الثقيل.

ومنهم :الشيخ سيد على آغا الشوستري(1324هـ)

ومنهم :الشيخ حبيب أبو بكر بن شهاب العلوي –رحمه الله–(1262هـ 1341هـ)

ومنهم :الشيخ عبد الواسع –رحمه الله– (صاحب : الفلكيات و مراصد الأوقات)

ومنهم :الشيخ أبو الرجاء محمد زمان خان الشهيد –رحمه الله–(1292هـ)(صاحب: سفينة البلاغة)

ومنهم :الشيخ المفتي محمد سعيد–رحمه الله– (المتوفي:1312ه) مؤسس : المكتبة السعيدية

ومنهم : الشيخ المفتي محمد خليل الله–رحمه الله– مؤسس : المكتبة الخليلية

ومنهم : النظام السابع مير عثمان علي خان، مؤسس الجامعة العثمانية–رحمه الله–

ومنهم : الأديب الكبير محدث الدكن أبو الحسنات سيد عبد الله النقشبندي القادري–رحمه الله–(صاحب زجاجة المصابيح)

ومنهم : الأديب اللبيب، المحقق الفقيه أبو الوفاء سيد محمود الأفغاني–رحمه الله– (مؤسس مجلس

إحياء المعارف النعمانية)

ومنهم :الشيخ سيد غلام نبي–رحمه الله–(1290هـ،1370هـ)

ومـنهـم :الشيخ سيد إبراهيم أديب الرضوي–رحمه الله–(1295هـ،1377هــ)(صاحب: لامية الدكن،و شرح الشواهد)

ومنهم :الشيخ محمد عبد القدير الصديقي–رحمه الله–(1288هـ،1381هـ)(شاعر ،صاحب الديوان)

ومنهم : الدكتور سيد محى الدين القادري زور–رحمه الله–

ومنهم :الشيخ الدكتور محمد حميد الله –رحمه الله–(1326هـ،1423هـ)

ومـنهـم :الأميـر يـوسف عـلى خان بهادر، الملقب ب سالار جنغ الثالث ، تم إنشاء متحف سالار جنغ على يده(عام :1951ء)

وهـو متـحف عـلـمـي و فني وثقافي، وهو من أكبر المتاحف فى العالم حيث لديه مجموعة من المنحوتات، والـلـوحـات، والـمـنسـوجـات، والمخطوطات، والمصنوعات المعدنية، والسجاد والساعات، وما عدا ذلک ففيه خزانة عجيبة من الجواهر الثمينة والأحجار النفيسة كالياقوت، و ألماس، والزبرجد، والأثاث من الجابان، والصين، و بورما، و نيبال، وفارس، مصر و أوروبا، وأمريكا وغيره.

و سالارجنغ الثالث هو الذى قام بتأسيس " مكتبةِ متحف سالار جنغ" بحيدرآباد

ومنهم : الشيخ المفتي محمد عبد الحيمد ، شيخ الجامعة النظامية سابقًا(مؤسس : لجنة أنوار المعارف)

ومـنهـم : الشيـخ الحافظ المقري مصباح المفسرين محمد عبد الله القريشي الأزهري –رحمه الله–نائب شيخ الجامعة النظامية،و خطيب بمسجد مكة،حيدرآباد سابقا.

ومـنهـم : الشيـخ الـعـلامة عـمـدة الـمـحـدثين محمد خاجا شريف القادري –رحمه الله– شيخ الحديث بـالـجـامعة النظامية ومؤسس المعهد الديني العربي وكلية الدراسات الإسلامية.(شاعر أديب، صاحب الديوان باسم المدائح العطرة)

دور شيخ الإسلام أنوارِ الله الفاروقي الحيدرآبادي فى حفظ التراث الثقافي والأدبي

أن شيـخ الإسـلام أنشـأ كثيـرًا مـن المراكز الثقافية والجامعات ودور النشر والتوزيع، أسهم فى النشاطات الـعلمية والأدبية والثقافية طيلة حياته، وأنه لما وصل إلى المدينة المنورة اطلع على الكتب النادرة الخطية، فنسخها بيده ، وقام بطبعه ونشره.

ومـن أعـظـم مـآثـره الـعلمية، أنه أسس جامعة عظيـمة " الجامعة النظامية" لنشر العلوم الإسلامية والعربية ، وتوعيةِ أبناء الهند بالثقافة الإسلامية.

ومـن مـآثـره الـعـلمية فى مجال إحياء التراث العلمي والأدبي إنشاءُ مكتبةٍ عظيـمة " المكتبة الآصفية" وهى معمورة

بالكتب الثقافية فى كل المجالات وفى مختلف اللغات.

ومن مآثره العلمية والثقافية: " دائرة المعارف العثمانية".

ومن مآثره المؤسسة العلمية ' مجلس إشاعة العلوم.

و مكتبة الجامعة النظامية، تُعد من أكبر المكتبات فى الهند

و دار الأفتاء (الجامعة النظامية) وكذلك يرجع فضلُ إنشاء هذه المدارس إليه:

مدرسة تحفيظ القرآن، خلدآباد،الدكن

مدرسة تحفيظ القرآن، بجامع مكه، حيدرآباد

المدرسة الإسلامية،برار

المدرسة الإسلامية،بجامع شوک،حيدآباد

المدرسة الإسلامية، بجامع " ميان مشک" حيدرآباد

المدرسة الإسلامية، بجامع " أفضل غنج" حيدرآباد

المدرسة الصوفية، بيدر،الدكن

من جانب ذلک أجرى شيخ الإسلام المساعدات المالية للجامع المركزي بلندن، الذي يُعرف الآن ب " المركز الثقافي الإسلامي"(Islamic Cultural Center).(6)

إن من الواجبات علينا أن نحفظ تراثنا الثقافي والأدبي بإستخدام الوسائل التكنالوجية وغيرها ، لأن تراث الأمة رمز لِفوزها، و حارس لِهَويتها، و وسيلة لإفتخارها، و مِرقاةً لنيل السعادة، والمحافظة عليه و حمايته وصِيانته وترقيته واجب أساسي على جميع أفراد المجتمع.

المراجع والمصادر

1 تاج العروس من جواهر القاموس لأبى الفيض مرتضى الزبيدي

2 محاضرات فى الثقافة الإسلامية لعبد القادر الخطيب الحسيني

3 الثقافة العربية لعباس محمود العقاد

4 السيَر المحمدي

5 المقتبس من: سبحة المرجان فى آثار هندوستان

6 مانيک راؤ وتهل راؤ، بستان آصيفه

☆☆☆

التدريس العربي فى الثوب التجريبي

الحافظ غلام خواجه سيف الله

عضو هيئة التدريس بالجامعة النظامية

الحمد لله الذى علم بالقلم، علم الانسان مالم يعلم، والصلوٰة والسلام و البركات على سيدنا محمد معلم العلوم و الحكم و على اٰله و أصحابه المتعلمين بنهجه والمتأثرين والمستفيضين بصحبته فى سائر الأمم، أما بعد!

من الواضح الملموس أن اللغة من مبادئ البئات الحيوية ومن حصريات الحضارات الإنسانية بالنسبة إلى احتياجاتها الضرورية، وهي حظ لصيق بالثقافات المدنية،لأنها وسيلة وسيعة لنقل ما عندهم من التذكار والتعبير ما يجدون فى قلوبهم من الأفكار،ونطق اللغة بالقول الفصيح وأخذها مع الفهم الصحيح واختلافها فى المجال الوسيع؛انه من أيات رب العلمين،قال تبارک و تعالى : ومن أياته خلق السموات والأرض واختلاف ألسنتكم وألوانكم ان فى ذلک لأيت للعلمين. (۱)

ما هي الأداة المعبرة ما لدى الناطق من فكرة مضمرة فهي لغة؛ عرفها الشيخ ابن جني فقال: اللغة أصوات يعبر بها قوم عن أعراضهم.(۲)

فبدما مست الحاجة إلى تعلم اللغة و تعليمها؛ هي من أي بئة ومجتمع كانت، وأما ما تكثرت البئات و المجتمعات ازدادت اللغات واللهجات.

مكانة"اللغة العربية"

العربية من أحسن اللغات جودا وأقدمها وجودا وهي لغة أبينا و أبى البشر سيدنا أدم عليه الصلوة والسلام ولغة أهل الجنان التى أنزل فيها القرأن الكريم.اسمها اللغةالعربية، وكنيتها بنت عدنان و ألقابها اللغة الأم و لغة الضاد .وتشمل هذه فى اللغات السامية،وفق الموسوعةالحرة ويكيبيديا "تعتبر أكثراللغات تحدثا ضمن عائلتها اللغوية، وإحدى أكثر اللغات انتشارا فى العالم . (۳) فبالنسبة إلى هذا تقررت أن اللغةالعربية أم اللغات وأسها، كما أوضح بعض الأدباء المحققون وقرروا معدلها فقالوا: إن العربية هي اللغة التي تكلم بها سيدنا آدم، و أن اللغة العربية هي أصل اللغات و منها اشتقت كل اللغات، و الدليل ' أن اللغة العربية حافظت على خصائصها اللغوية من إعراب و اشتقاق و معانى و غيرها، و هذا ما لا يوجد في أي لغة، ما زالت حية الآن، وهذا دليل على أصليتها و قوتها، ومدى استمراريتها.

ودليل على أصلية اللغة العربية و أوليتها الكم الهائل من الكلمات الشبيهة بالعربية في كل اللغات الأخرى الحية، مما يؤكد أنها جميعها من أصل واحد، وهذا الأصل هو اللغة التي تشبه كل اللغات، وهي اللغة العربية، بحيث أن 80بالمائة من الأفعال من اللغة السنسكريتية أصلها عربي، و 75 بالمائة من الأفعال اللاتينية أصلها عربي،

كما أن كلا من الفينيقية و الآرامية و اللغات الشرقية أصلها عربي . (۴)

وتسبب هذا أن اللغة العربية من أساس اللغات وأسهلها، وتعليمها والتدريب عليها من مبادئ الحضارات وحاجياتها، فلا بد أن يتعلم الأمم اللغة العربية ويتدربون عليها، وبهذة الوجهة ارتفعت أسعار تعلم العربية وازدادت أهميتها علما وأدبا، وعيشة ومعيشة، وثقافيا واقتصاديا، فماهو أسهل منهج وأيسرمعرج لتدريسها!.

منهج تدريس اللغة

الملاحظة البديهية في بداية تعليم اللغة هي الكلام واستماعه والكتابة وقرائتها، لا سيما لها جولات فى تحصيل اللغة، نستضيئ بأي من القرأن الحكيم لهذه الأربعة، قال الله سبحانه عن الكلام، وفيه إشارة إلى أن الكلام وسيلة للمعرفة فقال:وَقَالَ الَّذِينَ لَايعْلَمُونَ لَوْلَايكِّمُنَاالله....(۵) وتترشح مهمة السماع وإفادته عند قوله سبحانه : الذين يستمعون القول فيتبعون أحسنه. (٦)

لا يختلف إثنان فى أن الكتاب أداة للحفاظ على ما حصل على العلم ويؤيده قوله تعالى : يأَيهاالَّذِين ءَ امَنُوٓا إِذَا تَدَاينتُم بِدَينٍ إِلى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكتُبُوه وَلْيكتُب بَّينَكمُ كاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَايَأْبَ كاتِبٌ أَن يكْتُبَ كمَاعَلَّمَه اللَّه فَلْيكْتُبُ(۷)

أما الكتاب هو حظ من مهارات الدراسة والمعرفة وما هو إلا أن يكون مقروء ا ما فى دفتيه يشير إليه أمره سبحانه: أقرأ كتابک كفى بنفسک اليوم عليک حسيبا...(۸)

وجميع المناهج تحتوى على المهارات المذكورة أعلاه، لا سيما يتمكن للدارس على أخذها فى إطار تدريس عربي، ويجيد الطالب تمرينها فى تيار تعليم أدبي، فى أحسن وجه يكون وهوعلى مطار إكاديمي....هناک الإعتنائات الجامعة التى فى مجال التدريس جارية، وتؤدى حقها منذ عصور ماضية، و بالأخص إلى ذلک فى تدريس اللغة العربية مراعات رائعة، نحو : ١ـ حل اللغات وذكر المفردات، ٢ـ والملاحظة إلى القواميس واللغات، ٣ـ والرعاية إلى بناء الأفعال ومصادرها، ۴ ـ وتذكير غرائب الألفاظ ومفرداتها، ۵ ـ وتدريب القواعد الصرفية والنحوية، ٦ـ والإعتناء بمقادر الدارسين وملكاتهم، ۷ ـ وإيتائهم صفوة الدروس و فذلكاتها، ۸ ـإيراد الأسئلة و إتاحة الإستجابات، ۹ ـ الأعمال المفوضة للتكرار والتذكار، ۱۰ ـ ممارسةالإنشاء والإملاء، ۱۱ ـ تمرين الترجمة والتعريب، ۱۲ ـ توزيع الجوائز لإثارةالجذوات والأنشطة.

إن هذه مناهج كلاسيكية أصبحت قديمة، والتجدد الهانئ فيها وإتيانها فى معرض الحداثة الجذابة بالضرور؛ لايطفئ به جذوة النشاط عند المتعلم، عندئذ لا نكال لاتخاذها ولا ملال؛ إلا أن لا يكون المنهج كلالا على من سلک على تعلم اللغة سبيلا.

رسل عسل فى حديث جبرئل

يناسب فى هذا المكان أن يذكر حديث جبريل عليه السلام ويسمى هو بحديث الإحسان، الذى يحوى

أكثر أساليب و طرق التدريس الأساسية؛ سواء كان في مجال تدريس اللغة أو دراسات أخرى، فهو هذا:

حَدَّثَنِي أَبِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: بَينَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ الله صَلى الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يوْمٍ، إِذْ طَلَعَ عَلَينَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَياضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعَرِ، لَا يرَى عَلَيه أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يعْرِفهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْنَدَ رُكبَتَيهِ إِلَى رُكْبَتَيهِ، وَوَضَعَ كفَّيه عَلَى فَخِذَيهِ، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: »الْإِسْلَامُ أَنْ تَشهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ صَلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيه سَبِيلا، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَعَجِبْنَا لهُ يسْأَلُهُ، وَيُصَدِّقهُ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ، قَالَ: »أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِه، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِه، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ «، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ، قَالَ: »أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّك تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يرَاك«، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعةِ، قَالَ: »مَا الْمَسْئُولُ عَنهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ « قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَتهَا، قَالَ: »أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاة الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيان «، قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيا، ثُمَّ قَالَ لِي: »يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟« قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: »فَإِنّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ. (٩)

والحديث الشريف وأسلوب ما جرى فيه يوضح أصولا أساسيا للتدريس والتعليم كالتواصل بين المعلم والمتعلم و دور المباشرة الشفهية والمسئلة وجوابها وهناك دور إجابة واستجابة وكثير من الأدوات المثيرة والجذوات النشيطة والوجهات الجاذبة إلى اعتنائها مع مزيد من المعلومات الإضافية.

بالإضافة إلى ذلك تكثر مناهج رائعة في الأوساط التعليمية، و تتزايد عبر العصور في عالم المعلومات، يتهيأ بها أيسر طراز و رسل عسل، كمنهج تواصلي، و منهج نفسي، و منهج أنشطة عملية، ومنهج أنشطة لغوية، ومنهج باستخدام الحواس و منهج اللغة الجسدية، ومناهج عديدة أخرى.

مناهج التدريس المؤثرة

أما ما جرى في بئتنا التعليمية الراهنة في صوره المقترحات التربوية الجديدة والمناهج المؤثرة الحديثة؛حسبما يتيسر للدارس من وفاق فكره وحيثما يقبل من مستوى درجته، حرر بعضها الدكتور عبد الله معروف في موضوعه البسيط "تدريس اللغة العربية للناطقين بغيرها،كتبه في صفحات عديدة؛ ألخص هنامن فوائده في أسطر، قال:

أولا – طريقة القواعد والترجمة، ذكر أنها أقدم طرائق تعليم اللغات، إذ يرجع بعض الدارسين تاريخها إلى حضارات قديمة مثل الصين والهند وبلاد الإغريق ...لكن ...ليس هناك تحدث واستماع في هذه لطريقة.

ثانيا – الطريقة المباشرة،هذا أسلوب أنيق تستخدم عمليته على الربط بين الكلمات والجمل دون اعتناء إلى اللغةالأم، وهذا الأسلوب يسهل بإكثار المحادثة والحوار و السرد القصصي والتكرار.

ثالثا – طريقة القراء ة،هذا الطرز البارز مقدم تكريسا على الكلام والإستماع فإنهما مقصوران بدونها، ومن

المزيد القرائة وصلة لإتقان بقية الملكات لتعلم اللغة، وحاجيتها أظهر ضرورة بالنسبة إلى طرق وأساليب أخرى.

رابعا – الطريقة السمعية الشفهية، هي تتم بالمواصلات بين دارس اللغة والأجنبي العربي .وهنا دور لتطور وسائل الإتصال بين الشعوب مما قربت المسافات بين أفرادها، وخلق الحاجة إلى تعلم اللغات الأجنبية؛ ليس لاستخدامها في القراء ة فقط، وإنما يكون أيضاً لاستخدامها فى الاتصال المباشر بين الأفراد بعضهم وبعض.

خامساً– المذهب المعرفي،ويعتقدأن هذاالنوع من التعلم لن يتم مالم تقدم المعلومات للمتعلم بطريقة مترابطة متناسقة؛ بحيث تتصل معلوماته الجديدةبمعلوماته السابقة، بناء على ماسبق، فإن هذاالمذهب يعتمدعلى النظرية المعرفية فيعلم النفس ....وينطلق هذا من أسس النظريةالتوليديةالتحويلية التيتبناها "نعوم تشومسكي" ونظرتهاإلى تعلم اللغات؛ حيث حاولت "إثبات أن علم اللغة جزء من علم النفس المعرفي....

سادساً – المذهب الاتصالي:ماهوفيالحقيقة سوى كفاية نحوية (Grammatical Competence) مقصورةعلى معرفة القواعد؛ لهذانادى كثيرمنهم بماأسموه الكفايةالإتصالية (Communication Competence).

وهذه الكفاية تشمل المعرفة بأصول الكلام وأساليبه، ومراعاة طبيعة المخاطبين، مع القدرة على تنويع الكلام حسب مقتضى الحال من طلب واعتذاروشكرودعوة ونحوذلك، بالإضافة إلى المعرفة بقواعد اللغة ومفرداتها .فهذه الكفاية إذن تعنى المعرفة بقواعداللغة وقوانينهاالنحوية والصرفية والصوتية،مع القدرة على استعمالهابطريقة صحيحة؛ لغويامقبولة اجتماعياً"(١٠)

الأسلوب المرن

ومن هانئ الأساليب والجذوات الراغبة اليها أسلوب مستمر فى بئتنا الراهنة التقنية، وهو "الأسلوب المتكامل المرن، أوالطريقة التكامليةالمرنة"، ربما أحد يقترح مسمى غيرهذا.

يقول د/اسماعيل حسانين احمد (استاذ مشارک فى كلية التربية،الجامعة الإسلامية العالمية، ماليزيا) لكنني أقول متكاملا لأنه ينبغي أن يجمع بين مهارات اللغة الأربع وفروعها المختلفة فى آن واحد، وبصورة مسموعة/مرئية/اتصالية/ مباشرة، من خلال توظيف تقنيات التعليم الحديثة .فالإستماع والكلام والقراء ة والكتابة ومايتضمنه المحتوى من قوالب وقواعد يتم بطريقة متكاملة،سلسة وسهلة.لأنه لن يسيرعلى وتيرةواحدة، بل يتجاوب ويتناغم مع المواقف/ الحالات / الظروف التى تحتمهاالمعطيات الجديدة فى ساحة التعليم والتعلم.

والمعلم فى هذه الحالة لن يكون مقيدابطريقة معينة ولابأسلوب محدد، وإنما ينظرإلى مستوى الطلبة واحتياجهم إلى مايثير انتباههم ويحفزهم على تعليم اللغة ،وفى مايتوفر لديه أولدى المؤسسة القائمة على التعليم من إمكانات وتجهيزات، وبناء عليه يحدد على مايراه مناسبا للدرس والدارسين.(١١)

الإتجاهات الحديثة

والـرائـد الـزائـد الـمستمر فی جولة تدريس اللغة حاليا عبر مطلع القرن الحادی والعشرين وهو استخدام التقنية المعلوماتية مواجهة الی اتجاهات جديدة، وما نحن بصددها فی هذاالمقام...

لا أطيـل كـلامـی بـل أقـول انـه يلزم للدارس إنشاء المواقع على الشبكة الدولية إنترنت، والقناة الفضائية، والتـجهيزات التقنية لتعلم اللغة العربية؛ أن يرتب المؤتمر للفيديو المرئي بالعربية لإعداد أدبي واستعداد أكاديمي، يسـاعد فی تيارات تدريس اللغة ويعرض أحلى أساليب وأعلى تراكيب اللغة: ١ ـ شفهيا، ٢ ـ و سمعيا، ٣ـ و جسديا لـغـويـا، مـع ذلـک يـرتـب ٤ ـ الـمـؤتـمر الصوتی، ٥ ـ و المؤتمر الرقمي ، ٦ ـ مع مساعدة ٧ ـ الأقراص التدريسية المعلمية العربية، ٧ ـ وشرائح ذات غبطة ورغبة أدبية. وكذلک تفيد فی هذه الساحة ٨ ـ برامج القمر الصناعي، ٩ ـ وبـرامـج المحادثات، ١٠ ـ وفرصات الحوار مع من يتكلم العربية من أهلها أو من سواه فی أنحاء العالم عن طريق المباشر.

فـإن هـؤلاء بـأسـرهـا التجهيزات الجذابة، والمكتشفات والمخترعات المألوفة لدى دارسی اللغة العربية وناشئی القرن الحادی والعشرين . أمـا تفاصيلها وورطة المقالات عنها سترفل فی هذا المقام أذيالها لا يسامح القلم لإنجازها ولا يتسع الورق لإحصائها.

نصح عمدة المحدثين لطلبة العربية

وأعـطـر الكلام فی أخره بنصح شيخنا الفقيد عمدة المحدثين العلامة محمد خواجه شريف–متعنابعلومه– شيـخ الحديث بالجامعة النظامية و بعض ذكرياته فی جولة التدريس: أن طالبا من زملاء درجتنا قرأ المتن عليه وجعل يسـكـن أخـر الـكـلـمة غيـر واحـدة؛ فـقال له الشيخ إنه يجوز للقارئ أن يقرأ مثل ذلک؛ وليس للطالب أن يسكن الـكـلـمـات بدون سبب وهو أمام معلمه، كی يجري الإعراب بأسره، فإنه إذا أخطأ أو كان هناک أي إشكال إعرابي سيرفعه المعلم مباشرة، ولئلا يشوش الطالب فی المراجعة عند غياب المعلم.

وكان يقول فی معظم دروسه أن المنهج "قراء ةالطالب على المعلم " منهج مؤثر فی مجال التربية، وهذا ما رجـحـه سـراج الأمة إمـامـنـا الإمـام الأعظم أبو حنيفة–رضي الله عنه– وكان الشيخ يقول: إنه لا يكتفی للطالب أن يـنظرإلی أبنية الأفعال فی العربية، بل عليه أن يعتني بصلاتها، لأنه حينما تغيرت صلة الفعل تغير معناه، وربما تحولت الـمـعـانـی إلـی مـعـانـی سلبية لتغير الصلة، ويؤكد أن لا يتيقن الطالب على رأيه عند مقال الأبواب وأوزانها،فعليه أن يراجع الی القواميس واللغات البتة.

فبالله التوفيق وعليه التكلان، وأخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

المصادر

(١) سورة الروم :٢٢
(٢) الخصائص لابن جني، ج٢،ص٣٤،الهيئة المصرية العامة للكتاب

(۳) اللغة العربية،الموسوعة الحرة ويكي بيديا
(۴) اللغة التي تكلم بها أدم، mawdoo3.com
(۵) سورة البقرة:۱۱۸
(۶) سورة الزمر:۱۳
(۷) سورة البقرة :۲۸۲
(۸) سورة بنى إسرائيل : ۱۴
(۹) صحيح مسلم،ص۳۶،ح:۸
(۱۰) تدريس اللغة العربة للناطقين بغيرها،د/عبدالله معروف (www.aluka.net)
(۱۱) طرق تعليم اللغة العربية ومواكبة الحداثة العصرية،د/اسماعيل حسانين احمد (ماليزيا)

☆☆☆

تطور المقالة فى الأدب العربى

دراسة أدبية

الحافظ حامد بن محمد القريشى ،
معلم الجامعة النظامية

الحمد لله الذى كفى ، و سلام على رسوله المرتضى ، و على آله و صحبه أجمعين . أما بعد :

فإن المقالة دراسة أدبية جديدة و مميزة ، حيث أنها دخلت فى الأدب العربى عن طريق رجال الغرب كمونتيت و بيكون ، و أمثالهما ، و كان لهما دور كبير مع الصحافة فى نشر هذا الفن ، فقد احتضنت الصحافة العربية المقالة فى أول ظهورها ، و برع بعض الأدباء و الكتاب العرب فى كتابة المقالة . فهذه الدراسة هى أطروحيتى التى كنت اخترتها لنيل درجة الدكتوراه فى جامعة "ايفل" و حصلت عليها الشهادة بعون الله و كرمه .

و أما الآن نطرح ههنا فصلا منها يتعلق بالمقالة و تطورها فى الأدب العربى . قبل أن نبدأ البحث فى هذا الموضوع ، فنريد أن نعرف المقالة باختصار .

تعريف المقالة . لغة : كلمة المقالة من القول كما جاء فى القاموس . "كلمة مقال من القول ، قال يقول ، قولاً والجمع أقوال و جمع الجمع أقاويل القول مصدر والقيل والقال اسمان له ، قال يقول قولاً ، و قيلاً و قوله و مقالة و مقالاً" . (١)

تعريف المقالة اصطلاحاً : هو بحث قصير فى الأدب ، أو العلم ، أو الإجتماع ، أو السياسة ينشر فى صحيفة أو مجلة " (٢)

هذا تعريف اصطلاحى قد نقلته من كتاب الدكتور عبدالله القتم ، فهى دراسة مختصرة سواء أديبة كانت أو علمية ، اجتماعية كانت أو سياسية تذكر فى صحيفة ، أو مجلة ، و هكذا ورد تعريف ثان فى كلمات مختلفة و معايير مترادفة كما قدمه الالدكتور كمال يازجى ، هى جولة قصيرة فى موضوع محدود ، أو رأى معين ، تتوفى إيضاح موقف من قضية ما ، بلغة حسنة و أسلوب سهل . (٣)

فالمراد بالمقالة هى بحث قصير ، و جولة مختصرة ، و عرض موجز ، و ملاحظة مختصرة و ثروة عظيمة ، و رأى معين ، فى نصوص مقدمة لما فرغنا من تعريف المقالة ، نتوجه إلى أنواعها . و لها نوعان :

١ ـ المقالة الذاتية　　٢ ـ المقالة الموضوعية .

كما أشار إليها الدكتور عبدالله القتم فى مقالته . (٤)

و بعض المتخصصين فى فن المقال يوزعون المقالة إلى ثلاثة أقسام و يشرحونها شرحاً مبسطا فى كتبهم ، مثل

الدكتور محمد ابراهيم الذى قسم المقالة إلى ثلاثة ، وهى مايلى : (٥)

١ ــ مقالى ذاتى ، هو الذى يعبر فيه الكاتب عن تجاربه و تأملاته و أحاسيسه الذاتية ، لأن المقالة متعلقة بشخصية الكاتب ، هو الكاتب الذى يصب فيها وجدانه و عاطفته و خياله .

مقال موضوع ، و هو الدى يتناول موضوعا معينا أثار اهتمام الكاتب فعبر عنه بأسلوب علمى يعتمد على الأدلة والبراهين بعيداً عن الحشو و الاستطراد .

٣ ــ مقال ذاتى موضوعى : وهو الذى يجتمع فيه عنصراً الذاتية والموضوعية و تأتى تحت هذه النوعية كل المقالات التى تتناول حقائق علمية معينة . بعد الفراغ من هذه الأنواع سنناقش حقيقة الفصل ، وهو تطور المقالة فى الأدب العربى .

كيف تطورت المقالة : عرف العرب فن المقالة بعناصره الموضوعية و الكتابية المختلفة منذ تاريخها الأدبى ، أى منذ عصر قديم ، كما باحثنا تفصيلاً ، لو أراد فليراجع إلى أطروحتى ، و قد تجلت بذور المقالة عند العرب نبواجى شتى فى تاريخ الأدب العربى ، لاسيما فى طريق الإعلام ، و تناقل الأخبار ، و رواية الأشعار ، و كتابة التراجم ، السير ، و وضع المذكرات واليوميات ، و وصف الرحلات ، و أحوال المعيشة ، كما أشار الدكتوران ميشال عاصى ، أميل بديع يعقوب إلى ذلك

" إن المقالة فن أدبى من فنون النثر ، استحدثه الغربيون ، تجاوها .... مع مقتضيات الطباعة والصحافة ، من حيث تنوع الموضوعات ، و حرية اللغة من أغلال الصغنة البيانية ، تجنب الإسهاب فى المعالجة و الإبتعاد عن كل ما يثقل ذهن القارئ العادى ، و اعتماد المقاربة الرشيقة ...

و قد تطور فن المقالة فى العالم بتطور فنون الإعلام الصحيفى ، و كان له تأثير بالغ فى تطور لغة النثر العربى ، مما نراه فى الخطيب ، والمقامات و الرسائل ، وغيرها من الفصول النشرية المأثورة ، الا أن المقالة هى ربيبة الصحافة ، أكثر مما هى بنت الإرث القديم " (٦)

فهذا النص يدل على أن المقالة فى أوبى من فنون النثر اخترعها الغربيون حينما ظهرت الطباعة الصحافة من حيث تنوع الموضوعات ، و لا يمكن أن ينفى ازدهار المقالة و تطورها فى العالم بسبيب تطور فنون الإسلام الصحافى ، كما وجدنا بعض السطور التى عبرفيها الدكتور محمد ابراهيم عن تطور المقالة : يقول :

" انتشرت المقالة فى الأدب العربى الحديث بانتشار الصحف والهجلات منذ بداية القرن التاسع عشر " (٧)

و قد فهمنا جيداً بهذه العبارة الدالة على أن النهصة الأدبية العصرية التى يسطرت فى أرجاء العالم العربى منذ بداية القرن التاسع عشر ، فى نتيجة اللقاء بين الشرق و الغرب بسبب أثر محلة نابليون على مصر ، و لم تكن الطباعة و العرب محدودة . كما يقول الأستاذ أحمد حسن الزيات .

" غزا نابليون مصر سنة ١٧٩٨ م " و قبل غزوة نابليون على مصر ، كان يوحد توتر و انحطاط من كل ناحية ، و

فـي ذلک الـعصر بلاد العرب كانت تتنفس النفس الأخرة من أنفاس اللغة العربية ، قطة في أعماق تخلف وضعف ، حتى أشوق اللّٰه شمس الحضارة و أعادها مرة ثانية على رجوع النيل " (٨)

يـكشف هـذا الـنـص عـن بـلاد مـصر والبلاد العربية ، كيف واجهت مشاكل شديدة ، و قضايا مؤلمة ، و أوضاعا خـطيـرة . قبـل دخول نابليون مصر ، و أسفر قدومه إلى مصر عن فوائد عظيمة ، حتى اعترف به أهل العلم والأدب ، كما ذكر الدكتور أحمد حسن الزيات :

"ليـس مـن شـأنـنـا أن نستـعـرض هـذه الغزوة إلامن جهتها الأدبية فأن الجماعة العلمية التي صحبت هذا القائد الـعـظيـم لم تصدها القلاقل والحروب نحن غرس بذور الحضارة في مصر ، فأنشأوا مدرسين و جريدتين و مسرحاً للتمثيل ، و مجمعها علمياً و مطبعة :" (٩) فظهرت النهضة الأدبية الحديثة التي عمت أرجاء العالم العربي منذ مطلع القرن التاسع عشر بسبب أثر حملة نابليون بونابرت الأول على مصر ، و لاشک في أن الصحافة التي نعرفها اليوم ، إنـمـا نشـأت و تـرعـرعـت في أحضان الحضارة الغربية و كان الغربيون هم الذين ابتدعوه و حسنوه ، و جاؤا به إلى الشـرق لهـذا السبب ظهـرت أول جـريـدة عربية في العالم العربي على الأطلاق هي جريدة التنبيه " التي أصدرها نـابليون بونابرت في مصر عام ٨٠٠/ م ، بـعدها ظهرت صحيفة " الوقائع المصرية " عام ١٨٢٨ م فوصلنا إلى هذه الـنتيـجة بـأن الـمـقـالة لم تظهر إلا بواسطة الصحف و المجلات و لها ثلاثة مراحل . المرحلة الأولى : هي مرحلة البـداية يعني المقالة كان ساذجا قريباً من حيث الأسلوب ، و المرحلة الثانية مشتملة على التحرر من قيود السجع و الـمحسنات ، المرحلة الثالثة مشتملة على الكمال ، و دقة التركيز و عمق التحليل ، و براعة العرض ، والتخلص من أثقال الصنعة (١٠)

أسباب تطور المقالة : و لها أسباب لتطور المقالة التي أوت إلى النهضة العربية الحديثة كما ألقت عليها الدكتور سوسن رجب ، تقول : (١١)

١ ـ التأثر بالغرب و صحافته

٢ ـ ارتقاء الوعي و ظهور الأحزاب السياسية ، والثورة العرابية ، و حركة تأسيس المدارس والكليات .

٣ ـ ظهور المدرسة الصحيفة الحديثة ، و ظهور المجلات المتخصصة التي أحاطت بمكونات المقالة العربية .

المراجع و المصادر :

(١) قـاموس تاج العروس (٢) أدب الـمـقالة في الإمارات الدكتور عبداللّٰه القتم (٣) الـمـنتخب من أدب المقالة للقراءة والإنشـاء . د ـ كـمـال يازجي و أميل يعقوب (٤) أدب الـمـقالة في الإمارات (٥) الأدب الـسـواحـلي الإسلامي . الدكتور مـحمد ابراهيم أبو يعلى . (٦) الـمعجم المفصل في اللغة والأدب . ص : ١١٨١ (٧) الأدب السواحلي . ص : ٢١٢ . (٨) تـاريـخ الأدب العربي ، الأستاذ أحمد حسن الزيات (٩) المصدر السابق (١٠) اللغة العربية ص ٣٤ (الـدكتور سلمان على ابوعبيدة (١١) فن المقالة ، موقع الانترنيت ص ١٠ ، د ـ سوسن زجب

أسباب انحطاط المسلين و حله فی ضوء القرآن والسنة

الحافظ محمد فيروز خان

(المعلم بالجامعة النظامية)

الحمد لله رب العالمين والصلٰوة والسلام على سيدنا محمد المبعوث رحمة للعلمين
وعلى آل بيته الطيبين الطاهرين و على صحابته الغر الميامين والتابعين
ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين

امابعد!

كـمـا لا يـخـفـى عـلـى أحـد مـن أُولـى النهى والألباب وما شهدت به الحضارات عريقة الأسباب ما يعيشه الـمسـلمون من ذلة ومهانة وهزيمة، وما أحاط بهم من ظروف صعبة و أوضاع مريرة، وما طرأ على أكثر مجتمعاتهم مـن بـعـدهـم عـن تـعاليم الإسلام وجهالتهم عن حقائق الإسلام، ومعانيه السامية الفخام، وقيمه التى بلغت من العدل والـحـكـمة والـرشـد التـمام، بأن المسلمين اليوم يمرون بمراحل حريجة و ذلک بسبب أنهم انحدروا من القيادة والريادة والقوة الى الضعف والذل والهوان والتبعية.

هذا مما لا شک فيه أن اُمة محمد صلى الله عليه وسلم لا زالت وستظل خير اُمة اُخرجت للناس ولا ينبغى أن نـجـرد الاُمة من خير يتها لمجرد أنها تمر الآن بمرحلة من مراحل الضعف والذل والهوان والفرقة لأن الأيام دول قال تعالٰى فى القرآن الكريم: وَتِلْکَ الْاَيَّامُ نُدَا وِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (سورة اٰل عمران: ١٤٠)

ولـكـن لا يخفى على أحد أن الأمة الآن مفرقة و ممزقة وهذا سبب من أخطر أسباب ضعفها وقد حذرنا ربنا جـل و عـلا مـن هـذا الـمـرض الـعـضال فقال سبحانه: وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۝ (سورة الانفال: ٤٦)

وقال تعالٰى: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ م بَعْدِ مَا جَآءَ هُمُ الْبَيِّنٰتِ ط وَاُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۝ (سورة اٰل عمران: ١٠٥)

إخوة الـمسـلمين! إن المتأمل فى تاريخ أمتنا الإسلامية ومن أمعن النظر فى صفحاتها الذهبية تأخذه الحيرة والـدهشة ويـأخـذ بـه الـعـجب حين يقرأ أمجادها الزاهية العبقرية التى تثرى مواقفها السنية ثم يعود إلى واقعه الذى يـعيشـه فـلا يـرى شيـئـا من الأمجاد والحضارات السامية شيئا فى حياته الواقعة ويبلغ به العجب من هذا الأمر مبلغه ويسأل نفسه أين أولئک العباقرة والجهابذة والقادة والسادة؟ و أين أولئک الرجال الذين صنعوا كله، لا يرى منهم

أحدٌ ولا يرى من أمجادهم شيئ غير آثار لخطواتهم ما زالت تقرع بسمع الزمان ولولا تلك البقية الباقية من الآثار لاندرست معالم الأمة وانمحت أمجادهم بالكلية واندثرت أُصولها و مرتكزاتها وغابت فی دياجير الخمول والنسيان و متاهات البلی والسلوان كما قال شاعر و أحسن ے

فسل المدينة كم رأت من مجدنا إذ كان فيها للهدی أنصارُ
واسئل دمشق عن الذی قد شاهدت وبها معاوية الفتی المغوار
وانظر إلی بغداد واسئل ساحها اين الرشيد وصحبه الأخيار
وبكوفة سائل جميع ربوعها هل كان للاسلام فيک منار
أما الرجال فقد مضوا من يومهم وتقلبة ببنيهم الأعصار

وقد ورد فی الحديث الشريف جاء فی سنن أبی داود:عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلٰى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزَعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِی قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ:حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ.

(سنن أبی داؤد/4297 ، مسند أحمد/21890 ، مسند أبی داؤد الطيالسی/1085)

إن فی هذا الحديث الشريف حكمة اجتماعية تذكر داء الأمة و أسباب ضعفها.

أليس هذا العصر الذی نحن فيه هو ذلک اليوم الذی نری فيه المسلمين أشلاء ممزقة وليس عيبهم من قلة العدد.

و إن من الثابت المقرر فی النواميس الطبيعية أن الإفراط فی التهافت علی الدنيا وحبها يحرمان الإنسان من التمتع والتلذذ بها و أن الغلو فی المحافظة علی الحياة تكون عاقبته لا محالة زيادة التعرض للهلاک و يقصدق علی هذا قول الصديق الأكبر رضی الله عنه لقائد جيشه خالد بن الوليد اُطلب الموت، توهب لک الحياة.

لقد ضعف المسلمون لانهم لم يتبعوا التعاليم المقررة فی كتابهم الذی يأمرهم بأن يحتقروا الحياة والمال وكل غال و عزيز فی سبيل الله.

وليس فيهم وحدة ولا اعتصام بحبل الله قال تعالیٰ: وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ لا مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ج فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَااسْتَكَانُوْا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ۝

(سورة اٰل عمران: ١٤٦)

اخوة الإيمان! تعالوا بنا لنشاهد ما الاسباب التی جعلتنا أضعف الأمم إن من أسباب انحطاط وضعف المسلمين ضعف الايمان فی قلوبنا.

فالمسلمون اليون يؤدون شعائر الإسلام ويؤدون مناسک الحج والزكٰوة والصلٰوة والقيام لكنهم مع ذلک فی انحطاط علمی و عملی واقتصادی و عسكری و اجتماعی و سبب هذا الإنحطاط بأن المسلمين لم يرتقوا إلى درجة المؤمنين كما أوضحه القرآن الكريم قال تعالٰى: قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ط قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ لٰكِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا يَدۡخُلِ الۡاِيۡمَانُ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ ط

(سورة الحجرات: ۱۴)

إن أهل الإسلام لو ارتقوا إلى مرحلة المؤمنين لكان نصرهم الله كما قال تعالٰى: وَكَانَ حَقًّا عَلَيۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۞ (سورة الروم: ۴۷) لو كانوا مؤمنين لكانوا هم الأعلى بين الشعوب والملل قال تعالٰى: وَلَاتَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ۞

(سورة اٰل عمران: ۱۳۹)

فإذا لا بدلنا أن نعرف ما هی صفات المؤمنين فنتوجه إلى آيات القرآن الكريم قال تعالٰى فی سورة التوبة: اَلتَّآئِبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ الۡحٰمِدُوۡنَ السّٰٓئِحُوۡنَ الرّٰكِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ الۡاٰمِرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالنَّاهُوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَالۡحٰفِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللّٰهِ ط وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ۞ (سورة التوبة: ۱۱۲)

ومن أسباب ضعف المسلمين إضاعة الصلوات و اتباع الشهوات فالناس اليوم إلا من رحم الله ضيعوا الصلوات و غفلوا عنها و اتبعوا الشهوات وغرقوا فيها والصلوة عماد الدين ولا يمكن لهذا الدين القويم أن يقوم بغير العماد وقد أجاد من قال:

ترجو النجاة ولم تسلک مسالكها إن السفينة لا تجری على اليبس

قال تعالٰى: مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ج

(سورة النحل: ۹۷)

هذا من سوء حظ المسلمين أن أكثر المسلمين اليوم يتبرمون بالإسلام الذی هو سلم الحضارةويحلمون أن ينشؤوا مجتمعات كالمجتمعات الغربية ويريدون أن يفصل الدين عن الدولة و أن تكون القيادة للدوافع المدنية و أن يكون الدين فی البيوتات مع كل انسان على الإنفراد.

أمة الاسلام: لن يصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به أولها.

إنه لا مخرج للأمة الإسلامية من كل ما تعانية إلا بالرجوع الصادق إلى الله جل وعلا والتمسک الحقيقی بسنة نبيها محمد صلى الله عليه وسلم والصدق الظاهر والباطن لدينها والأخذ بأسباب النصر والتمكين.

و أخيرا أدعو الله تعالٰى أن يوفقنا جميعا لما يحب ويرضى. اٰمين

" وصف المآثر الدينية والمؤسسات العلمية الاسلامية للدكن الاسلامی "

الحافظ سيد مدثر الحسينى
كامل الحديث السنة النهاية،باالجامعة النظامية

فـقـد اشتهـرت الـدولة الآصـفية بحيدرآباد الدكن من قديم بخدماتها الهامة فى ميادن التعليم والتثقيف،والدين، والـحـضـارـة،وظهـرت رغبة الـمسـلمين فى الاطلاع على مكنون الأشياء،ونبغت القرائح وتمخضت فكرة البحث والتـنـقيـب،فـولـى الـمسـلـمـون وجـوههم الى الدراسات والبحوث بعد ما عمروا البلاد ومصروا الامصار،وحولوا أنـظـارهـم الـى اكتسـاب الـمـعارف والاسرار،وقد ساقهم حب العلم والاطلاع الى كشف ما بيد غيرهم من التراث العلمى الثمين عملا وامتثالا بأن "كلمة الحكمة ضالة المؤمن فهو احق بها حيث وجد".

ومـن أهـم خـدمـات التـى قـام بهـا صـفـوـة العلماء والشخصيات السامية والامراء هى انشاء المدارس والمعاهد التـعـلـيـمية،وتـأسيـس مـجـالس البحوث والدراسة والتحقيق،والجمعيات النشرية والتوزيعية فى البلاد.ونخص هنا بـالبـحـث والـدراسة ثـلاث مـعـاهد التعليم والتربية بهذا العصر،فان لها أهمية كبيرة فى هذا المجال والمبحث ولا يـخـفـى عـلـى سـادتـنـا ان هناک معاهد ومدارس أخرى،هى أنشئت قبل هذا العصر الدراسى كالمدرسة الفاروقية بـأورنـغ آبـاد،والـمـدرسة الشـجـاعية،والمدرسة الفخرية بعاصمة حيدرآباد،التى أدت رسالتها فى التعليم والتربية حسب سعة نطاقها وحيطة اقتدارها المحدودة.(۱)

" بـنـاء الـجامعة النظامية "فـمـن هـولاء الـدعـاـة الـمسلمين المخلصين الذين هم ورثة الانبياء عليهم الصلوة والسـلام :شيـخ الاسـلام الـعـلامة الفهامة الامام محمد انوار الله الفاروقىؒ قدس سره العزيز الملقب بفضيلت جنغ أسـس الجامعة النظامية الاسلامية سنة1292ه الموافق1872م فبـرزت الى حيز الوجود وأخذت تقدم وتزدهر على مـر الـزمان حتى اصبحت شجرة باسقة تؤتى أكلها كل حين وعم صيتها داخل الهند وخارجها فأخذت جماعات من الـطـلبة الـعـلـم تتـدفق اليها من أدانى الهند واقاصيها ومن بخارا وسمرقند وأفغانستان وسرى لنكا وحصل أهل بلاد الشـام والـكـويـت والمانيا وغيرها من أنحاء العالم على شهادة الدكتوراة من هذه الجامعة،اقدم هناک النكات التى قدمها الدكتور محمد سلطان محى الدينؒ فاليكم

۱)هـدفها الرئيسى دراسات العلوم الاسلامية فهو يضم المبادئى الشرعية والعلوم المختلفة من القران الكريم الى التـفسير وعلم الحديث النبوى ﷺ واصوله وعلم العقائد والكلام واللغة العربية وآدابها والبلاغة والبيان،والتاريخ والـمـنـطـق والـفـلسـفة والـحسـاب والـجغرافيا ومبادئى العلوم العصرية واعتبر كل منها قسما قسم التفسيروقسم

الحديث النبوى ﷺ واصوله وقسم الفقه الاسلامى واصوله وقسم العقيدة وقسم اللغة العربية وآدابها وقسم اللغة الانجليزية وآدابها.

٢) الدعوة الى التمسک بالشريعة الاسلامية واتباع سنة رسول الله ﷺ واحيائها وصيانة الشعائر الاسلامية وصيانة الاسلام من كل زيغ من الدهرية،والشيوعية وما الى ذلک من انحراف.

٣)نشر العلوم الاسلامية والمحافظة عليها واستعادة المجد الاسلامى المغصوب وبث الوعى الاسلامى وازالة الجهالة والبدع والخرافات والعودة الى اقامة المجتمع الاسلامى وفق الكتاب والسنة على طريق اهل السنة والجماعة .

٤)اعداد البحوث العلمية وتشجيعها فى مجالات العلوم الاسلامية .(٢)

" مجلس اشاعة العلوم " وبالاضافة الى ذلک أن الجامعة الأم الجامعة النظامية تمتلک مجلس اشاعة العلوم هذه اللجنة تقوم بطبع الكتب الهامة والمؤلفات الممتازة ونشرها .

قد قام بتأسيسه الفقيد العلامة الفهامة شيخ الاسلام الامام محمد انوار الله الفاروقیؒ فضيلت جنغ على الثامن عشر من شهر شوال سنة 1330ھ الموافق للخامس عشر من شهر نوفمبر سنة 1912م ولما شاعت تاليفه الانيقة فى جميع البلاد،وعرف الخواص والعوام غزارة علمه ونبوغ دراسته أخذوا يستفدون من تاليفه الاستفادة،وتلقت تصانيفه قبولا هائلا بين الاوساط العلمية وازدادت الحاجة اليها ،فكر فى اقامة جمعية لطبع الكتب واشاعة العلوم الشرقية بها،فهيأوامر الملک المعظم أن يعطى للشيخ خمسمائة روبية فى كل شهر لطبع الكتب ونشر العلوم الدينية والمآثر الاسلامية،فعدد الكتب التى طبعت ونشرت تحت اشرافها هذه اللجنة كتاب بالعربية والاردية والفارسية والانجليزية والتيلجو فى رحاب الجامعة النظامية.(٣)

" الجامعة العثمانية " : ان الجامعة العثمانية من أعظم ذكريات عهد آصفجاه النظام السابع سميت باسم مؤسسها الملک مير عثمان على خان المغفور له،أنشأ غرةمحرم الحرام سنة 1337ھ الموافق 22 سبتمبر 1918م،وتأسيس الجامعة العثمانية حدث عام يبدأ به عصر فى تاريخ الهند الجديدة ،وذلک أن تدرس موارد الدراسة العالية الجامعية فى لغة هندية.

وكان يشعر المثقفون وأعيان البلد منذ زمن بعيد بضروة الجامعة العصرية لتحقيق تطلبات الزمان ومقتضيات تطور المدينة والحضارة الى أن أتى عصر النظام السابع الذى أعطاه الله فهما بالغا وطبعا سليما،ومن العلم والمعرفة حظا موفورا،ومن الدرايةوالنظر قدرا ملحوظا،وكان ذامواهب متعددة فتوجه قبل كل شيء الى التعليم واصلاحه،وتقديم الامة فى مجال التعليم والتربية.

وجدير بالذكر هنا أن جلالة الملک استقدم للجامعة الأساتذة الجهابذة والفضلاء الاكفياء المتضلعين فى مجال الدراسة،ولما افتتحت الجامعة على يد جلالة الملک الميمون على 28 / آغسطس 1919م تحولت دار العلوم الى

الـقسـم الـديـنـى بالجامعة العثمانيةوأدمجت فيها.وكان أول نائب الرئيسى للجامعة العثمانية مولانا حبيب الرحمن الشروانى صدريار جنع من 1918الى1934م وفى بداية امرها أقيمت فى بنايات مختلفة بشارع عابد،فأمر الملك المفدى أن يبنى لها بنايات وعمائرفخمة بعيدة من شغب المدينة بأديكميت.

تـخـرج مـنهـا آلاف مـؤلفة من الفضلاء والمثقفين والمفكرين والدكاترة والمهندسين وخبراء التعليم والمديرين والصحفين والاطباء والادباء والشعراء واهل السياسة والحكومة.(۳)

"دائـرةالمعارف العثمانية " : اعتـنـى بتـأسيس هذه الجمعية الفقيد عماد الملك "سيد حسين البلجرامیؒ"ناظر مـعـارف الدولة الآصفية وكاتب السر لحضرة السلطان النظام السادس،"والفقيد العلامة الجليل الامام محمد انوار الـلـه الـفاروقیؒ للمخاطب بالنواب فضيلت جنغ شيخ الاسلام للبلاد الآصفية "والفقيد الراحل "ملا عبد القيومؒ"أحد سـلاطيـن الـدولة،ولا ريـب أن هـولاء الـزعـماء الكبار بذلوا غاية مجهودهم باخلاص النية وحسن الطوية فى تطوير دائـرة الـمـعـارف وتـنـميتهـا وتحقيق أهدافها.ان جلالة الملک فأصدر فى هذا الصدد المرسوم الملكى،ومنح لها خـمسمائة روبية مساعدة شهرية،وذلک فى رابع عشرى جمادى الآخرة سنة 1308ه المصادفة سنة1888م فهذه الـسـنة هـى سـنة انشـاء دائـرة الـمـعـارف الـعثـمـانية هـكـذا صـارت جهـود الـعـلماء المؤسسين الاكبار مشكورة ومـقبـولة،وجـلالةالـمـلک الـنظام السابع كان مربيا وراعيا لهذه المؤسسة طيلة حياته السامة، وكان تدعى"دائرة الـمعارف النظامية".يناسب لى أن أنقل هناک الشؤون التى قد أوردها الدكتور محمد سلطان محى الدینؒ فى كتابه وفق ذكر دائرة المعارف العثمانية.

شـؤون الـدائـرة منقسمة على عدة أقسام ۱)قسم التحقيق وقراء ة التجريبات الطباعة:ولقسم التحقيق والبحوث مـكتبة ثـمـيـنة لـلـمـراجـع والـمـصادر،وقارئات الافلام ،والمخطوطات،والصور المصغرة،والشمسية،وهذا القسم يستـخـدم الـعـلـمـاء ذوى الـمؤهلات واكفائات والخبرات،وهم الأخصائيون فى مجال التحقيق والتنقيب والتعليق والتـقـديم والطبع على أجود المستويات،ويتشرف عليهم وعلى الشؤون العلمية والطباعية "رئيس المصححين" أو رئـيـس قسـم البـحـوث والتـحـقيـق ويرجع اليه انتخاب الكتب الهامة للطباعة وتقديمها الى اللجنةالعلمية بعد قبول المدير،واللجنة العلمية تتقدم البرامج للقبول الى المجلس التنفيذى.

۲)قسـم تـصـنيف الـحروف والطباعة:وتجتاز فيه البروفات أربع مراحل تقرأوتصحح،ثم ترسل الى المطبع،وفى هـذه الـمـرحـلة مـن الـطباعةأيضا تنظر فى البروفات نظرة امعان من حيث الترتيب والطباعة ودقائقها، ثم بعد ذلک تطبع الصفحات بأمر المشرف بقسم الطباعة بماكينات عصرية للطباعة.

۳) قسـم الـكـمبيـوتـر:وفـى الـدائـرة عـدد من الكمبيوترات،تسخدم للطباعة والنشر بأحدث أسلوب عصرى. (٤)قسـم التـجـليـد :تـجـلـد فيـه الـمـطبـوعـات بشـكـل جيد على اختلاف الانواع..(٥)قسـم الـمستودعـات والـمخازن..(٦) قسـم البيـع والشـراء تبـاع الـكـتـب حسـب شرائط البيع التى صرحت فى قوائم الكتب المنشورة

(٧)قسم الادارة والحساب .(٤)

وان من أهم ذكريات عهد سلطان العلوم النظام السابع الجامعة العثمانية ودار الترجمة ،وقد ابتدأ نشاط الترجمة والتأليف فى كلية فورت وليم بكلكته،وكلية دلهى،وفى قلعة سينت جورج بمدراس،وأنشا العالم الفاضل الامير الكبير محمد فخر الدين خان شمس الامراء المدرسة الفخرية،ودار الترجمة والمطبع فى حيدرآباد الدكن.ولما اتخذت رؤيا الجامعة العثمانية صورة عملية وقرروااللغة الاردية لغة رسمية للدراسة العليا الجامعة،فمست الحاجة قبل كل شىء أن تقام دار الترجمة والتأليف،فاصدر جلالة الملك المفدى المصادفة على تأسيس دار الترجمة ، وأعلن المرسوم على ١٤ /سبتمبر سنة١٩١٧م وأجرى لها المسعادة الماليةالخطيرة.وعيّن فى دار الترجمة وفرعها مهرة العلماء الممتازين فى العلوم والفنون،ونوابغ اللغات واللسان والآداب والمترجمين المؤهلين البارعين،من بينهم مولانا سيد سليمان الندوى،ومولانا عبد الله العمادى،والقاضى تلمذ حسين ومولانا مسعودعلى المحوى،ومولانا ابو الخير المودودى،ومولانا سيد ابراهيم،والدكتور محمد عثمان خان، والدكتور غلام دستگير،والدكتور محمد حسين،ومولانا فدا على طالب وغيرهم۔قد قام الدكتور محمد سلطان محى الدينؒ بتوضيح جامع ومحيط بجميع الفعاليات التى تنتمى الى الدارالترجمة كما انه ذكر جميع فروعها تفصيلا فاليكم ايجازه!وكان لدارالترجمة مجلس تنفيذى ،وكانت له السلطة العليا،وشكلت لها لجان فرعية:(١) لجنة لوضع الاصطلاحات(٢)لجنة أهل العلم(٣)لجنة لانتخابات الكتب(٤)لجنةللفحص الدينى(٥)لجنة لاعادة النظر..وقال مسترجانكى برشاد المدير المساعد وقد بلغ عدد الاصطلاحات الموضوعة الى سنة 1939م فى دار الترجمة (٥٥٠٠٠)اصطلاح على اختلاف العلوم والفنون والمواضع ،وقد اشتغلت الدار الترجمة الى عشر سنوات لكن الاسف الشديد على أن هذه الاصطلاحات لم يكتب فى سجل ولم تجمع فى دفة واحدة،قدمت هذه المنظمة العلمية فى مجال الترجمة والتأليف ووضع المصطلحات خدمات هامة هائلة،واستمرت نشاطتها ثلاث وثلاثين سنة،وقد انسلك فى سلك اعمالها العلمية(١٢٩)عالم خبير ومترجم،ونشرت تحت اشرافها (٣٨٢)كتابا..(٥)

ان المكتبة الآصفية التى سميت اليوم بمكتبة الولاية المركزية ولاية(state central library)هى عمل عظيم لجلالة الملك مير عثمان على خان الآصف السابع هى مكتبة كبيرة ضخمة عامرة زاخرة بالمطبوعات القيمة والمخطوطات النفيسة النادرة فى مختلفة العلوم والفنون وشتى اللغات والآداب،قام بتأسيسها شيخ الاسلام الامام محمد انوار الله الفاروقىؒ وملا عبد القيومؒ سنة1891،وبعد سقوط الدولة الآصفيةتحولت المملكة النظام الى ولاية حيدرآباد ثم الى ولاية آنذرابراديش ،فجرت فيها التعديلات والتغيرات من جديد،وأدخلت فى ادارة الحكومة الولائية بآنرابراديش غير اسمها فسميت بمكتبة الولاية المركزية،وبدأت أمورها بنظام جديد.

قد وافقت خلال البحث الى كتاب الدكتور محمد سلطان محى الدينؒ كما انه وضع عنوانا للمكتبة الآصفية،وجمع التفاصيل للمخطوطات المتواجدة فى المكتبة وانه أقام جدولا وأحصى كل شىء عددا

للمخطوطات..وفی هذه المكتبة القيمة المنقسمة عدا مكتبة الولاية المركزية تلك 23,163 مخطوطة وبيان مسؤوليها،وتفاصيلها كما يلی:

١)بالعربية 6337 ٢)بالفارسية 8915 ٣)بالاردية 1674 المجموع 16926مخطوطة

٤)بالسنسكريتية4220 ٥)بالتيلجو 1551 ٦)بتامل 165 ٧) بالانجليزية 29 ٨)بالماراثية 84

٩)بالكناد 61 ١٠)بالهندية 13 ١١)وبلغات أخرى 103 المجموع 6236 مخطوطة الجملة 23162 مخطوطة موجودة فی هذه المكتبة العريقة فهذه المكتبة أغنى المكتبات من حيث المخطوطات..(٦)

المراجع والمصادر

١) علماء العربية ومساهماتهم فی الادب العربی للدكتور محمد سلطان محی الدينؒ

٢) مرقع الانوار

٣) شيخ الاسلام الامام انوارالله الفاروقیؒ ومآثره التجديدية لمحمد جلال رضا

٤) علماء العربية ومساهماتهم فی الادب العربی لمحمد سلطان محی الدينؒ

٥) مرقع الانوار

٦) علماء العربية ومساهماتهم فی الادب العربی لمحمد سلطان محی الدينؒ

o o o

”ضرورةالتلقى عن الاساتذة “

الحافظ وهاج احمد

طالب صف الكامل السنة النهاية بالجامعة النظامية

لقد شاهدنا فى العالم الرجال يدّعون ان هذه الكتب تكفى للطالب وتغنى عن الاستاذ اى لا يحتاج الطالب ان يختلف الى ابواب الاساتيذ او يدق ابواب المدارس اوالجامعات ، والعلماء الافاضل قالوا:

مثل هذه الدعاوى فارغة لا تمت الى الحقائق باية صلة وانى اكتب هذه الاسطر المتواضعة لكشف الاستار عن هذه الدعاوى الفارغة فى ضوء اقوال العلماء العباقرة والجهابذة ولا ادعى بانى جمعت هذه المقالة الوجيزة كافة الجوانب بل حاولت شيئا فاليكم :

ان احتياج الطالب الى استاذ اكثر من المريض الى الطبيب, الطبيب يعالج الامراض البدنية والاستاذ يعالج الامراض الباطنية وينحته نحتا ويشبه تمثالا يعبد' وصدق من قال باللغة الاردية:

پرستش ان کی ہوتی ہے جو بت میں نے تراشے ہیں - مگر مذاق بت گری سے مجھے کچھ نہیں ملتا

اى تعبد الاوثان التى نحتها ولكنى لا اجد من مهنة النحت شيئا,

وهناک ينبعث سئوال فى ذهنى وهو هل من الامكانية من معالجة المريض نفسه عن طريق كتب الطب بدون الطبيب, والجواب بسيط جدا ! وهو :لا ابداً لا،

ولو القينا الضوء على تاريخ العلماء الجهابذة الدين اعطى التاريخ لهم مكانا مرموقا وابقاهم فى طيات صفحاتها الى الاجيال التى تاتى على اثرهم ليقتدوا بآثارهم ونالوا من الرتب التى بلغوا ذروتها انهم الذين نهلوا من مناهل اساتيذهم وشيوخهم وقاموا بارواء غلتهم العلمية،

وانما ننسب الى آبائنا واجدادنا بالنسب الصلبى وننسب الى اساتذتنا بالنسب العلمى فهم اباء نا نسبا علميا ونفتخر بهم تعالوا معى الى الامام النووىؒ وننظر ما يقول:”انهم ائمتنا و اسلافنا كا لوالدين لنا“

مقدمة تهذيب الأسماء واللغات (جلد: ا :ص ا ا) وقال الامام الشاطبى وما احسن قوله: الموافقات " (جلد1ص95) وقد قالو: ان العلم كان فى صدورالرجال ثم انتقل الى الكتب وصارت مفاتحه بايدى الرجال, وهذا الكلام يقضى بان لا بد فى تحصيله من الرجال اذ ليس وراء هاتين المرتبتين(الكتب والرجال) مرمى عندهم. واصل هذا فى الصحيح:“ ”ان الله لايقبض العلم انتزاعا ينتزعه من الناس ولكن يقبض العلم بقبض العلماء“ الحديث.

وكان علمائنا السلف لايلتفتون الى من لم يكن له شيخ فى العلم والمعرفة ولايقيمون له اى و زن

ولا اعتبار كما قال ابن الامام احمدؒ:''سمعت ابى يقول ماالناس الا من قال حدثنا واخبرنا وسائرالناس لاخير فيهم'' ولقد التفت المعتصم الى ابى فقال له كلم ابن ابى دؤاد فأعرض عنه أبى بوجهه وقال: كيف اكلم من لم اره على باب عالم قط؟. معالم ارشاديةلصناعةِ طالب العلم (ص 161)

والان نلتفت الى الحافظ الخطيب البغدادى ذكر فى كتابه " الفقيه والمتفقه" '' انه قيل لأبى حنيفة فى المسجد حلقةينظرون فى الفقه فقال: لهم رأس؟ قالوا: لا . قال: لايفقه هؤلاء أبدا " ادب الاختلاف في مسائل العلم والدين(ص 164)

وسرى هذا الخلق العلمى فى روح الخلف بعد السلف وانطلاقا من هذا المعنى قال الامام الفقيه ابن نجيم الحنفیؒ ":ومقصدهم بذلک ان لايدعى علمهم الا من زاحمهم عليه بالركب وليعلم انه لايحصل الا بكثرة المراجعة وتتبع عباراتهم والاخذ عن الاشياخ" الفتاوى الشامى (جلد: **۱ ص ۳۳۲**)

لقد كان لنا فى رسول الله صلى الله عليه وسلم اسوة حسنة وقدوة كاملة فالرسول صلوات الله وسلامه عليه تلقى العلم والقران من الرحمن الرحيم كما قال عز من قائل :"وانک لتلقى القران من لدن حكيم عليم" (النمل،٦)

وهذا ميراث النبى صلى الله عليه وسلم تلقاه الصحابة الكرام رضوان الله عليهم عن النبى صلى الله عليه وسلم و عنهم التابعون العظام وعنهم اتباع التابعين ثم جرت هذه العا دة العلمية فى الأئمة والأمةو الفقهاء والمحدثين نسلا بعد نسل وجيلا بعد جيل . وها هو امامنا الاعظم تخرج فى الفقه على يد استاذه حماد ولزمه حتى وفاته. ولوامعنا النظر فى سيرة اسلافنا هم آبائنا واجدادنا لوجدنا ان فيهم من افنى عمره وأمضي حياته فى صحبة الشيوخ وملازمتهم ومزاحمتهم بالركب، ولذلک يقولون: صحبته عشرسنوات وخدمته عشرين سنة ولازمته ثلاثين سنة فصاعدا وبسببه نالوا مانالو و بلغوا الذروة من الكمال.

واماضرورة الاستاذ فى تحصيل العلم فلابد منه وهو يشرح مافى الكتاب من الاحكام الدقيقة والمسائل المتشابكة ويقيد المطلق ويبين المراد من كلام المصنف و يوضح الاختلاف على النحو ا الصحيح ويكشف المشكلات والمعضلات ويرفع التعارض ـ ان كان هناک التعارض ـ ويصحح الأخطاء المطبعيه ويضع قول كل واحد من اهل العلم فى نصابه حتى لا يختلط ولا يلتبس على طالب العلم اختلاف المسائل والاقوال. ولو كان الكتاب وحده ينفع ويستغنى عن المعلم لما ارسل الله مع كل كتاب و صحيفة ر سولا ونبيا ولهذا قالوا قديما: " من دخل فى العلم وحده خرج وحده " اى بلا علم " لا يؤخذ العلم الا من افواه العلماء "

وقد سرى هذا المعنى فى الأبيات وكثيرا ما ينشدها الامام ابو حيان النحویؒ.

يظن الغمر ان الكتب تهدى　　اخافهم لادراک العلوم

وما يدرى الجهول بان فيها　　غوامض حيرت عقل الفهم

اذا رمت العلوم بغير شيخ　　ضللت عن الصراط المستقيم

وتلتبس الامور علیک حتی تصیر اضل من (توما الحیکم)

و صدق امام الحرمین الجوینی الشافعی فی انشاده:

اخی لن تنال العلم الا بستة سأنبیک عن تفصیلها بیبان

ذکاء وحرص و افتقاروغربة وتلقین استاذ وطول زمان

لاحظنا فیما سبق أهمیة التعلم و حرص السلف علیه فنلاحظ الان خطر التلقی عن الکتب وحدها بدون الاستاذ نعم هناک رجال معدودة لم یمارسوا العلم بین یدی الشیوخ ولم یتهذبوا بهم فما ذا النتیجة ؟ نتیجة ذلک ان صدرت منهم أخطاء فادحة وشذوذ موبقة فوقعوافی المزالق والهفوات.

اذکر منهم ثلاثة رجال علی سبیل المثال: اولهم ابن حزم الظاهری وهو لم یزاحم العلماء بالرکب. ولم یکن له شیخ فی العلم ولهذا وقع التشنیع البلیغ علیه, قال عصریه حافظ المغرب الامام ابن عبدالبر: " فما اری هذا الظاهری الا قد خرج عن جماعة العلماء من السلف والخلف وخالف جمیع فرق الفقهاء وشذعنهم ولایکون اماما فی العلم من اخذ بالشاذ من العلم" الاستذکار(ج ا ص ۳۰۹)

و اما العلامة ابن تیمیة فعنده اطلاع تام واسع للکتب ولکن لم یتلق العلم عن اهله'ولم یذهب الی ابواب العلماء فاتی بمسائل منحرفة وخرق الاجماع فی ا ربعین مسألة .یقول عنه عصریه الامام تقی الدین السبکیؒ:' وهذا الرجل یعنی ابن تیمیةکنت رددت علیه في حیاته في انکاره السفر لزیارة المصطفي ﷺ و فی انکاره وقوع الطلاق اذا حلف به ثم ظهرليمن حاله مایقتضي انه لیس ممن یعتمدعلیه في نقل ینفرد به لمسارعته الي النقل لفهمه کمافي هذه المسألة .ای مسألةفی المیراث. ولا فی بحث ینشئه لخلطه المقصود بغیره وخروجه عن الحدجدا وهو کان مکثرا من الحفظ ولم یتهذب بشیخ ولم یرتض فی العلوم بل یأخذها بذهنه مع جسارته واتساع خیال وشغب کثیر . فتاوی السبکی(۲/۲۱۰).

وثالثهم: ناصر الدین الالبانی المتمجهد الذی ذاع صیته عند المغرورین والمخدوعین به وهو ایضا لم یکن له شیخ فی العلم والتلقی وهو نصب نفسه فوق الأئمة وذهب یرد بجسارته علی العلماء قاطبة و لم یراع فیهم قول القائل:لحوم العلماء مسمومة وعادة الله فی الطعن علیهم معلومة " فحا له مکشوف فی کتاب "تناقضات الا لبانی الواضحات"

یقول العلماء : من لم یتلق العلم عن العلماء ولم یتأدب بآدابهم فکیف یتعرف علی قدر العلماء فلا عجب اذا طال لسانه وقلمه علیهم وتهجمه وتطاوله علی مقاماتهم, وکان علمائنا السابقون یتعلمون من شیوخهم الهدی والسمت والدل والاخلاق والتزکیة والتواضع والأدب کما یتعلمون منهم العلم والفهم.

ان طالب العلم لایصل الی المرتبة العلیا فی العلم الا اذا جالس العلماء و صحب الشیوخ فی الأخذ و التلقی ویتضح هذا جلیا فیما نقل الامام ابن عابدین الشامی الحنفی فی رسالته "عقود رسم المفتی"(ص ۱۱):

" وقد رأيت فى فتاوى العلامة ابن حجر سئل فى شخص يقرأويطالع فى الكتب الفقهية بنفسه ولم يكن له شيخ ويفتى ويـعتمد على مطالعته فى الكتب فهل يجوز له ذلک ام لا فأجاب بقوله لا يجوز له الافتاء بوجه من الوجوه لانه عامى جاهـل لايـدرى ما يقول بل الذى يأخذ العلم عن المشائخ المعتبرين لا يجوز له أن يفتى من كتاب ولا من كتابين بل قـال الـنـووىؒ ولا مـن عشـرة فـان الـعشـرة والعشرين قد يعتمدون كلهم على مقالة ضعيفة فى المذهب فلا يجوز تـقـليـدهـم بـخلاف الماهر الذى أخذ العلم عن أهله وصارت له فيه ملكة نفسانية فانه يميز الصحيح من غيره ويعلم المسائل وما يتعلق بها على الوجه المعتد به....

يـقـول بـعـض الناس فى هذا الزمان الذى يعج فيه الشذوذ العلمى عجا أن الكتب واقراع الحاسوب والجوجل تغنينا عـن مـجـالسة العلماء،؟ الجواب: لا يكون هذا قطعا كما عرفنا سابقا وقدجاء التنبيه الى هذا الفكر السيئى فى كلام الـعلماء " من كان شيخه الكتاب كان خطؤه اكثر من الصواب" وقالوا ليس فى وسع الكتب التربية والتفقيه فضلا عن التعليم والتعلم ومن استخدمها كبديل عن صحبة العلماء والأخد عنهم فقد خسر خسرانا مبينا.

وفـى الـختـام اقـول لـنـفسي واخواني: ان من نعم الله سبحانه علينا ان وفقنا لدراسة العلوم الشرعية والاسلامية فى الجامعة النظامية وكنا طلاب العلم فعلينا ان نغتنم هذه الفرصة العلمية ونستفيد من

شيـوخـنـا ونـنهـل مـن مـعيـنهم الصافى ولا نركن الى هنا وهناک لانا وجدنا فى الجامعة اساتذة مهرة ورجالا كملا وشيـوخـا اجلة وفيها البقية الباقية من علماء السلف أعنى الشيخ المفتى خليل احمد المحترم شيخ الجامعة النظامية و الشيـخ الـمـفتـى مـحـمـد عظيم الدين المحترم رئيس دارالافتاء وأبقا هما الله رمزا حيا للاسلام والمسلمين ومن واجبـاتـنـا ان نـلازمهـم فـى الدروس وغيرها و نتعلم منهم الاخلاق والادب والهدى والسمت كما نتعلم منهم العلم والفهم.

OOO

الهجرة النبوية نور الحياة والحماس ودرس العزيمة والاقدام

اعداد : سيد محمد بهاء الدين زبير النقشبندى
من صف الفاضل السنة الثانية

فقد قال الله تعالى فى افضل الكتب السماوية ، اعوذ بالله من الشيطان الرجيم ، بسم الله الرحمن الرحيم ، الا تنصروه فقد نصره الله.....

اخوانى فى العلم ! الهجرة سنة الانبياء والمرسلين ، كم من نبى ورسول من لدن سيدنا نوح الى سيدنا عيسى على نبينا وعليهماالسلام ، وقد هاجر لنشر الدين المتين، فانهم اخرجوا من ديارهم فصبروا ليكونوا مثلا لمن ياتى بعدهم من المومنين ليثبتو ا ويصبروا على المكاره والشدائد ، كلما ابتلوا فى البلاء المبين ، قال تعالى ارحم الراحمين، وقال الذين كفروا لرسلهم.لنخرجنكم من ارضنا او لتعودن فى ملتنا.

ايها الاحباب! ان فى الهجرة تامينا للدعوة وحماية للدين ، فالنبى صلى الله عليه وسلم لم يخرج من بين قومه الا بعد ان تجرأ المشركون على قتله ، مانعين له من الدعوة الى الحق .

وفى هذا درس وعبرة ، لمن دعا الى دين الله ان يصبر على اذى المد عوين ، فحيثما كان العبد فى مكان لايتمكن فيه من اظهار دينه، فان له متسعا وفسحة من الارض يتمكن فيها من عبادة الله .

قال تعالى : الم تكن ارض الله واسعة فتهاجروا فيها . وقال : وارض الله واسعة انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب .

فهجرة الموحدين المضطهدين بدينهم فى كل زمان ومكان ، ليست هى هروبا ولا نكوصا ولا هزيمة، انماهى تربص بامر الله وعزيمة، فقد خرج اصحاب الكهف من الدنيا على رحابتها الى كهف ضيق حفاظا لدينهم ، واعتز الا عن الشر وأهله، وخرو جا من الواقع السيئى، وطلبا للسلامة، فكانت هجرتهم مشروعة و محمودة .

وكذلک فعل الصحابة رضوان الله عليهم هاجروا من مكة الى الحبشة مرتين ، ثم هاجرو الى المدينة المنورة تاركين اوطانهم وارضهم، وديارهم واهاليهم رجاء السلامة بالدين والنجاة من فتنة المعتدين.

ايها الاحبة فى الله! لقد اثبتت الهجرة النبوية ، ان الدعوة والعقيدة يتنازل لهما عن كل حبيب وعزيز ، واليف وانيس، وعن كل ما جبلت الطباع السليمة على حبه وايثاره ، والتمسک به والتزامه ، وقد كانت مكة ما اقسم لها علام الغيوب ، مهوى الافئدة والقلوب، فيها الكعبة المشرفة ، من نظر اليها ايمانا غفرله جميع المعاصى والذنوب.

جرى حبها منهم مجرى الروح والدم، ولكن شيئا من ذلک لم يمنعه واصحابه من مغادرة الوطن ، ومفارقة الاهل والسكن ، حين ضاقت الارض على هذه الدعوة والعقيدة ، فاصيبو بالمحن ، فتوجهوا الى ارض المحبة والامن.

وقد تجلت هذه العاطفة المزدوجة عاطفة الحنين الانسانى ، وعاطفة الحب الايمانى ، فى كلمته التى قالها مخاطبا مكة: مَا أَطْيَبَکِ مِنْ بَلَدٍ، وَأَحَبَّکِ إِلَيَّ، وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُونِي مِنْکِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَکِ.

ان حادث الهجرة النبوية ، تجسد قيما جليلة ، ومعانى عظيمة ، فهى مملوئة بالعبر والدلالات، يستفاد منها

دروس و عظات ، فی مختلف جوانب الحیاة لنیل الدرجات .

کا لاخذ بالاسباب ، والتوکل علی مسبب الاسباب، والصبر والاخلاص ، وتضحیة بالنفس ، وسمو فی المقصد، ورقة فی القلب، وثبات فی الموقف ، والثقة بالله فی السراء والضراء ، والیقین بان العاقبة للتقوی والمتقین، وثبات اهل الایمان فی المواقف الحرجة، وملازمة الصبر فی جمیع اعمالنا ، وان من ترک شیئا لله عوضه الله خیرا منها .

وتـعظیم لدور المرأة فی الاسلام ، وتعظیم دور الشباب فی نصرة الحق، والی ماعدا ذا لک من اسرار کثیرة، من کل الجوانب العطرة فی الهجرة النویة الشریفة.

ایها الاحبة فی الله! بعد ان تعرفنا علی اهم الدروس التی اثمرت من الهجرة النبویة.

عـلیـنـا ان نـطبق تلک الدروس فی حیاتنا ، و ان نقتدی بها فی جمیع امورنا وشؤوننا ، من اجل بناء امة اسلامیة، عـالیة الشـان ، مـحـکـمة البـنیـان ، اذا فـعـلنا ذلک ، فنتمکن من تنویر حیا تنا با لأنوارالربانیة ، والبرکات النبویة ، ونستـطیـع ان نـحـرض حماسنا وهممنا ، وأن نقوی عزیمتنا و اقدامنا ، مهما کانت المصائب والحوادث ، والوقائع والـکـوارث ، ومن تلک التطبیقات : العمل علی تنمیة طاقات الشباب ، ودفعهم الی الأمام ، فقد قدم سیدنا علی بن ابـی طـالـب رضـی الله عنه دورا عظیما فی الهجرة، حیث نام رضی الله عنه فی مکان الرسول الکریم صلی الله علیه وسـلـم، وهـو یـعـلم أن قریشا ستهوی علیه، ولکنه لقوة ایمانه ، ومحبة حبیبه ، ثبت وتشجع وأدی دوره علی احسن وجه.

والرفع من شأن المرأ ة وحثها علی التقدم ، وعدم الاقلال من شأنها فی المجتمع ، فهی التی بامکانها ان تخرج لنا دعائم لبناء امة اسلامیة قویة.

وأن یتذکر شبا بنا دائما أن الصبر تکون نها یته سعیدة، ویعلموا دائما أن مع العسر یسرا.

فـمـلـخـص الکلام ، وسلالة المرام ، فی هذا المقام ، أن الدروس من هجرة خیر الأنام ، علیه أفضل الصلٰوة واتم السـلام ، لا تـحد آثارها بحدود الوقت والمقام ، وان آثارالهجرة شملت الانسانیة ایضا علی مرالعصور والأیام، لأن الحضارة الاسلامیة قامت علی أساس الحق والعدل ، والحریة والمساواة ، وهی حضارة انسانیة.

ان الأخـذ بـمـعـانـی الهـجرة ضرورة حیاتیة، لأن الهجرة لم تکن انتقالا من بلد الی آخر فحسب ، ولکنها کانت انتـقـالا مـعنویا من حال الی حال، ولیست الهجرة انتقالا من مکان الی مکان فقط ، بل الهجرة الحقیقیة التی فرضت علی جمیع العباد فی کافة البلاد ، هی الهجرة من المعاصی والذنوب والفساد .

وقال النبی صلی الله علی وسلم: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده والمهاجر من هجر مانهی الله عنه .

اذا انتـقـلـت الـدعـوـة الاسـلامیة مـن حـالة الضعف الی القوة، ومن حالة القلة الی الکثرة ، ومن حال التفرقة الی الوحدة، ومن حالة الجمود الی الحرکة، فالمسلم یرتقی بها اعلی الدرجة ، وینال اسنی البرکة.

وأخیرا لیس آخرا طبتم وطاب ممشاکم ، وبارک الله فی مسعاکم ، وجعل الجنة مثوانا ومثواکم.

شکرا لکم علی حسن استماعکم وجمیل اصغائکم والسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته.

إستعراض إزياد الجرائم و السيئات و إرتكاب الكبائر خلال استخدام البرامج والشبكات للتواصل الإجتماعى

الحافظ محمد سعيدالدين
الطالب الفاضل السنة الثانيْة ، بالجامعة النظامية

أحدث برامج التواصل الإجتماعى ثورة فى عالم الإتصال فى جميع أنحاء العالم ، و لا يزال دورها فى الحياة الإجتماعية يزداد نموا يوما بعد يوم .

بداية أننا دائماً نعيب التقنية و العيب فينا ، و ما للتقنية عيب سوانا، فالتقنية سلاح ذو حدين و للأسف أساء الشباب استخدامها بشكل أدى إلى آثار اجتماعية مد مرة الهدف منها البروز وحب الإشارة و البحث عن عدد المتابعين حتى و لو كان على حساب السمعة ، كذلک عامل الفراغ الذى يسيطر على حياتهم فتكون هذه البرامج إحدى و سائل التسلية و تضيع الوقت ، و منهم من يبحث على المناظر الإباحة والمخلة للآداب التى تظهر بمجرد دخول هذه البرامج .

و إن هذه البرامج قد قامت بتدمير حياة الشباب اليوم ، وهم يغرقون فيها و لا يبالون بحياتهم اليومية ، و يجترحون ترک الحسنات و افتعال السرور و الفتن والمآثم حتى بعض المستخدمين من المدنيين يرتكبون الكبائر خلال استخدام برامج التواصل الاجتماعى من انستاغرام و الفيسبوک و الواتساب و شبكة تويتر .

إنى كطالب العلوم الشرعية ــ دائماً ـ كنت أبحث عن حلة و حرمة استخدام البرامج و شبكات التواصل الإجتماعى ، و خلال ذلک تواجدت أدلة كثيرة ه و براهين صريحة فى وجود الكبائر كفعاليات معتادة لمدمنى البرامج و الشبكات له .

أولاً علينا أن نستعرض ما هى الجريمة ؟ و ما هى نظرية دين الإسلام فيها :

١) ما هى الجريمة فى نظر الإسلام ؟

أصل كلمة جريمة من جرم ، بمعنى كسب و قطع و يظهر كما ذكر المرحوم الشيخ محمد ابوزهرة أن الكلمة استعملت قديماً لكسب المكروه الغير مستحسن ، فكلمة جرم يراد بها الحمل على الفعل حملاً آثماً فقوله تعالى : " و لا يجرمنكم شنانٰ قوم على ان لا تعدلوا اعدلو هو أقرب للتقوىٰ " اى لا يحملنكم حملاً آثماً بغضبكم لقوم على ان لا تعدلوا معهم .

و بذلک اصبحت كلمة الجريمة تطلق على ارتكاب كل فعل يخالف الحق والعدل كما اشتقت من هذه الكلمة بكلمة إجرام وأجرموا كما قال تعالىٰ : " اِن الذين أجرموا كانوا من الذين اٰمنوا يضحكون " .

و هذه الآية ذكر فيها لفظ الجريمة مباشرة ، وهناک آيات ذكر فيها نمط السلوک الأجرى كالقتل و السرقة

و الـظـلـم و التـكبر و الجبروت إلى غير ذلك من الأفعال التى فهم المسلمون أنها جرائم من خلال طبيعتهما أمن خـلال تـعـنيف الـلّـه لـمرتكبيها ، أومن خلال ما فرض من عقاب ازائها كقوله تعالى " من أجل ذلک كتبنا على بنى إسرائيل أنه من قتل نفساً بغير نفس أو فساد فى الأرض فكانما قتل الناس جميعاً " .

فـالـجـريـمة فـى الإسلام فى كل عمل أو قول يخالف الشريعة التى شرعها اللّٰه لعباده عن فعله أو الامتناع عن ما أمراللّٰه و رسوله بفعله .

الجريمة فى الفقه الإسلامى لها معنيان :

المعنى الأول العام : وهو معصية اللّٰه و معصية الرسول ، وهذ التعريف يشمل ما كان له عقاب فى الدنيا و الأخرة . كالحقد و الحسد و نحوهما .

و اورد ابوزهرة نحو هذا بقوله : " الجريمة هى فعل ما نهى اللّٰه عنه و عصيان ما أمراللّٰه به " .

الـمـعـنى الثانى الخاص : ذكره الماوردى بقوله : الجرائم محظورات شرعية زجراللّٰه تعالىٰ عنها بحد او تعزيرًا " .

و خيـر دليـل على ذلک ما جاء فى القرآن الكريم و فى مواطن مقعدده لذكر بعضها منها . قال تعالىٰ : ثم بعثنا من بعدهم موسىٰ و هرون إلى فرعون و ملائه بأتنا فاستكبروا و كانوا قوما مجرمين .

إتيـان فـعـل محرم متعاقب على فعله وهو ما يعرف بالجريمة اليجابية ، او ترک فعل معاقب على تركه و هو ما يعرف بالجريمة السلبية .

و قيـل : هـى محظورات شرعية زجر اللّٰه عنها بحد أو تعزير سواء كان الفعل ظاهراً ام باطناً . قال تعالىٰ " وذروا ظاهر الاثم و باطنه"

وهو الذنب الذى يستحق به فاعله التنكيل والعذاب كالقتل و السرقة والقذف ".

٢) ما هى الكبائر ، أقسام الكبائر ، ما حكم مرتكب الكبائر خلال استخدام البرامج ؟

الـكـبـائـر جـمع كبيرة و هى كل ماكبر من المعاصى و عظيم من الذنوب من قبيل الشرک باللّٰه تعالىٰ ، و عقوق الوالدين ، و اليمين الغموس وغير ذلک من الأمور التى شددت الشريعة المقدسة فى النهى عنها .

و قـد اختـلف فـى تـحـديـد الـضـوابـط و الـمـعـابيـر الـكـبـائـر ، إذ تواجهنا بعض الروايات بتعبير " السبع الـمـوبـقـات" اى تـذكـر أعداداً معينة ، ما دفع بالبعض إلى ذكر اعداد محددة من الذنوب بل اكتفى البعض الأخـر بـطـرح عـنـاوين يعتبرها الابرز حسب القرآن و السنة الشريعة دون ذكر اى عدد الكبائر . و نحن هنا سـنـذكـر الـضـوابـط التـى طـرحت لهذه الكبائر مع بيان أهميتها ، والهدف الأساس من كان ذلک تأمين الحصانة للازمه عند المكلف مع الإلتفات إلى أن عدم ذكر بعضها لا يعنى أنها ليست من الكبائر .

فـعـلـى الـمـؤمـن أن يستـعـدد دائماً للابتعاد عن كل ما يحتمل أنه معصية سواء كانت صغيرة ام كبيرة .

فكيف ان كان يحتمل أنها من الكبائر فضلاً عن عمله بذلک .

انواع الكبائر و عددها : اختلف فى انواع الذنوب الكبيرة و عددها ، و نقصد بالأنواع : العنوان العام الذى قد يشتمل على انواع متعددة من الذنوب ، بدليل أن هناک أمثلة كثيرة من الذنوب يحكم العقل المستقبل بقبحها و كونها من الكبائر ، و انها مما يوجب دخول النار مع أنها لم تذكر بعناوينها الخاصة فى الروايات كحبس المحصنة للزنا بها ، أو الدلالة على عورات المسلمين المفضية إلى قتلهم و اسرهم و التى هى اعظم عند اللّٰه من الفرار من الزحف ، و كذا الوشاية بالمومن الى الظالم المفضية إلى قتله فهى اعظم غيبته .

و قد يفهم أن الذنوب التى ذكرت كلها تعتبر من اكبر مصاديق الذى توعد اللّٰه عليه النار قال تعالىٰ : و لا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار " فحنيئذ تتبع دائرة الكبائر فيصبح الظلم كبيرة نوعية تندرج تحتها مصاديق كثيرة لا عدلها و لا حصر .

أما من ناحية عدد الكبائر فتراوحت الأقوال بين : سعبة ، وعشرة و اثنتى عشر ، و عشرين ، و أربع و ثلاثين ، و اربعين ، أنهاه آخرين الى سبعين كبيرة ، علما بأن منشأ الإختلاف فى العدد راجع إلى الإختلاف الوارد فى الروايات ، ما قد يفهم منها أن الكبائر ليست بمستوى واحد ، و لهذا اكتفى بما ورد فى بعض الروايات الشريفة .

١) الكبائر السبع : عن ابن محبوب قال : كتب معى بعض اصحابنا الى ابى الحسن رضى اللّٰه عنه يسأله عن الكبائر كم هى و ما هى ؟ فكتب رضى اللّٰه عنه ، من اجتنب ما وعد اللّٰه عليه النار كفر عنه سيئاته إذا كان مومناً ، والسبع الموجبات : قتل النفس المحترمة ، عقوق الوالدين ، اكل الربا ، التعرب بعد الهجرة ، قذف المحصنات ، أكل مال اليتيم ، الفرار من الزحف " .

فالواضح من الرواة أن الإمام على رضى اللّٰه عنه قد عدد الكبائر و ذكرها بالإسم و وصفها بأنها من موجبات دخول النار أو وعد عليها النار ، و إن اجتنبت كفر عنه ما دونها من السيئات .

٢) الكبائر التسع : روى عن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم أنه قال : الكبائر تسع : أعظمهن من الزحف ، و عقوق الوالدين ، و استحلال البيت الحرام ، و السحر . فمن تقى اللّٰه عز وجل هو برى منهن كان معى فى جنة مصاريعها من ذهب .

٣) الكبائر واحد و عشرون : روى عن عبدالعزيز عبداللّٰه الحسنى قال روى حدثنى عن أبى جعفر قال : سمعت أبى يقول : دخل عمر و بن عبيد على ابى عبد اللّٰه فلما اسلم و جلس تلا هذه الأية " والذين يجتنبون كبائر الإثم والفواحش " ثم امسک فقال ابو عبدالله ما اسكتک ؟ قال : أحب عن أعرف الكبائر من كتاب اللّٰه تعالىٰ فقال : هم يا عمرو ، أكبر الكبائر :

١) الإشراک باللّٰه : يقول اللّٰه : " انه من يشرک باللّٰه فقد حرم اللّٰه عليه الجنة " .

٢) و بعده الإياس من روح اللّٰه : لإن اللّٰه عزوجل يقول : إنه لا ييأس من روح اللّٰه إلا القوم الكافرون "

٣) ثم الأمن لمكر اللّٰه : لأن اللّٰه يقول : فلا يأمن مكراللّٰه إلا القوم الخاسرون"

٤) و قتل النفس التى حرم اللّٰه إلا بالحق ، لأن اللّٰه يقول : " و من يقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤ ه جهنم خالداً فيها و غضب اللّٰه عليه و لعنه و أعدله عذاباً عظيماً " .

٥) و منها عقوق الوالدين لأن اللّٰه سبحانه جعل العاق جبارا شقياً .

٦) و قذف المحصنات: لأن اللّٰه يقول : "لعنوا فى الدنيا والأخرة و لهم عذاب عظيم "

٧) و أكل مال اليتيم : لأن اللّٰه يقول : " انما يأكلون فى بطونهم نارا و سيصلون سعيراً "

٨) والفرار من الزحف : لأن اللّٰه يقول : " و من يولهم يومئذ دبره الا متحرفاً لقتال أو متحيزاً الى فئة فقد باء بغضب من اللّٰه و مأواه جهنم و بئس المصير " .

٩) و أكل الربا : لأن اللّٰه يقول : الذين يأيكلون الربا لا يقومون الا كما يقوم الذى يتخبطه الشطين من المس " .

١٠) والسحر : لان اللّٰه يقول : " و لقد علموا لمن اشتراه ماله فى الأخرة من خلاق " .

١١) والزنا : لأن اللّٰه يقول : " و من يفعل ذلك يلق اثاما ، يضاعف له العذاب يوم القيامة و يخلد فيه مهانا " .

١٢) و اليمين و الغموس الفاجرة : لأن اللّٰه يقول : " الذين يشترون بعهد اللّٰه و أيمانهم ثمناً قليلاً أولئك لا خلاق لهم فى الأخرة .

١٣) والغلول : لأن اللّٰه يقول : " و من يغلل يأت بما غل يوم القيامة " .

١٤) و منع الزكاة المفروضة : لأن اللّٰه يقول : فتكوىٰ بها جباحهم و جنوبهم و ظهورهم " .

١٥) وشهاذه الزور

١٦) وكتمان الشهادة : لأن اللّٰه يقول : " ومن يكتمها فانه أثم قلبه "

١٧) و شرب الخمر : لأن اللّٰه نهى عنها كما نهى عن عبادة الأوثان .

١٨) و ترك الصلاة متعمداً أو شيئا مما فرض اللّٰه : لأن الخليفة الرابعة رضى اللّٰه عنه قال " من ترك الصلوة متعمداً فقد برئ من اللّٰه هو برئ من رسوله "

١٩) و نقض العهد

٢١) و قطيعة الرحم : لأن اللّٰه يقول : " اولئك لهم اللعنة و لهم سوء الدار .

قال : فخرج عمر و له صراح من بكائه ، و هو يقول هلك من قال برأيه ، و نازعكم فى الفضل والعلم .

الأدب الشرعى الإستخدام الإنترنيت

بعد ذكر عظيم حول موضوع الكبائر و شرعية الجرائم الكبيرة أريدهنا أن اذكر الآداب الإستخدام الإنترنيت :

١) التحلى بالفضيلة و نشر القيم الدينية ، و تنمية هذه القيم فى أفراد المجتمع لبيقى المجتمع الإسلامى مجتمعاً متماسكا و قويا و قادراً على مواجهة الأخطار و القيم الوافدة .

٢) الإلتزام بالتعاليم الشرعية و منهج الوسطية والاعتدال ، و القيم الإجتماعية و الأخلاقية و الثقافة ، بها يجعلهم

يحرصون على اسخائهم و اصالتهم و احترام العلم القيم و حقوق الانسان والحوار و حل المشكلات من خلال استحدام ، أساليب بعيدة عن القهر و الالزام و العنف

٣) البعد عن التحريض و اثارة الفتن الدينية و العرقية

٤) مراعاة الأمانة و تحرى الصدق و التثبت فى نشر الأخبار و نقلها ، وعدم نشر الشائعات و ترويجها .

٥) حرمة التشهير و إشاعة الفاحشة

٦) حرمة القذف و عظم جريمة القذف عبر شبكات التواصل الإجتماعى لإنتشارها على مساحة اكبر من الناس

٧) حرمة نشر الاسرار و يشمل خصوصيات الانسان و عيوبه التى يكره ان يطلع عليها الناس

٨) غض البصر عمالاً يحل النظر اليه

٩) مراعاة ادب الجوامع الآخر ، د آداب النصح و فق الضوابط الشرعية

١٠) الحذر من استخدام شبكات و مواقع اهل الضلال و البدع الأهواء

١١) استحضار الوقت فى الأمور النافعة ، و عدم الإفراط فى ارتياب مواقع التواصل الاجتماعى ، و تنظيم أوقات خاصة الإفادة منها .

١٢) استحضار مراقبة اللّٰه عن الكتابة ، وعند وضع الأشياء و رفعها و تدويرها و مشاركتها ، و ان عليكم لحافظين كراماًكاتبين يعلمون ما تفعلون

١٣) الحرص على المفيد الهادف الذى ينفع أخوانک و قولوا للناس حسنا ، من ذكر و علم ، و أمر بالمعروف و نهى عن منكر .

١٤) اصبحت هذه المواقع (مذبحة الإخلاص) فاحذر الرياء و التسميع بذكرک أعمالک الصالحة ففيها مجال كثير لذلک (من سمّع سمّع اللّٰه به)

١٥) التثبت عند نشر المعلومات و الحذر من نشر الكذب أو حكم شرعىّ غير متأكد منه و هناک أزمة من يكون الأول فى نشر الخبر (كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع).

١٦) ليس كل خير صحيح ينشر ، محدث الناس بما يعقلون فبعضها يكون فيه فزع للمجتمع ، أو ترويع المومنين ، أو تحبط معنوياتهم و كذلک نشر اخبار الفاحشة اما يجرى الناس عليها أو يعطى أن المجتمع ينتشر فيه هذا الشئ .

حكم مرتكب الكبائر : و أما القصية فى حكم مرتكب الكبائر كما نحن قرأنا فى كتاب " شرح عقائد النسفى " فى الدراسات النظامية ، أن المؤلف قد ذكر فيه " لا تخرج العبد المؤمن من الايمان " و كذلک قال : " ان الكبيرة لا تدخله فى الكفر " قال الشارح و احتجت المعتزلة بوجهين : الأول أن الأمة بعد اتفاقهم على أن مرتكب الكبيرة فاسق اختلفوا فى أنه مؤمن و هو مذهب اهل السنة والجماعة أو كافر و وهو قول الخوارج .

إجتراح الكبائر الأثام خلال استخدام شبكات التواصل الإجتماعى

و من اعظم الآثام التى تجترح هذه الايام من وسائل التواصل الإجتماعى : المجاهرة بالذنوب و اشاعة الفواحش :

و المجاهرون يستخفون بأسماء مستعارة ، و يظنون أنهم إن استخفوا عن الناس يستخفون عن اللّٰه و عن ملائكته الراصدين لأقوالهم و افعالهم (يستخفون من الناس و لا يستخفون من اللّٰه و هو معهم إذ يبيتون ما لا يرضى القول و كان اللّٰه يعلمون محيطاً و المجاهرة بالاثم اشنع من فعله بل لو جاهر بذنب ادعى أنه فعليه وهو لم يفعله لكان حريا أن تكون مجاهر تلك أعظم من مجرد ارتكاب الذنوب لو ارتكبه ، لانه كذب ، والكذب كبيرة من الكبائر ، و كذ به كان فى شئ قبيح ، ولان المعنى من منع المجاهرة بالذنب عدم الإستخفاف به ، والكاذب المجاهر قد استخف بالذنب و لو لم يفعله و لما فى مجاهرته بالذنب و لو لم يفعله من تجرئ للناس على فعل الذنب ، و دعوتهم اليه و تكثير سواد أصحاب المعاصى ، و تقوية أهل المنكرات و قد روى ابوهريرة رضى اللّٰه قال : سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول : " كل أمتى معافى الا المجاهرين ، و ان من المجاهرة أن يعمل الرجل بالليل عملاً ، ثم يصبح و قد ستره اللّٰه عليه ، فيقول يا فلان عملت البارحة كذا و كذا و قد بات يستره ربه ، و يصبح يكشف ستراللّٰه عنه " و جدير بذكر انقاط والجوانب الإيجابية والسلبية معا ، و كثير ما تكون هذه الخلوات معدودة كالكبائر فعلياً ، ان تجتنب السلبيات كى نحتذر و ننتبه من الكبائر الشرعية التى تقذف البشر الى الفسق و والفجور .

جوانب ايجابيات و سلبيات لشبكات التواصل الاجتماعى

١) الايجابيات

أسرع وسيلة التداول الأخبار والمعلومات ، تساهم فى القبض على الجناة و المجرمين ، تساعد طلاب العلم والباحثين ، تساعد فى البحث عن فرص عمل ، تساعد الصحفيين فى الحصول على الأ خبار والمعلومات و تسويق منتجهم ، وسيلة للتواصل الاجتماعى ، فضاء كبيرة للنقاش الحر حول مختلف القضايا ، ساهمت كثيراً فى الثورات العربية ، تساعد فى عمليات التسويق الإلكترونى ، أدت إلى ظهور صحافة المواطن ، تدعم انقشا الإعلام الرقمى ، تساعد فى الأعمال الخيرية والتطوعية ، وسيلة للدعوة إلى اللّٰه

٢) السلبيات :

نشر الأفكار الهدامة ، عرض المواد الاجابة و المشاهد غير الأخلاقية ، التحايل والتزوير ، نشر الشائعات و الأكاذيب ، انتهاك الحقوق الخاصة والعامة ، انتهاك الخصوصية ، انتحال الشخصيات ، إدمان الانترنت ، هدر الأوقات ، إثار المشاكل الزوجية ، الإنعزال عن الواقع ، التحريض ضد الغير ، ساعدت فى التفكك الاسرئ ، غياب الرقابة و عدم الأحساس بالمسؤولية .

مراجع :

١) سورة المائدة (٢) سورة المتففين (٣) سورة يونس (٤) سورة الأنعام (٥) سورة هود (٦) سورة الشورىٰ (٧) سورة المائده (٨) سورة يوسف (٩) سورة الأعراف (١٠) سورة النساء (١١) سورة النور (١٢) سورة الأنفال (١٣) سورة البقرة (١٤) سورة البقرة (١٥) سورة التوبه (١٦) سورة الرعد (١٧) سورة الانفطار (١٨) سورة البقرة (١٩) صحيح البخارى (٢٠) صحيح المسلم (٢١) صحيح المسلم (٢٢) شرح عقائد النسفى (٢٣) كنز الفوائد -

لمحة موجزة عن نهضة الحديث الشريف فى الهند

فضل احمد
طالب صف الفاضل السنة الاول

لا يخفى على كل من له ادنى المام بتاريخ تدوين الحديث الشريف وتاريخ نهضته فى كل عصر ومصر والعلماء المسلمون من جميع العالم ادخروا جهودهم العملاقة فى خدمة الحديث الشريف الذى هو المصدر الثانى فى التشريع الاسلامى ان علماء الهند يحتلون محل الصدارة فى خدمة هذا الفن الشريف فى كل عصر متقدم ومتأخر ولهم مساعى مشكورة وان ارض الهند تمخض من بطنها فى القرون المتأخرة المدارس والمعاهد والجامعات التى تفوح بين جدرانها الاربعة أريج الحديث الشريف وتوافد اليها لتلقى علوم الحديث الشريف متعطشو الكتب الستة وغيرها وتضلعوا فى هذا الفن الكريم واصبحو االمحدثين و الحفاظ الذين كانوا يصلون لياليهم بنهارهم فى التدريس والبحث والتحقيق العلمى والتأ ليف والتصنيف وهناک اسم يتجلى من بينهم اسم الامام المحدث الكبير الشيخ شاه ولى الله المحدث الدهلوى الذى يرجع اليه الفضل كله فضل احياء السنة المطهرة ونشرها فى القارة الهند ية هذا لا يكون رأ يان فيه ان هناک قرآنان قرآن صامت وقرآن ناطق ، والقرآن الناطق نشاهده فى كافة جوانب الانسان فى الحرب ضد أعداء الاسلام والسلم و فى البيت وفى المسجد بين الاعداء وبين الاحباء والاصدقاء الاهو ذات نبينا الكريم صلى الله عليه وسلم الذى قام بتطبيق عملى وترک لكافة العالم قدوة حسنة وما اعترف به اصدقائه واحبائه فحسب بل الاعداء هم أخيرا اعترفوا وشهدوا لصلاحه وأمانته كما قال القائل :الثناء ما شهدت به الاعداء •

وان الله تعالى كما وعد بقوله "انا انزلناه الذكر وانا له لحافظون " عن المحافظة على القرآن الكريم كذالک أخذ مسؤو لية الحفاظ على السنة النبوية •

يقول العلامة المباركفورى فى مقدمة تحفة الاحوذى:(ص:٩٨)

"و جملة الكلام ان الشاه ولى الله المحدث الدهلوي رحمه الله تعالى غرس فى الهند شجرة علم الحد يث فاشتدت هذه الشجرةوتمكنت و طالت اغصانها وعلت وتشعبت قضبانها و انتشرت حتى أحاطت البلاد والأمصاروبلغت فروعها فى جميع النواحي والأقطار وتخرج بافاضة علمه جماعة عظيمة قاموا لنشر علوم الدين واشاعة السنة النبوية وظهر بسعيه طائفة كبيرة اجتهدوا فى ترويج علوم الحديث و تبليغها منهم أبناؤه الكرام الشيخ الأجل الشاه عبد العزيز والعلامة الشاه عبد الغنى والشيخ العلامة الشاه عبد القادر والشيخ العلامة الشاه رفيع الدين رحمهم اللهتعالى ومنهم الشيخ العلامة محمد معين

صاحب ﴿دراسات اللبيب﴾ والعلامة القاضى ثناء الله صاحب ﴿التفسير المظهري﴾ وغيرهم ممن لا يحصى عددهم وكان كل واحد منهم امام زمانه فى غزارة العلم وملازمة التقوى ونهاية فى الورع والزهد رأسا فى التحقيق والإ تقان قد

أشرب فی قلوبهم حب الحديث و اتباعه.

وقال العلامة رشيد رضا المصری فی مقدمة مفتاح كنوزالسنة(ص:و)

,,ولـولا عـنـاية اخـوانـنا علماء الهند بعلوم الحديث الشريف فی هذا العصر لقضي عليها بالزوال من أمصار الشرق فقد ضـعـفـت فـی مـصـر والشـام والعراق والحجاز منذ القرن العاشر للهجرة حتى بلغت منتهى الضعف فی أوائل هذاالقرن الرابع عشر "

ويقول الامام زاهد الكوثری رحمه الله تعالى فی مقالاته.(ص:٣٧)

"وكـان حـظ اقـليم الهند من هذا الميراث منذ منتصف القرن العاشر هو النشاط فی علوم الحديث فأقبل علماء الهند عـليها اقبالا كليا بعد أن كانوا منصرفين الى الفقه المجرد والعلوم النظرية ولواستعرضنامالعلماء الهند من الهمة العظمية فـي عـلـوم الـحـديـث مـن ذاک الحين = مدة ركود الاقاليم = لوقع ذلک موقع الاعجاب الكلی والشكرالعميق وكم لـعـلمائهم من شروح ممتعة وتعليقات نافعة على الاصول الستة وغيره وكم لهم من مؤلفات واسعة فی احاديث الاحكام وكم لهم من أياد بيضاء فی نقد الرجال وعلل الحديث وشرح الآثار وتاليف مولفات فی شتى الموضوعات"

ومـن الـمـحـدثيـن الـنـابـغيـن فـی ارض الهند الامام عبد الحی اللكنوی رحمه الله وكتابه "الرفع والتكميل فی الجرح والتعديل " كتاب نفيس عديم المثال وعظيم النفع لم يصنف مثل هذا الكتاب

قبله كما قال الشيخ عبد الفتاح ابوغده فی مقد مته على هذا الكتاب (ص:٢٠)

ومن العجب العجاب أنه لم يؤلف فی جمع القواعد المتفرقة فی علم الجرح والتعديل كتاب مستقل على تمادی القرون وادخـر هـذا الـفـضـل لـنابغة المتأخرين فی القرن الثالث عشر شيخ المحققين الامام محمد عبد الحی اللكنوی الهندی فـألف رحـمـه الـلـه تـعـالـی كتـابـه الـماتع البديع "الرفع والتكميل فی الجرح والتعديل " ذكر فيه الشروط والأوصاف لـلـمـزكـيـن والـمـجـروحـيـن , وسـائر المباحث والاصطلاحات المتعلقة بالجرح والتعديل , وبكتب الجرح والتعديل وبـصـفـات مـؤلـفيها من التساهل أوالتشدد أو الاعتدال أو التعصب أو الارتجال. ولخص العلامة عبد الرحمن المعلمی اليـمـانـی جهـود عـلـمـاء الدكن فی خد مة الحديث الشريف ,,ومن تتبع ماأنتجته النهضة العلمية فی القرن الرابع عشر بـالهـنـد ومـصـر والشـام وغيرها من المعارف والمؤلفات والرسائل وغيرها علم أن للهند ولا سيما (حيدر اباد الدكن) الفضل الأكبر فی ذلک بمانشرته من كتب الحديث وكتب الرجال"

موسوعة علوم الحديث وفنونه (ص: ٨٩)

ويرجع الفضل الكبيرفی احياء علوم الحديث الشريف ونشركتب السنة فی بلادالدكن الي الإمام شيخ الاسلام محمد أنـوارالـله الفاروقی قدس سره مؤسس الجامعةالنظامية لأنه لماسافرالي بلادالحرمين الشرفين و تشرف بزيارتهما حمل معه الكتب النفيسة واهتم بنسخ المخطوطات الهامةالنادرةعلي مصاريفه الكثيرةونفقته الخاصة مثل كنزالعمال فی سنن الاقـوال والأفـعـال,وجامع مسانيد الامام أبی حنيفة نعمان بن ثابت رضی الله عنه.والجوهرالنقی على سنن البيهقی, فقام

بطبع هذه النوادر (دائرةالمعارف العثمانيه) في المرحلةالأولي التى أسست باقتراح شيخ الاسلام وتابعه على خدمةالحديث الشريف تلميذه الخاص محدث الدكن السيد عبدالله شاه النقشبندى القادرى قدس سره العزيز فجمع الأحاديث والاثار التى تؤيدالمذهب الحنفى على منوال صاحب مشكاةالمصابيح وهذه الذخيرةالحديثيةالعلمية لم تجمع قبله ولابعده فادهش بذلك علماء العرب والعجم ومن الاعلام المحدثين فى حيدرابادالدكن مولناالشيخ ابوالوفاء الأفغانى رحمه الله فأسس "لجنة احياء المعارف العنمانية" وخدم الكتب النفيسة الغالية وكتاب الآثارللامام محمد بن الحسن الشيبانى رحمه الله فاعتنى به وشرحه وحققه وعلق عليه وطبعه من لجنته. ولايفوتنكم فى هذه الأيام جهودشيخناالراحل المحدث محمدخواجه شريف رحمه الله فله دور كبير فى انهاض علوم الحديث الشريف فى الجامعة النظامية وخدمات جبارة فى تدريسهاوتصنيفها,فمماصنفه فى الحديث

"امام أعظم امام المحدثين "وتعريب "الكلام المرفوع فيما يتعلق بالحديث الموضوع ", وقدقام بترجمة زجاجةالمصابيح وحاشيتها,بأسلوب سهل جذاب ..

☆☆☆

ANNUAL MAGAZINE

ANWAR -E- NIZAMIA

FEBRUARY 2019

URDU

VOLUME 28

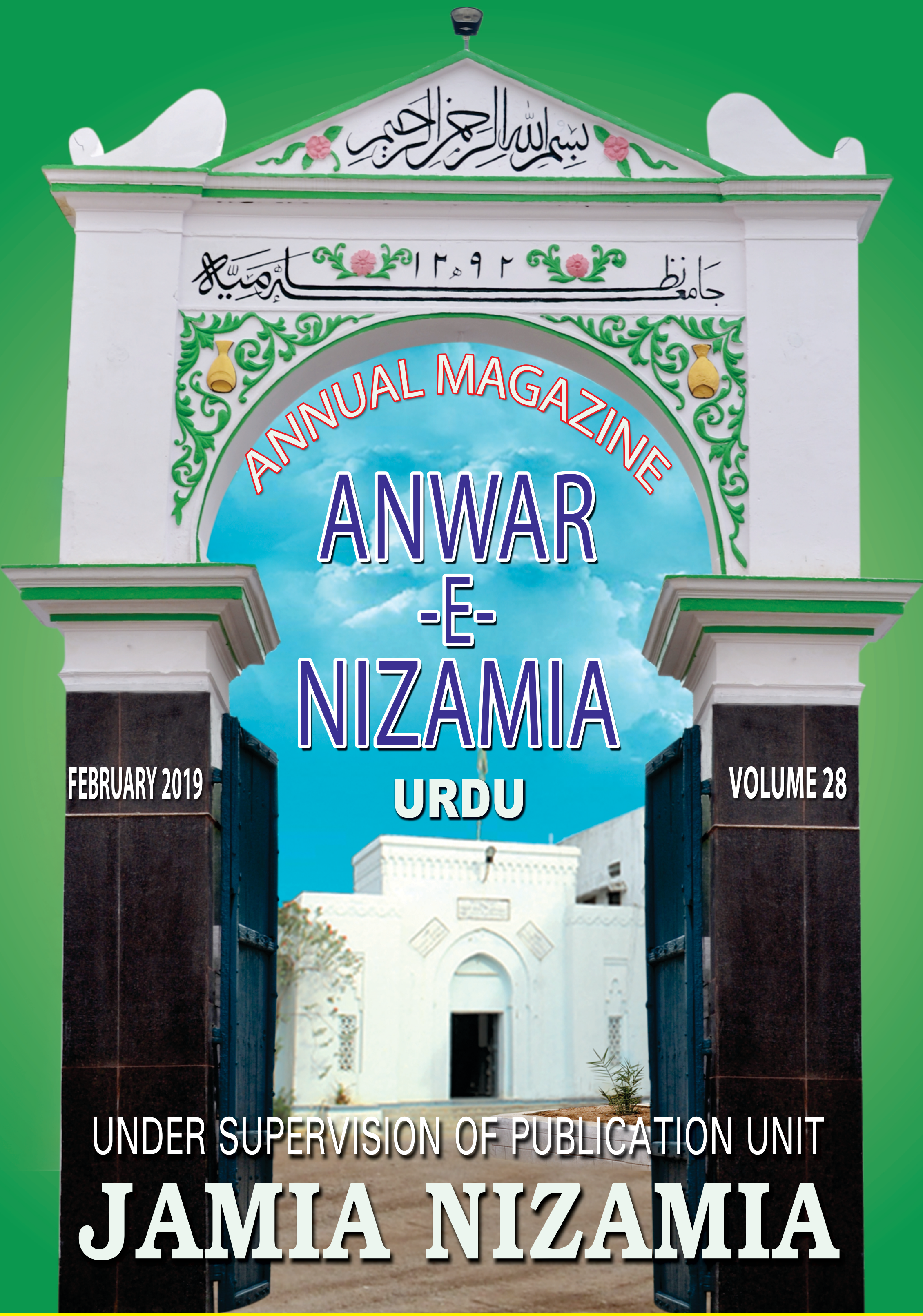

UNDER SUPERVISION OF PUBLICATION UNIT

JAMIA NIZAMIA

Hyderabad-500 064, A. P. INDIA. Phones : 24416847, 24576772, Fax : 0091-40-24503267

www.jamianizamia,org E-mail:fatwa@jamianizamia.org fatwajamianizamia@yahoo.com

Printed at : Abul Wafa Al-Afghani Offset Printing Press JAMIA NIZAMIA, Hyd-Ph : 24416847